

2
LIT-246 • \$2.29 • A BANTAM BOOK

"DON'T LET
THIS ONE
GET AWAY!"
—THE NEW YORK
TIMES

THE NEW
SHOCK-A-SECOND
THRILLER

BY THE AUTHOR OF **SLEEPING DOGS**
FRANK ROSS

THE 65TH TAPE



خاموش جنگ

امریکا کے خفیہ ادارے سی آئی اے کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اب وہ کچھ ایسا خفیہ بھی نہیں رہا۔ اس قسم کے ادارے قومی سلامتی و تحفظ کے نکتہ نظر سے قائم کیے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے امریکا جتنا بڑا، جتنا ترقی یافتہ اور وسائل سے مالا مال ملک ہے اسی اعتبار سے اس کے سب سے بڑے خفیہ ادارے کی تصویر ذہن میں لانے کی کوشش کی جائے تو وہ بجائے خود ایک سلطنت، ایک حکومت کی تصویر معلوم ہوتی ہے۔ یہ تصور کچھ ایسا غلط بھی نہیں۔ صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کتنی حکومتوں کے تختے اس بدنام زمانہ ادارے کی وجہ سے اُلٹے اور کہاں کہیں اس کی وجہ سے مستقل خلفشار جاری ہے۔ لیکن ناول نگار فرینک راس (FRANK ROSS) نے اس ادارے کے اپنے خلفشار کو بنیاد بنا کر جس خوب صورتی اور مہارت سے زیر نظر ناول کا تانا بانا بنا ہے جس کی آپ داد دینے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اس تیز رفتار ناول کو نوجہ مودی کے مشاق قلم نے تلخیص و ترجمے میں کچھ اور تیز رفتار بنا دیا ہے۔ ہر قدم پر کروٹ بدلتے ہوئے واقعات پلاٹ کا انوکھا پن، کرداروں کی بُنت کاری اور پیل پیل رنگ بدلتی سازشوں کی عکاسی۔ ان سب نے مل کر ناول میں بجاطور پر یہ خصوصیت پیدا کر دی ہے کہ آپ اسے ایک ہی نشست میں ختم کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے... اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسے پڑھنے کا لطف بھی ایک ہی نشست میں ہے

ابتدائی صفحات کی زینت ایک ایسی کہانی جسے کہہ ہی پھلایا نہیں جاسکتا

رہا ہو۔ اس نے سرکاری ملازمت میں ایک عمر گزار دی تھی جس میں سے پندرہ سال قومی سلامتی کے سب سے بڑے ادارے 'سی آئی اے' میں گزرے تھے۔ جذباتیت کا اس کی زندگی میں کوئی دخل نہیں تھا اور نہ ہی اس نے کبھی آنکھیں بند کر کے کسی کے دعوؤں پر یقین کیا تھا، خواہ زعمے کرنے والا اس کا سب سے زیادہ قابل اعتماد اور قریبی دوست رہا ہو۔

جس شخص نے یہ خط لکھا تھا وہ کالج اور یونیورسٹی میں اس کے ساتھ پڑھا تھا۔ دنیا کی کئی زبانیں انہوں نے ایک ساتھ سیکھی تھیں۔ ملازمت کے کتنے ہی ماہ و سال اکٹھے گزارے تھے۔ زندگی ہر دور میں ان پر بہت مہربان رہی تھی اور اب گارفیلڈ کچھ ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے زندگی کی ان نوازشات کا قرض چکانے کا وقت قریب آ رہا تھا۔ وہ کسی انسانی کی آہٹ سن رہا تھا۔ گارفیلڈ کو کئی

پیر۔ صبح آٹھ بجے۔ گارفیلڈ لوکس گارفیلڈ اس وقت اسٹڈی میں اپنی مخصوص کرسی پر وہ خط ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔ خط زرد رنگ کے اوراق پر لکھا گیا تھا۔ گارفیلڈ کی نظر ان سطور پر جم کر رہ گئی تھی:

”یہ خط نہیں ایک پینڈورا باکس ہے۔ اگر تم نے اس سطر سے آگے اسے پڑھ لیا تو سمجھ لو کہ تم نے یہ پینڈورا باکس کھل لیا۔ اور اگر تم نے اس خط کو پورا پڑھ لیا تو تمہیں کوئی نہ کوئی عملی قدم ضرور اٹھانا پڑے گا۔“

گارفیلڈ نے خط سے نظر ہٹائی اور کھوئے کھوئے انداز میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تاہم اس کی انگلیاں کچھ اس طرح محتاط انداز میں زرد کاغذ پر رنگ رہی تھیں جیسے بارودی سرنگوں کا سراغ لگانے والا کوئی کھوجی مشکوک علاقے میں دھیرے دھیرے آگے بڑھ

برس بعد اچانک ہی اپنے دوست کا یہ خط ملا تھا۔ کئی برس پہلے اس کے دوست کو سفیر بنا کر لندن بھیج دیا گیا تھا۔ اس کا نام جان روپر تھا۔ خط میں اس کی لکھائی جگہ جگہ کچھ بگڑی ہوئی سی تھی گویا کسی اندرونی تکلیف سے اس کا ہاتھ ہلکا ہو گیا ہو۔ چند لمبے کے توقف کے بعد کار فیڈ نے آگے پڑھنا شروع کیا۔ جان روپر نے لکھا تھا:

”آج میں پھر اپنے ڈاکٹر سے ملا تھا۔ اس نے دیا ندراری سے بتا دیا کہ اب وہ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ اس سلسلے میں بھی کوئی اندازہ ظاہر کرنے سے قاصر تھا کہ میں کتنے دن اور جی سکوں گا۔ جب ڈاکٹر اس سلسلے میں کوئی اندازہ ظاہر نہ کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ صحت بالکل ہی ختم ہو چکی ہے۔ اس صورت میں شاید یہ خط چند روز بعد ہی تمہارے ہاتھوں میں ہو گا۔ میں نے اپنے دکھ کو براہِ راست کوئی ہے کہ جیسے ہی انہیں میری موت کی خبر ملے، وہ اس خط کو نہایت رازداری سے تم تک پہنچا دیں۔

میں اس خط کو بہتر مرگ پر تحریر کیا جانے والا اعتراف نامہ بنا کر تمہیں شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔ اس صورت میں تم سوچنے پر مجبور ہو جاؤ گے کہ کیا تا اہل اور نا سمجھ آدمی تمہارے دوستوں میں شامل تھا لیکن ایک طویل اور اذیت ناک سوچ بچار کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ چند حقائق تمہارے علم میں لانا میرے لئے ناگزیر ہو چکا ہے، خواہ تم میری اہلیت اور میری ذہنی صلاحیتوں کے بارے میں کیسی ہی رائے کیوں نہ قائم کرو۔ اگر میری لغزش کے اثرات صرف میری ذات یا میرے کنبے تک محدود رہتے تو میں انہیں کوئی اہمیت نہ دیتا لیکن سوال ملک و قوم کا آن پڑا ہے میں نہیں چاہتا کہ کچھ لوگوں کی دانستہ یا نادانستہ غلطیوں کی سزا ملک و قوم کو بھگتی پڑے۔

تم اسے اچھا سمجھو یا برا۔۔۔ لیکن ہوا کچھ اس طرح۔۔۔ کہ ۱۹۵۵ء اور ۱۹۶۰ء کے درمیان میں کچھ ایسے لوگوں کے گروپ میں شامل ہو گیا جو بظاہر بہت اعلیٰ مقاصد کے لئے منظم ہو رہے تھے۔ ہر انسان کی عمر میں ایک دور ایسا ضرور آتا ہے جب وہ کوئی بڑا کام کرنے کے لئے بے چین و مضطرب ہوتا ہے۔ میں بھی ان دنوں اسی بے چینی و اضطراب کا شکار تھا اور میرا خیال تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر میری توانائیاں، میری صلاحیتیں، میرا مقام و مرتبہ اور اثر رسوخ نہایت بلند مقاصد کے لئے استعمال ہو سکے گا۔ جیسے جیسے لوگ اس گروپ میں شامل ہو رہے تھے، ان کی حیثیت اور ان کا مقام دیکھ کر اس کے مقاصد اور نظریات کے بارے میں کوئی منفی خیال یا شبہ ذہن میں تھی نہیں سکتا تھا۔ بلا مبالغہ ہمارے ساتھی تعلیمی، معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی اعتبار سے ملک کے بہترین لوگ تھے۔

وہ خفیہ طور پر ایک دوسرے سے رابطہ کرتے تھے اور ان کی سرگرمیاں بھی خفیہ ہی رہتی تھیں۔ اس وجہ سے ان کے مقاصد

کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہونا لازمی تھا لیکن جب بھی میں نے اپنے طور پر جائزہ لیا، مجھے گروپ کی سرگرمیوں کا مقاصد میں کوئی منفی پہلو نظر نہیں آیا۔ گروپ کا ایک نام بھی تھا۔ وہ نام تھا ”میٹرکس“۔ اس کے معنی ماں کی کوکھ یا پھر اسی پیرا ہے جس میں ہیرا پیوست ہو۔ گروپ یا تنظیم کا آئین گویا اس کوکھ میں پرورش پانے والا بچہ یا پھر اس پتھر میں پیوست ہیرا تھا جس کی حفاظت ہر ممبر کو اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ کرنی ہوتی تھی۔

”میٹرکس“ کے ساتھ میری عملی اور نظریاتی وابستگی کا مکمل خاتمہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۴ء کو ہوا۔ اگر تمہاری یادداشت ٹھیک کام کر رہی ہے تو تمہیں فوراً یاد آجائے گا کہ اس تاریخ کا تعلق کس واقعے سے ہے۔ اس سے دو روز قبل مجھے انیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ایک خصوصی بریفنگ میں شرکت کے لئے لندن سے واشنگٹن طلب کیا گیا تھا۔ تمہیں یاد آگیا ہو گا کہ اس وقت ہم وائٹ ہاؤس اسکینڈل سے دوچار تھے جس کی بازگشت پوری دنیا میں سنائی دے رہی تھی۔

چودہ اپریل کو آٹھ بجے کے قریب مجھے پیغام ملا کہ صدر امریکا مجھے سے بات کرنا چاہتے ہیں، میں دس بجے وہاں ڈاؤس پہنچ جاؤں۔ ہمیں ایگزیکٹو آفس بلڈنگ میں ملاقات کرنا تھی لیکن جب میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچا تو مجھے تقریباً ایک گھنٹا انتظار کرنا پڑا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب مجھے صدر کے آفس میں بلایا گیا۔ صدر ریک سن وہاں موجود نہیں تھے البتہ نائب صدر ریمیلڈین موجود تھا۔

اس نے مجھے بتایا کہ صدر ابھی تک مصروف تھے۔ ملاقات میں اس طویل تاخیر پر اس نے معذرت کی۔ اسی دوران دو اور ملاقاتوں کو اندر لایا گیا۔ میری طرح وہ بھی وہاں مدعو تھے۔ ریمیلڈین نے باہر جانے سے پہلے یہی طور پر ان سے میرا تعارف کرایا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ مجھے ان سے تعارف کی ضرورت نہیں تھی۔ میں انہیں اور وہ مجھے اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے۔ ہم تینوں میٹرکس کے ممبر تھے۔

ایک لمحے کے لئے تو ہم تینوں اس احساس سے پریشان ہو گئے کہ ہمیں ایک ہی وقت میں صدر سے اہم ملاقات کے لئے بلایا گیا تھا۔ شاید اسی پریشانی میں ہم اپنی تنظیم کا بنیادی اصول بھول گئے جو یہ تھا کہ ہر حال میں زبان بند رکھی جائے اور تنظیم کے ممبروں کی حیثیت سے کبھی ایک دوسرے سے شناسائی ظاہر نہ کی جائے۔ اس اصول کو بھول کر ہم باہم بات کرنے لگے۔

میں یہ بتا ہی چکا ہوں کہ اس تاریخ کو میٹرکس سے میری عملی اور نظریاتی وابستگی ختم ہو گئی۔ دراصل اس روز ہم لوگ باتیں کرتے کرتے گویا اندھیرے سے روشنی میں آگئے۔ بات سے بات ٹکلی چلی گئی۔ ہم نے ایک دوسرے سے بہت سے سوالات کئے۔ بہت سی ایسی باتیں، بہت سے ایسے خفیہ گوشے، بہت سی ایسی

واقعاتی شہادتیں اور بہت سے ایسے شہادتیں سامنے آئے جنہوں نے مجھے دہشت زدہ اور دم بخود کر دیا۔

دونوں ملاکوں میں سے ایک ایسا تھا جس سے باتیں کر کے خصوصاً میری معلومات میں کچھ ایسا اضافہ ہوا کہ میرے روٹنے کھڑے ہو گئے۔ میں تمہیں اس شخص کا نام نہیں بتاؤں گا۔ بس اتنا سمجھ لو کہ وہ ایک ایسے ادارے میں ایسے عہدے پر ملازم تھا کہ اہم شخصیتوں کے بارے میں اور بے شمار خفیہ معاملات میں اس سے زیادہ معلومات کسی کے پاس نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس نے اپنے اطمینان کے لئے ذرا گہرائی میں جا کر میگزینس کے بارے میں جاننے کی کوشش کی تھی اور اس پر انکشاف ہوا تھا کہ تنظیم کے اصل سربراہ اور اصل مقاصد کے بارے میں درحقیقت کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ تنظیم میں اصل روح کہاں سے چھوکی جا رہی تھی۔

ہم تنظیم کا ساتھ دے کر جس عظیم ترین حجت کے مرتکب ہو رہے تھے اس کے لئے خدا ہمیں معاف کرے۔ تنظیم میں بڑے بڑے سرکاری و غیر سرکاری عہدوں کے حامل بڑے بڑے دولت مند بڑے بڑے پارسوخ اور بڑے بڑے ذہن لوگ شامل تھے۔ وہ نہایت معصومیت سے اپنی دانست میں اپنی دولت، اپنا اثر و رسوخ، اپنے تعلقات، اپنی معلومات اور ذہانت نہایت نیک مقاصد اور جائز و قانونی کاموں کے لئے استعمال کر رہے تھے لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ درحقیقت کوئی ناپیدہ ہاتھ ان کی حیثیتوں کو استعمال کر رہا تھا۔ یوں کہنا چاہئے کہ غلط استعمال کر رہا تھا۔ میگزینس گویا دودھ پیتے بچوں کا کوئی گروہ تھا جسے کچھ ناپیدہ ہاتھ اپنے من چاہے راستوں پر دھکیل رہے تھے۔ اپنے اشاروں پر چلا رہے تھے۔

تحقیق کنندہ نے اپنی چھان بین کا دائرہ تنظیم کے چند خاص ارکان تک محدود کر لیا جن میں، میں بھی شامل تھا۔ تب اسے معلوم ہوا کہ میں نے تنظیم کو جو معلومات میسجیا کی شخص انہیں غلط قسم کے سیاسی اور کاروباری مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ تمام لوگ مل کر تنظیم کو جتنے بھی وسائل اور فوائد میسجیا کر رہے تھے، ان سے صرف ایک شخص کو استفادہ کرایا جا رہا تھا۔ وہ شخص میری نظر میں بڑا ہی محترم اور معتبر تھا۔ تحقیق کنندہ نے بتایا کہ تنظیم کی ساری کاوشوں کا فائدہ اس شخص کو پہنچ رہا تھا۔ اسے سیاسی سطح پر نمایاں ترین شخصیت بنانے کے لئے سامنے لایا جا رہا تھا۔ اسے درحقیقت امریکا کا صدر بنانے کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔

میں نے اس روز جو کچھ سنا اسے کاغذ پر منتقل کرنے کا حوصلہ نہیں پڑا۔ تحقیق کنندہ نے دھیرے دھیرے کڑواں جو ڈوٹی شروع کیں۔ اپنے آپ کو شامل کرتے ہوئے اس نے چند ایسے خاص ارکان کے بارے میں چھان بین کی جن کی فراہم کردہ معلومات کو غلط استعمال کیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ وہ جو کچھ معلوم کرتا جا رہا تھا، ابتدا میں اسے خود بھی اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں تھا۔ اسے زیادہ

ہوٹل ہوٹل

جب کافی دیر تک کھانا نہیں آتا تو بھوک سے بے چین گاہک نے ایک دیگر کو قریب بلایا اور اس سے پوچھا ”تمہیں اس ہوٹل میں آئے ہوئے کتنے دن ہوئے ہیں؟“

”ابھی تو صرف دو دن ہوئے ہیں۔ ویسے بات کیا ہے؟“ وہ نے پوچھا۔

”کچھ نہیں“ گاہک بولا ”میر میں نے کھانے کا آرڈر کسی اور دیگر کو دیا ہو گا۔“

میرے نے گاہک سے ٹوٹ لیا اور کاؤنٹر پر چلا گیا۔ وہیں پر کھڑے کھڑے اس نے اپنی آواز میں پوچھا ”چنانچہ وہ پے پاس پیسے بیٹے میں مناب! کیا آپ واپس لے کر آئیں گے؟“

سے زیادہ اس بات کا امکان نظر آ رہا تھا کہ ممبروں کی کاوشیں سیاسی جوڑ توڑ اور دوسرے بازی کے لئے استعمال ہو رہی ہیں یا ان کی بنیاد پر کہیں بڑے پیمانے پر فراڈ اور بدعنوانی کی کوششیں بھی ہو سکتی ہیں۔ تحقیق کنندہ نے صرف اس کٹھنظر سے چھان بین شروع کی تھی کہ تنظیم کے لئے کام کرتے ہوئے ہم لوگ نادانانہ منگی میں قوی سلامتی کے لئے کسی خطرے کو تو جتن میں دے رہے؟

اپنی اس چھان بین کے دوران اسے معلوم ہوا کہ تنظیم کو صرف میری میسجیا کی ہوئی معلومات کی بنا پر یورپ کی معیشت اور سیاست پر بالادستی ملتی تھی۔ ظاہر ہے میں نے یہ معلومات اپنی دانست میں نیک مقاصد کے لئے میسجیا کی شخص۔ یہ انکشاف مجھے پریشان کر دینے کے لئے کافی تھا لیکن اس سے کہیں زیادہ پریشان کن اور کئی انکشافات میرے منتظر تھے۔

تحقیق کنندہ کا نام ہم ”ایکس“ فرض کر لیتے ہیں۔ ایکس نے خفیہ طور پر کئی ماہ تک، اپنی چھان بین جاری رکھی۔ وہ انٹلی جنس سروس کے ایک بہت بڑے ادارے کا سینئر ایگزیکٹو تھا۔ اس نے چھان بین کے دوران اپنے ادارے کے وسائل بھی استعمال کئے اور اپنی دفتری فائلوں کو بھی ایک نئے زاویے نظر سے دیکھنا شروع کیا۔ اس دوران ایک ایسی فائل اس کی نظر سے گزری جس کے مندرجات اس کی آنکھیں کھل دینے کے لئے کافی تھے۔

اس فائل میں ایک رپورٹ تھی جو ایکس کے جھکے کی نینڈ آرلینڈوالی شاخ کے انچارج نے بھجوائی تھی۔ رپورٹ کیا تھی بہتر مرگ پر پڑے ہوئے ایک شخص کا اعتراف نامہ تھا۔ وہ شخص خطرناک جرائم میں ملوث رہنے کے بعد ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا اور ایسے ہی مریضوں کی ایک علاج گاہ میں داخل تھا۔ وہ ایسے لوگوں

کردیا جائے گا۔ وہ بہر حال وہاںٹ ہاؤس کی طرف اپنا سفر شروع کرچکا ہے اور اس کے اس سفر کو ہم نے یعنی میٹرکس کے ممبروں نے ہی اپنی نانا، ہنگی اور مصومت میں ممکن بنایا ہے۔

ہماری گفتگو ہمیں تک پہنچی تھی کہ صدر تک سن انڈر آگئے۔ انہوں نے آگے گھٹنے تک ہم سے واٹرگٹ اسکینڈل کے اثرات کے بارے میں بات چیت کی۔ وہ اس پولو پر اپنے خیالات ظاہر کر رہے تھے کہ اس اسکینڈل کا ہماری خارجہ پالیسی اور دنیا بھر میں دیگر ممالک سے ہماری وابستگیوں پر کیا اثر پڑے گا۔ وہ ہمیں بریف کر رہے تھے کہ اس نئی صورت حال میں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کی گفتگو کا بہت کم حصہ سنا۔ پھر مزید پندرہ منٹ تک انہوں نے مجھ سے شمالی میں بات کی۔ آخر کار جب میں ایگزیکٹو آفس بلڈنگ سے باہر آیا تو میرے دونوں دوست جاچکے تھے۔

اس شام میں نے ان دونوں سے رابطہ قائم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ پانچ دن بعد میں لندن واپس آیا تو پتا چلا کہ ان میں سے ایک کا حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے انتقال ہو چکا ہے۔ انتقال کے وقت وہ کوکریڈو میں واقع اپنے مکان میں تھا۔ بہر حال وہ مسٹر ایس نہیں تھا۔

کچھ عرصے بعد ایکس نے مجھے فون کیا اور مجھ سے ملاقات طے کی۔ وہ بد مزیدہ جہاز میرے پاس آیا اور ہم نے ویک اینڈ پر مچھل کے شکار پر ہمشائر جانے کا پروگرام بنایا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا اصل مقصد کسی محفوظ مقام پر جا کر تفصیل سے بات چیت کرنا تھا۔ ایکس کو حال ہی میں معلوم ہوا تھا کہ وہاںٹ ہاؤس میں صدر کے آفس میں ہونے والی تمام گفتگو سنی جاتی تھی۔ یہ حقیقت اب عوامی سطح پر بھی ظاہر کر دی گئی ہے کہ محض تمام سرکاری گفتگو کا ریکارڈ رکھنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔

بہر حال اس بات کا قوی امکان نظر آ رہا تھا کہ اس روز صدر سے ملاقات سے قبل ہم نے جو گفتگو کی تھی وہ بھی ٹیپ ہو چکی تھی۔ اب ہمارے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ ٹیپ روٹین میں صدر کے ہاتھوں میں پہنچنے سے پہلے خود ہی صدر کو اس کی موجودگی سے مطلع کروں تاکہ ہماری دیانت داری اور یک نیتی پر شک نہ کیا جاسکے۔ یا پھر ہم وہ ٹیپ حاصل کر کے اپنے قبضے میں رکھیں۔

صلاح مشورے کے بعد ہم نے پہلی تجویز پر عمل درآمد کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ روٹین میں ابھی وہ ٹیپ دریافت نہیں کی جاسکتی تھی اور اگر اب اس کی نشاندہی کی گئی تو اسے واٹرگٹ اسکینڈل سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لئے استعمال کیا جائے گا جس کے نتیجے میں زیادہ خوف ناک ہلچل مچے گی اور اصل مقصد پھر بھی حاصل نہیں ہو سکے گا۔ یعنی وہ یہی پردہ قوت یا شخصیت کبھی سامنے نہیں آ سکے گی جو میٹرکس کو اپنے مقاصد کے

میں سے تھا جس سے تیسرے درجے کے پیشہ ور مجرم بھی رابطہ رکھتے ہوئے ہچکچاتے تھے لیکن اس نے بہت سی ایسی شخصیتوں سے روابط کا انکشاف کیا تھا جن کا معاشرے میں بڑا اونچا مقام تھا۔

اس رپورٹ کو زیادہ توجہ کے قابل نہیں سمجھا گیا کیونکہ اس شخص کی ذہنی حالت مشکوک تھی۔ حالانکہ جو باتیں اس رپورٹ میں درج تھیں وہ اس نے ان اوقات میں کی تھیں جب وہ رائل حالت میں ہوتا تھا تاہم اس کے انکشافات کچھ ایسے ناقابل یقین تھے کہ اس رپورٹ کو غیر مصدقہ قرار دے کر ایک طرف ڈال دیا گیا لیکن ایکس ان ناموں کو نہ بھلا سکا جو اس میں شامل تھے۔ وہ سب میٹرکس کے ممبر تھے۔ معاشرے میں بے حد نیک نام تھے اور نمایاں مقام رکھتے تھے۔

ایکس نے اپنی طویل اور مشقت طلب چھان بین جاری رکھی۔ وہ جتنا گہرائی میں گیا، میٹرکس کے بارے میں اتنی ہی لرزہ خیز انکشافات ہوئے۔ یہ ثابت ہوتا چلا گیا کہ ایک گروہ، ایک تنظیم، ایک طاقت کے طور پر میٹرکس کا زیر زمین دنیا کی سرگرمیوں سے گہرا تعلق تھا اور ملکی سیاست میں جو بد عنوانی اور دہشت گردی قدم بٹاتی نظر آ رہی تھی اس کے پیچھے بھی میٹرکس ہی کا ہاتھ تھا۔ بہت بڑی نا انصافیوں، ظلم و تشدد اور جان بوجھ کر کی گئی منظم و سفاکانہ قتل و غارت گری کا بھی سراغ ملا۔

دو باتیں تو صاف ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ کسی نامعلوم شخصیت نے نہایت چالاکی اور شیطانی قسم کی ذہانت کے ساتھ میٹرکس کے ممبروں کو ایک لڑی میں پرو لیا تھا اور وہ نانا، ہنگی میں نہایت بے وقوفانہ انداز میں اس کے مقاصد کے لئے استعمال ہو رہے تھے۔ اس نامعلوم شخصیت یا طاقت کے مقاصد یقیناً خوف ناک تھے۔ دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ واقعات کی کڑیاں ملانے سے ظاہر ہوتا تھا کہ جان کینڈی، رابرٹ کینڈی اور مارٹن لو تھرنگ کے قتل کے پیچھے بھی اسی نامعلوم شخصیت یا طاقت کا ہاتھ تھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے کمال ہوشیاری سے میٹرکس کو استعمال کیا تھا۔

اس مرحلے پر شاید تم میرے ذہنی توازن پر شبہ کرو۔ میں بھی ایکس کی ذہنی یہ سب کچھ سن کر شاید اسے اس کی افسانہ طرازی سمجھتا لیکن میں ایکس کو برس با برس سے جانتا تھا اور مجھے اس کے مقام و مرتبے کا بھی احساس تھا۔ اس کے غم سے کسی غیر ذمے دارانہ بات کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔ آخر میں اس نے ایک ایسی بات کہی جس نے مجھے مزید دہشت زدہ کر دیا۔ اس نے بتایا کہ وہ نامعلوم شخصیت یا طاقت اب قانونی، جائز اور مروجہ طریقے سے امریکا کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ اپنے امیدوار کو سامنے لے آئی تھی۔

ایکس نے مجھے اس امیدوار کا نام بھی بتایا اور کہا کہ مرحلہ وار طریقے سے اس شخص کے صدر رتی امیدوار ہونے کا اعلان

لئے استعمال کر رہی تھی۔ چنانچہ ہم نے دوسری تجویز پر عمل درآمد کیا۔ فیصلہ کیا۔ یعنی یہی کہ وہاں ہاؤس سے وہ ٹیپ حاصل کر لی جائے۔

یہ کام کس طرح کیا گیا؟ اس کی تفصیلات تم جیسے آدمی کو بتانا بے کار ہے۔ وہ وقت اس قسم کے کام کے لئے موزوں تھا۔ عدالت تک سن کے خلاف شہادتیں حاصل کرنے کی غرض سے معاملے کو طول دے رہی تھی۔ ہر طرف ایک عجیب سی افراطی اور الجھاؤ پھیل چکا تھا۔ ان حالات میں ایکس کے لئے ٹیپ حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کرنا نسبتاً آسان ثابت ہوا۔ منصوبہ بھی کامیاب رہا۔ ایکس نے اصل ریل سے وہ ٹکڑا نکالوایا جس پر ہماری گفتگو ریکارڈ ہوئی تھی۔ وہ ٹیپ محفوظ کر لی گئی اور ایکس نے اپنی جہان بین جاری رکھی۔ وہ اپنی کوششوں کے نتائج سے مجھے مطلع کر رہا تھا۔

دو سال قبل مارچ میں مجھے اخبارات سے پتا چلا کہ میرا دوست ایکس غائب ہو گیا ہے۔ شہادتوں سے کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کیلی فورنیا کے سمندری علاقے میں کشتی رانی کے دوران اسے کوئی حادثہ پیش آیا تھا اور وہ ڈوب گیا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ اس کی موت حادثاتی نہیں تھی۔ اس سے جب آخری مرتبہ میری بات ہوئی تھی تو اس نے کہا تھا کہ چند ہفتوں کے اندر اندر وہ میٹرکس کے پس پردہ موجود طاقت کا پتا چلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

میں ان دنوں بیمار تھا۔ کئی ماہ کی بیماری کے دوران میں اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ مجھے انگلینڈ میں سفیر کے عہدے سے استعفیٰ دے دینا چاہئے۔ ضمیر کا تقاضا یہی تھا۔ اب تو ہمیں بھی معلوم ہو چکا ہے کہ میری بیماری ملک تھی۔ اس نے مجھے کام کرنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ گزشتہ دو سال کے دوران میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قدرت نے خود ہی میرے لئے صحیح راستہ متعین کر دیا تھا۔ موت ہی میں میرے لئے نجات تھی۔

بہر حال، گزشتہ چند ماہ سے میں بڑھتی ہوئی تشویش کے ساتھ اخبارات میں ایک خاص موضوع پر رپورٹیں پڑھتا آ رہا ہوں۔ یہ رپورٹیں ایک شخص کی کارکردگی اور کامیابیوں کے بارے میں ہیں۔ دانشمن پوسٹ کے انداز سے کے مطابق یہ شخص مہارت کا امپوار ہو گا اور ڈیموکریٹک امیدوار کا مقابلہ کرے گا۔ ایکشن کا سال شروع ہو چکا ہے اور آج ہی میں نے دانشمن پوسٹ میں سرورے کرنے والے ایک ادارے کی رپورٹ دیکھی ہے جس کے مطابق اس شخص کو اپنے ممکنہ حریف کے مقابلے میں متبادلت کے اعتبار سے آٹھ نمبر زیادہ دے گئے ہیں۔

وہ شخص ایریزونا کے علاقے کاینسٹر امپوز بریڈلے ہے۔ میں ذکر کر چکا ہوں کہ میرے دوست ایکس نے وہاں ہاؤس میں گفتگو کے دوران بتایا تھا کہ میٹرکس کے پس پردہ جو بھی قوت کار فرما ہے وہ اقتدار پر قبضے کے لئے اپنا امپوار سامنے لے آئی ہے جو مرحلہ وار وہاں ہاؤس کی طرف اپنا سفر طے کر رہا ہے۔ ایکس نے اس

مروہیہ

کمرے کی خیمائی میں ایک گم سم بیٹھ ہوئے نوجوان سے اس کی کرل فریٹ سے اسکرپچا "اکر قسمیں اچانک مدبہ مل جائے تو تم کیا کرو گے؟" نوجوان چونک کر بولا "میں دنیا کی سیر کو لکھ جاؤں گا۔"

لڑکی سنے اس کا ہاتھ تھاما اور پھر وہاں سے باہر چلی گئی۔ نوجوان نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو اس میں ایک مروہیہ دیا ہوا تھا۔

شخص کا نام بھی بتایا تھا اور وہ نام امپوز بریڈلے ہی تھا۔ ۳۵ عین وہاں ہاؤس میں ٹیپ ہونے والی ہماری گفتگو میں یہ نام موجود ہے۔ میری طرح یقیناً تمہارے لئے بھی یہ امر دل تکلیف کا باعث ہی ہو گا کہ ہم دونوں زمانہ طالب علمی سے امپوز بریڈلے کو اپنا دوست شمار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ میٹرکس کے بانیوں میں شامل تھا۔ میں نے واضح کرنا چاہا کہ میرے دل میں بریڈلے کے لئے عیش بڑا احترام رہا ہے۔ میں اس کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا معترف رہا ہوں۔ مجھے اب بھی اس بات پر یقین کرتا ہوں کہ مشکل محسوس ہو رہا ہے کہ اس شخص کے عزائم مذموم، منفی یا مجرمانہ بھی ہو سکتے ہیں۔

جو باتیں مجھے بتائی گئی ہیں، اگر بریڈلے دانستہ طور پر ان میں ملوث ہے تو پھر وہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں۔ اسے معاف نہیں کیا جاسکتا۔ اسے صدارتی انتخاب کے مرحلے تک پہنچنے سے باز رکھا جانا چاہئے یا پھر اسے تباہ کر دینا چاہئے۔ دونوں میں سے جو صورت بھی ضروری اور مناسب ہو وہ اختیار کی جانی چاہئے لیکن اگر وہ بھی میری طرح نادانگہ نہیں ہے تو اسے اپنے آپ کو اس دلدل سے نکالنے کا استعمال ہو رہا ہے تو اسے اپنے آپ کو اس دلدل سے نکالنے کا ایک موقع ملنا چاہئے۔ میں اپنے بارے میں خدا کو گواہ بنا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں حقیقت سے لاعلم تھا۔ یہ محض اتفاق ہی تھا کہ اس خواب غفلت سے میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے اس خط کے آغاز میں لکھا تھا کہ یہ ایک پیئذوریاکس ہے۔ اگر تم ان معاملات میں ملوث ہونا پسند نہ کرتے تو ابتدائی چند سطرس پڑھ کر ہی اس خط کو پھاڑ سکتے تھے لیکن اگر تم نے یہاں تک پڑھ لیا ہے تو اب تمہارے لئے واپسی کا راستہ نہیں رہا۔ تم ان معاملات میں ملوث ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ تم میرے عزیز ترین دوست ہو۔ میری موت کے ساتھ ہی کچھ ایسے واقعات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا جسے کوئی بھی نہیں روک سکے گا اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنے آپ کو ان واقعات اور حالات سے لا تعلق نہیں رکھ سکو گے۔ میں اس کی وضاحت کی کوشش کرتا ہوں۔

میرے تحقیق کنندہ دوست ایکس نے اپنی موت سے پہلے مجھ سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا تھا کہ اس ٹیپ کو کسی محفوظ مقام پر رکھ دیا جائے چنانچہ اس نے اسے ریاست جارجیا کے شہر اٹلانٹا میں

مناسب ہوگا کہ سیف ڈیپازٹ باکس کے بارے میں کسی کو علم نہیں۔ انجمنیائیں ایکس جو اپنی چھان بین کے دوران میٹرکس کی تقریباً ہر تک پہنچ گیا تھا، اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ وہ نادیہ لوگوں کی نظر میں آچکا تھا۔ اس کی عمرانی کی جاری تھی۔

کوئی بعید نہیں ہے کہ اثلاٹا کے سفر میں اس کا تعاقب کیا گیا ہو اور آج دو سال بعد بھی کچھ آنکھیں اس مقام کی عمرانی کر رہی ہوں جہاں وہ سیف ڈیپازٹ باکس موجود ہے عین ممکن ہے کہ کوئین فیبر کا وہاں جانا کسی پہلے، کسی فوری ایکشن کا باعث بنے۔ میرا یہ لکھنا شاید زمانی سی بات محسوس ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا واسطہ بہت ہی اونچی سطح کے منظم ترین لوگوں سے ہے۔ انہیں کسی معاملے میں غافل یا کمتر سمجھنے کی غلطی نہ کرنا۔

میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہوں کہ انجمنیائیں ایکس کی بیوہ کو ان چکروں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہے وہ ایک سبھی ہوئی خاندانی عورت ہے۔ اس نے حال ہی میں مجھے مطلع کیا ہے کہ اس کے شوہر کے انتقال کے بعد سے اب تک نیویارک میں واقع اس کے مکان پر تین مرتبہ سی آئی اے والے آچکے ہیں۔ ان کے پاس سی آئی اے کے بالکل درست اور اصلی شناختی کاغذات موجود تھے۔ وہ باضابطہ اجازت نامہ لے کر آئے تھے کہ اس کے انجمنیائی شوہر کے تمام کاغذات اور فائلیں وغیرہ اپنے ساتھ لے جائیں۔ گارنفلڈ ذرا تصور کرو۔ تین مرتبہ تمام تر مکمل کاغذات کے ساتھ سی آئی اے والوں کا اس شخص کے گھر جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میرا سمسٹر کے بعد سے میٹرکس سے کوئی عملی تعلق نہیں رہا۔ میرے لئے بھی یہ حیرت کی بات ہے کہ وہ اصلی سی آئی اے والوں کی خدمات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ میٹرکس کے پس پردہ جو قوت یا شخصیت چھپی ہوئی ہے، میرے خیال میں وہی ایکس کی موت کی ذمہ دار ہے۔ اس تک یقیناً یہ اطلاعات پہنچ چکی ہوں گی کہ ایکس ان کے بارے میں چھان بین اور پوچھ گچھ کرتا بھر رہا ہے۔ انہیں یقین ہوگا کہ ایکس نے کچھ دستاویزی ثبوت تیار کر لئے ہیں اور وہ فرض کر سکتے ہیں کہ یہ دستاویزی ثبوت اثلاٹا والے سیف ڈیپازٹ باکس میں ہوں گے۔

گارنفلڈ! میں بہت سے معاملات میں گناہ گار اور تصور وار ہوں۔ مجھے یہ سوچ کر اپنے آپ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ بہت سے ایسے مواقع پر میں نے بڑی کا مظاہرہ کیا جہاں مکمل اخلاقی جرات کی ضرورت تھی اور اس جرات کے استعمال سے کوئی مسئلہ حل ہو سکتا تھا لیکن میں یہ ذمہ داری پوری نہیں کر سکا۔ میں یہ ذمہ داری تمہارے کندھوں پر منتقل کر رہا ہوں۔

اگر اس بات کا خفیف سا بھی امکان پایا جاتا ہے کہ بریڈلے ایک کھپتلی ہے، اس کی ذمہ داری ہلانے والا کوئی اور ہے، کوئی اسے استعمال کر رہا ہے..... تو تمہیں اس شخص کو ہاٹ ہاؤس تک پہنچنے

کا نڈر میکینری اینڈ ٹرسٹ کہنی کے ایک سیف ڈیپازٹ باکس میں رکھ دیا تھا۔ اس شہر کا انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ اس سے ایکس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس شہر سے کبھی اس کی کوئی ذاتی خاندانی یا پیشہ ورانہ وابستگی نہیں رہی تھی۔

اس سیف ڈیپازٹ باکس کی چابی اور رجسٹرڈ پاس کارڈ میں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ ظاہر ہے یہ باکس ایک فرضی نام سے لیا گیا تھا لیکن ایکس نے ہر حال اس فرضی شخصیت کے لئے بھی شناختی کاغذات وغیرہ تیار کر لئے تھے۔ ان کاغذات اور پاس کارڈ وغیرہ کے ذریعے اس سیف ڈیپازٹ باکس میں رکھی ہوئی امانت نکلائی جاسکتی تھی۔

میں نے اپنے وکلاء کو پاس کچھ خطوط محفوظ کر دئے تھے اور انہیں ہدایت کر دی تھی کہ میری موت کے فوراً بعد انہیں ان افراد کو پہنچایا جائے جن کے نام وپتے لغافوں پر درج ہیں، انہیں یہ خط بھی شامل ہے جو تم اس وقت پڑھ رہے ہو۔ اس کے علاوہ ایک خط کوئین فیبر نامی ایک شخص کو بھی دستی پہنچایا جا چکا ہوگا۔

کوئین فیبر ایک سابق سی آئی اے ایجنٹ ہے۔ وہ نوکری کے دوران میرے تحقیق کنندہ دوست ایکس کا سینئر اسسٹنٹ بھی تھا اور اس کا خاندانی دوست بھی۔ ایکس کو اس کے خلوص اور وفاداری پر بہت بھروسہ تھا۔ اس کے نام جو خط روانہ کیا گیا ہے اس کے ساتھ چابی اور متعلقہ کاغذات بھی ارسال کئے گئے ہیں اور اس سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ فوراً اثلاٹا روانہ ہو جائے اور سیف ڈیپازٹ باکس میں رکھا ہوا بریف کیس نکال لے۔ مذکورہ ٹیپ اس بریف کیس میں موجود ہے۔

اسے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس بریف کیس کو لے کر نہایت احتیاط اور رازداری سے واشنگٹن پہنچ جائے جہاں میری موت کے دوسرے دن ٹھیک سوا آٹھ بجے اسے ایڈیٹر ہوٹل کے ایک کمرے میں ہونا چاہئے۔ وہ کمرہ اس کے لئے پہلے ہی سے ریزرو کر لیا جا چکا ہوگا۔ یہ کام ظاہر ہے تم کرو گے۔ کمرہ نمبر ۴۴۱ ہونا چاہئے۔ میرے خط میں کوئین فیبر کو بتایا گیا ہے کہ اس کمرے کو کسی بھی قسم کی دخل اندازی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہر طرح کے انتظامات کئے جائیں گے۔ ان احتیاطی اقدامات کی فہرست میں تمہیں اس خط کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں۔

اسی کمرے میں ٹھیک آٹھ بج کر بیس منٹ پر کوئین فیبر سے بریف کیس لے لیا جائے گا۔ جس سیف ڈیپازٹ باکس میں فیبر کو یہ بریف کیس ملے گا 'اسی میں اسے ایک پرس بھی ملے گا جس میں بیس ہزار ڈالر موجود ہوں گے۔ یہ رقم احتیاطاً بریف کیس کے ساتھ ہی وہاں رکھ دی گئی تھی تاکہ جو کوئی بھی بریف کیس وہاں سے نکالے اسے اس کا ہچاک ڈنٹے داری اور سڑکے اخراجات وغیرہ کے سلسلے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

میں تمہیں خبردار کرتا چلوں کہ کوئین فیبر کی سلامتی و تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی اس خوش فہمی میں مبتلا رہنا

جیسے کا سر تھپتھپایا اور اس کے لئے دروازہ کھول دیا۔ گتے کے پیچھے وہ خود بھی باہر آ گیا۔

باہر بلیک بری باری ہو رہی تھی۔ برف پاؤڈر کی سی صورت میں برس رہی تھی۔ بانٹھے میں پودوں اور گھاس پر اس کی جی جی ہوئی تھی۔ برف برف میں لوٹ لگنے لگا اور اس میں گھڑ گھڑا۔ دوبارہ کھڑے ہو کر اس نے جب جسم کو جھکا تو چاروں طرف برف کے سفوف کی پوچھاڑی ہو گئی۔

گار فیلڈ کی نظرس اپنے لان اور ڈرائیو کے خوب صورت منظر پر تھیں لیکن اس کا ذہن خط میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ اپنی پیشہ ورانہ تربیت کے مطابق اسے تنگ کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جان روپرے اس کی دوستی کا رشتہ اعتبار پر استوار ہوا تھا۔ اپنے اس ہم عمر دوست کی موت کی خبر نے اس کے اندر جو بے یقینی پھیلائی تھی، اس خط نے گویا اسے دھندلا کر دیا تھا۔

وہ امروز بریلے کو بھی جانتا تھا۔ وہ محض کاٹھ کا سیاسی اُلُو نہیں تھا جو پارٹیوں کے تذکرے کے ساتھ اوپر آ جاتے ہیں۔ وہ اس وقت سیل (YALE) یونیورسٹی میں داخل ہوا تھا۔ جب گار فیلڈ اور جان روپرے گریجویٹ کر کے نکل رہے تھے۔ بہت اچھی ٹیلی سے اس کا تعلق تھا۔ تیز اور شارظہن کا مالک تھا۔ اس نے قانون کی تعلیم حاصل کی تھی۔ مختلف عدالتوں میں جج رہا تھا۔ اگر وہ سیاست میں نہ آ جاتا تو یقیناً سپریم کورٹ تک پہنچ جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وقت اس کے فیصلے کو ممتاز ثابت کر رہا تھا۔ ایک سال قبل اس کے آبائی علاقے ریاست امریکہ کے مقامی اخبارات اور ٹی وی اسٹیشنوں نے دھندلا کر پیشا شروع کیا تھا کہ وہ ایک موزوں صدارتی امیدوار تھا۔ ابتدا میں کسی نے زیادہ توجہ نہیں دی لیکن رفتہ رفتہ یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھنے لگی تھی۔

امریکیوں کے ذہن میں صدر کی شخصیت کا جو تصور تھا، بریلے اس پر پورا اترتا تھا اور اس نے نہایت عمدگی سے یہ تاثر برقرار رکھا تھا۔ وہ نہ تو باضابطہ صدارتی امیدوار تھا اور نہ ہی اس نے ابھی کوئی ایسا اثر کیا تھا کہ وہ بغیر اعلان کئے صدر کے عہدے کے لئے اپنی انتخابی مہم شروع کر چکا تھا لیکن گزشتہ چھ ماہ کے دوران اس نے ملک بھر میں تین سو ایسے مقامات پر تقریریں کی تھیں جو انتخابی نکتہ نظر سے بہت اہم سمجھے جاتے تھے۔

ایسے تمام مقامات پر جلتے منعقد کرنے کے لئے وہ خود نہیں گیا تھا۔ ہر جگہ اسے مدعو کیا گیا تھا۔ مدعو کرنے والے مختلف علاقوں کے گورنرز اس کے ساتھ سینئر ڈپارٹی کے عہدیدار اور بعض اوقات عام لوگ بھی ہوتے تھے۔ اس کی تقریروں سے یہ تاثر ملتا تھا کہ وہ خود صدارتی امیدوار کے طور پر سامنے آنے کا کچھ زیادہ خواہش مند نہیں تھا لیکن قوم کو بڑی بے چینی اور اضطراب کے ساتھ ایک ایسے امیدوار کی تلاش تھی جو زبردست قوت فیصلہ رکھتا ہو اور جس کی پارٹی لائن بالکل واضح ہو۔ اس کے خیال میں

سے روکتا ہو گا۔ ایک کھٹکی کا وائٹ ہاؤس میں پہنچ جانا کتنا بڑا قوی البیہ ہو گا اس کا اندازہ تم بھی اچھی طرح کر سکتے ہو۔ لیکن یہ البیہ ملک کو کہاں لے جائے گا، یہ اندازہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

تھیں بریلے کی ڈوریاں ہلانے والے کو بھی تلاش کرنا ہو گا۔ یہ کام تم کس طرح کرو گے، یہ سوچنا تمہاری ذمہ داری ہے لیکن یہ کام ہونا بہر حال اشد ضروری ہے، ناگزیر ہے۔ جس ٹیپ کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ اس سلسلے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے لیکن میری خدا سے دعا ہے کہ اس ٹیپ کو عوام کے سامنے لانا تمہاری مجبوری نہ بن جائے۔ یہ دعا میں اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ مجھے اپنی عزت، نیک نامی اور ساکھ کی فکر ہے۔ یہ دعا میں اس لئے کر رہا ہوں کہ اس ٹیپ کا منظر عام پر آنا اس قوم کے سر پر ہار ٹوٹ پڑنے کے مترادف ہو گا۔ ایک بار یہ سلسلہ شروع ہو گیا تو اس کی سڈو کا ایک ایسا طوفان اٹھے گا جسے روکتا کسی کے بس میں نہ ہو گا۔ امریکی معاشرے کا لبادہ تاریا ہو جائے گا۔ لوگوں کا اپنے رہنماؤں پر سے 'اداروں پر سے' بڑی بڑی شخصیتوں پر سے اعتماد ختم ہو جائے گا۔

میں اب اپنی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو شکر کرتا ہوں کہ میری بیوی بیلن مجھ سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ وہ بھی ان معاملات میں شریک بننا پسند نہیں کرتی۔ وہ مجھے ہر چیز منظر عام پر لانے پر مجبور کرتی، خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو تا۔ وہ قومی معاملات میں کوئی راز رکھنے کی قائل نہیں تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ جلد ہی ہم دونوں خدا کے حضور سیکھا ہوں گے۔

میں اب کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ میں بہت کمزور لاچار اور بے بس ہو گیا ہوں۔ تم نے بیٹیاں سال امریکا کی خدمت کی ہے۔ قوم کے نہ جانے کتنے راز تمہارے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ میں بھی اپنی عزت، نیک نامی اور خاندانی وقار تمہارے ہاتھوں میں سونپ رہا ہوں۔ تم جو بھی مناسب سمجھو کرو لیکن وہ سب کو ایک بات کا خیال رکھنا۔ کوشش کرنا کہ باپ کی غلطیوں کی سزا بیٹے کو نہ پہنچتی پڑے۔ تمہیں معلوم ہی ہے میرا بیٹا ہنری روپرے روم میں سفارتی خدمات انجام دے رہا ہے۔ وہ بالکل معصوم اور ان تمام معاملات سے قطعی بے خبر ہے۔ اس کے بارے میں میرا اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے۔ بس انہی الفاظ کے ساتھ میں یہ خط ختم کرتا ہوں۔ تمہارا حقیقی دوست:

جان روپرے

لوکس گار فیلڈ نے خط نہ کر کے اپنے حرمی گاؤڈن کوٹ کی اندر کی جیب میں رکھ لیا۔ اس کا سرے ہاتھوں والا خوب صورت پالتو کتا اپنی تھوخی اور بچوں کی مدد سے لا بیرری کا دروازہ کھول کر باہر جانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ گار فیلڈ ایک گرمی سانس لے کر آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے

’کھانڈیسیکھوئی اینڈ ٹرسٹ کمپنی‘ کے ایک سیف ڈیپازٹ باکس میں رکھوا دیا تھا۔ اس شر کا انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ اس سے ایکس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس شر سے کبھی اس کی کوئی ذاتی، خاندانی یا پیشہ ورانہ وابستگی نہیں رہی تھی۔

اس سیف ڈیپازٹ باکس کی چابی اور رجسٹرڈ پاس کارڈ میں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ ظاہر ہے یہ باکس ایک فرضی نام سے لیا گیا تھا لیکن ایکس نے بہر حال اس فرضی شخصیت کے لئے بھی شناختی کاغذات وغیرہ تیار کر لئے تھے۔ ان کاغذات اور پاس کارڈ وغیرہ کے ذریعے اس سیف ڈیپازٹ باکس میں رکھی ہوئی امانت نکلوانی جا سکتی تھی۔

میں نے اپنے دکلا کے پاس کچھ خطوط محفوظ کر لئے تھے اور انہیں ہدایت کردی تھی کہ میری موت کے فوراً بعد انہیں ان افراد کو پہنچا دیا جائے جن کے نام دیے گئے تھے۔ انہیں میں یہ خط بھی شامل ہے جو تم اس وقت چھ رہے ہو۔ اس کے علاوہ ایک خط کو ’نہین فیبر‘ نامی ایک شخص کو بھی دستی بھجوا دیا جا چکا ہوگا۔

کو ’نہین فیبر‘ ایک سابق سی آئی اے ایجنٹ ہے۔ وہ نوکری کے دوران میرے تحقیق کنندہ دوست ایکس کا سینئر اسسٹنٹ بھی تھا اور اس کا خاندانی دوست بھی۔ ایکس کو اس کے غلوں اور وفاداری پر بہت بھروسہ تھا۔ اس کے نام جو خط روانہ کیا گیا ہے اس کے ساتھ چابی اور متعلقہ کاغذات بھی ارسال کئے گئے ہیں اور اس سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ فوراً اٹلانٹا روانہ ہو جائے اور سیف ڈیپازٹ باکس میں رکھا ہوا بریف کیس نکال لے۔ مذکورہ ٹیپ اس بریف کیس میں موجود ہے۔

اسے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس بریف کیس کو لے کر نہایت احتیاط اور رازداری سے واشنگٹن پہنچ جائے جہاں میری موت کے دوسرے دن ٹھیک سوا آٹھ بجے اسے اسٹیشنر ہوسٹل کے ایک کمرے میں ہونا چاہئے۔ وہ کمرہ اس کے لئے پہلے ہی سے ریزرو کرایا جا چکا ہوگا۔ یہ کام ظاہر ہے تم کرو گے۔ کمرہ نمبر ۴۴۴ ہونا چاہئے۔ میرے خط میں کو ’نہین فیبر‘ کو بتایا گیا ہے کہ اس کمرے کو کسی بھی قسم کی دخل اندازی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہر طرح کے انتظامات کئے جائیں ہوں گے۔ ان احتیاطی اقدامات کی فہرست میں تمہیں اس خط کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں۔

اسی کمرے میں ٹھیک آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر کو ’نہین فیبر‘ سے بریف کیس لے لیا جائے گا۔ جس سیف ڈیپازٹ باکس میں فیبر کو یہ بریف کیس ملے گا، اسی میں اسے ایک پرس بھی ملے گا جس میں بیس ہزار ڈالر موجود ہوں گے۔ یہ رقم احتیاطاً بریف کیس کے ساتھ ہی وہاں رکھ دی گئی تھی تاکہ جو کوئی بھی بریف کیس وہاں سے نکالے آئے اسے اس اچانک زتے داری اور سفر کے اخراجات وغیرہ کے سلسلے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ کو ’نہین فیبر‘ کی سلامتی و تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی اس خوش فہمی میں مبتلا رہنا

مناسب ہوگا کہ سیف ڈیپازٹ باکس کے بارے میں کسی کو علم نہیں۔ آنجہانی ایکس جو اپنی چھان بین کے دوران میٹرکس کی تقریباً جڑ تک پہنچ گیا تھا، اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ وہ یادیدہ لوگوں کی نظر میں آچکا تھا۔ اس کی غمراہی کی جاری تھی۔

کوئی بید نہیں ہے کہ اٹلانٹا کے سفر میں اس کا تعاقب کیا گیا ہو اور آج دو سال بعد بھی کچھ آنکھیں اس مقام کی غمراہی کر رہی ہوں جہاں وہ سیف ڈیپازٹ باکس موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ کو ’نہین فیبر‘ کا وہاں جانا کسی بلچل، کسی فوری ایکشن کا باعث بنے۔ میرا یہ لکھنا شاید ڈرامائی سی بات محسوس ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا واسطہ بت ہی اونچی سطح کے منظم ترین لوگوں سے ہے۔ انہیں کسی معاملے میں غافل یا کتر سمجھنے کی غلطی نہ کرنا۔

میں تمہیں یہ بھی بتاتا ہوں کہ آنجہانی ایکس کی بیوہ کو ان چکروں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ وہ ایک سلجھی ہوئی خاندانی عورت ہے۔ اس نے حال ہی میں مجھے مطلع کیا ہے کہ اس کے شوہر کے انتقال کے بعد سے اب تک نیوا راک میں واقع اس کے مکان پر تین مرتبہ سی آئی اے والے آچکے ہیں۔ ان کے پاس سی آئی اے کے بالکل درست اور اصلی شناختی کاغذات موجود تھے۔ وہ باضابطہ اجازت نامہ لے کر آئے تھے کہ اس کے آنجہانی شوہر کے تمام کاغذات اور فائلیں وغیرہ اپنے ساتھ لے جائیں۔

گار فیڈلڈ! ذرا تصور کرو۔ تین مرتبہ تمام تر مکمل کاغذات کے ساتھ سی آئی اے والوں کا اس شخص کے گھر جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ میرا ۳۳ء کے بعد سے میٹرکس سے کوئی عملی تعلق نہیں رہا۔ میرے لئے بھی یہ حیرت کی بات ہے کہ وہ اصلی سی آئی اے والوں کی خدمات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ میٹرکس کے پس پردہ جو قوت یا شخصیت چھپی ہوئی ہے، میرے خیال میں وہی ایکس کی موت کی زتے دار ہے۔ اس تک یقیناً یہ اطلاعات پہنچ گئی ہوں گی کہ ایکس ان کے بارے میں چھان بین اور پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے۔ انہیں یقین ہوگا کہ ایکس نے کچھ دستاویزی ثبوت تیار کر لئے ہیں اور وہ فرض کر سکتے ہیں کہ یہ دستاویزی ثبوت اٹلانٹا والے سیف ڈیپازٹ باکس میں ہوں گے۔

گار فیڈلڈ! میں بہت سے معاملات میں گناہ گار اور قصور وار ہوں۔ مجھے یہ سوچ کر اپنے آپ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ بہت سے ایسے مواقع پر میں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا جہاں محض اخلاقی جرات کی ضرورت تھی اور اس جرات نے استعمال سے کوئی مسئلہ حل ہو سکتا تھا لیکن میں یہ زتے داری پوری نہیں کر سکا۔ میں یہ زتے داری تمہارے کندھوں پر منتقل کر رہا ہوں۔

اگر اس بات کا خفیہ سامع بھی امکان پایا جاتا ہے کہ بریڈلے ایک کٹھن پلے ہے، اس کی ڈوریاں ہلانے والا کوئی اور ہے، کوئی اسے استعمال کر رہا ہے..... تو تمہیں اس شخص کو دہائٹ ہاؤس تک پہنچنے

گئے اس سرچشمت کیا اور اس کے لئے دروازہ کھول دیا۔ گئے کے پیچھے وہ خود بھی باہر آ گیا۔

باہر پہلی برفباری ہو رہی تھی۔ برف پاؤڈر کی سی صورت میں برس رہی تھی۔ باغیچے میں پودوں اور گھاس پر اس کی یہ جی ہوئی تھی کہ برف میں لوٹ لگانے لگا اور اس میں لٹھڑ گیا۔ دوبارہ کھڑے ہو کر اس نے جب جسم کو جھکا تو چاروں طرف برف کے سفوف کی بو چھڑی ہو گئی۔

گار فیلڈ کی نظرس اپنے لان اور ڈرائیو کے خوب صورت منظر پر تھیں لیکن اس کا ذہن خط میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ اپنی پیشہ ورانہ تربیت کے مطابق اسے شک کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جان روپر سے اس کی دوستی کا شریعت اعتبار پر استوار رہا تھا۔ اپنے اس ہم عمر دوست کی موت کی خبر نے اس کے اندر جو بے بسی پھیلائی تھی، اس خط نے گویا اسے دوپٹہ کر دیا تھا۔

وہ امبروز بریڈلے کو بھی جانتا تھا۔ وہ محض کاٹھ کا سیاسی اُلُو نہیں تھا جو پانچویں کے مذکور کے ساتھ اوپر آ جاتے ہیں۔ وہ اس وقت میل (YALE) یونیورسٹی میں داخل ہوا تھا جب گار فیلڈ اور جان روپر رجبویشن کر کے نکل رہے تھے۔ بہت اچھی فیملی سے اس کا تعلق تھا۔ تیز اور شاطر ذہن کا مالک تھا۔ اس نے قانون کی تعلیم حاصل کی تھی۔ مختلف عدالتوں میں جج رہا تھا۔ اگر وہ سیاست میں نہ آ جاتا تو یقیناً سپریم کورٹ تک پہنچ جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وقت اس کے فیصلے کو بہتر ثابت کر رہا تھا۔ ایک سال قبل اس کے آبائی علاقے ریاست ایریزونا کے مقامی اخبارات اور ٹی وی اسٹیشنوں نے ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا تھا کہ وہ ایک موزوں صدارتی امیدوار تھا۔ ابتدا میں کسی نے زیادہ توجہ نہیں دی لیکن رفتہ رفتہ یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھنے لگی تھی۔

امریکیوں کے ذہن میں صدر کی شخصیت کا جو تصور تھا، بریڈلے اس پر پورا اترتا تھا اور اس نے نہایت عمدگی سے یہ تاثر برقرار رکھا تھا۔ وہ نہ تو باضابطہ صدارتی امیدوار تھا اور نہ ہی اس نے ابھی کوئی ایسا تاثر دیا تھا کہ وہ بغیر اعلان کے صدر کے عہدے کے لئے اپنی انتخابی مہم شروع کر چکا تھا لیکن گزشتہ چھ ماہ کے دوران اس نے ملک بھر میں تین سو ایسے مقامات پر تقریریں کی تھیں جو انتخابی نقطہ نظر سے بہت اہم سمجھے جاتے تھے۔

ایسے تمام مقامات پر جلے منعقد کرنے کے لئے وہ خود نہیں گیا تھا۔ ہر جگہ اسے مدعو کیا گیا تھا۔ مدعو کرنے والے مختلف علاقوں کے گورنر، اس کے ساتھی سینیٹرز، پارٹی کے عہدیدار اور بعض اوقات عام لوگ بھی ہوتے تھے۔ اس کی تقریروں سے یہ تاثر ملتا تھا کہ وہ خود صدارتی امیدوار کے طور پر سامنے آنے کا کچھ زیادہ خواہش مند نہیں تھا لیکن قوم کو بڑی بے چینی اور اضطراب کے ساتھ ایک ایسے امیدوار کی تلاش تھی جو زبردست قوت فیصلہ رکھتا ہو اور جس کی پارٹی لائن بالکل واضح ہو۔ اس کے خیال میں

سے روکنا ہوگا۔ ایک کٹھ پتلی کا وہاٹس ہاؤس میں بیچ جانا کتنا بڑا قوی البیہ ہوگا، اس کا اندازہ تم بھی اچھی طرح کر سکتے ہو۔ لیکن یہ البیہ ملک کو کہاں لے جائے گا، یہ اندازہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

تمہیں بریڈلے کی ڈوریاں ہلانے والے کو بھی تلاش کرنا ہوگا۔ یہ کام تم کس طرح کر گئے، سوچنا تمہاری ذمہ داری ہے لیکن یہ کام ہوتا بہر حال اشد ضروری ہے، ناگزیر ہے۔ جس ٹیپ کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ اس سلسلے میں معادن ثابت ہو سکتی ہے لیکن میری خدا سے دعا ہے کہ اس ٹیپ کو عوام کے سامنے لانا تمہاری مجبوری نہ بن جائے۔ یہ دعا میں اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ مجھے اپنی عزت، نیک نامی اور ساکھ کی فکر ہے۔ یہ دعا میں اس لئے کر رہا ہوں کہ اس ٹیپ کا منظر عام پر آنا اس قوم کے سر پر ہاتھ لڑنے کے مترادف ہوگا۔ ایک بار یہ سلسلہ شروع ہو گیا تو اسکیٹرز کا ایک ایسا طوفان اٹھے گا جسے روکنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ امریکی معاشرے کا لبادہ تار تار ہو جائے گا۔ لوگوں کا اپنے رہنماؤں پر سے، اداروں پر سے، بڑی بڑی شخصیتوں پر سے اعتماد ختم ہو جائے گا۔

میں اب اپنی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو شکر کرتا ہوں کہ میری بیوی بیلن مجھ سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ وہ کبھی ان معاملات میں شریک بنتا پسند نہیں کرتی۔ وہ مجھے ہر چیز منظر عام پر لانے پر مجبور کرتی خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہوتا۔ وہ قومی معاملات میں کوئی راز رکھنے کی قائل نہیں تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ جلد ہی ہم دونوں خدا کے حضور یکجا ہوں گے۔

میں اب کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ میں بہت کمزور لاچار اور بے بس ہو گیا ہوں۔ تم نے چینیائیس سال امریکا کی خدمت کی ہے۔ قوم کے نہ جانے کتنے راز تمہارے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ میں بھی اپنی عزت، نیک نامی اور خاندانی وقار تمہارے ہاتھوں میں سونپ رہا ہوں۔ تم جو بھی مناسب سمجھو وہ کرو لیکن ہو سکے تو ایک بات کا خیال رکھنا۔ کوشش کرنا کہ باپ کی غلطیوں کی سزا بیٹے کو نہ پہنچتی پڑے۔ تمہیں معلوم ہی ہے میرا بیٹا ہماری روپر دم میں سفارتی خدمات انجام دے رہا ہے۔ وہ بالکل معصوم اور ان تمام معاملات سے قطعی بے خبر ہے۔ اس کے بارے میں پورا اتنا کہ دینا ہی کافی ہے۔ بس انہی الفاظ کے ساتھ میں یہ خط ختم کرتا ہوں۔ تمہارا حقیقی دوست:

جان روپر

لوکس گار فیلڈ نے خط نہ کر کے اپنے صرستی گارڈن کوٹ کی اندر کی جیب میں رکھ لیا۔ اس کا سرسے بالوں والا خوب صورت پالتو کتا اپنی تھوکتی اور بچوں کی مدد سے لائبریری کا دروازہ کھول کر باہر جانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ گار فیلڈ ایک گہری سانس لے کر آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے

امریکی معاشرے کو ایک نئی زندگی دینے کے لئے اس کی تطہیر بہت ضروری ہو گئی تھی۔ اس کے منہ سے یہ باتیں بہت بھلی لگتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ مختلف مسائل میں گزرتا منتشر الخیال لوگوں کو ایک ایسی دنیا میں واپس لے جائے گا جہاں انصاف ہوگا، اچھائی ہوگی، سچائی ہوگی، باکدرا انسانوں کی عزت ہوگی، مظلوموں کی داد رسی ہوگی، کوئی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکے گا۔ غرضیکہ وہ ایک آئیڈل معاشرہ ہوگا جہاں سب کے دلوں میں طمانیت ہوگی۔

غیر ارادی طور پر گارفیلڈ کے ہونٹوں پر خفیف، مگر زہریلی مسکراہٹ آگئی۔ اسے ایمرن کا ایک ہمل یاد آگیا تھا۔ ایمرن نے کہا تھا خرافت میں وہ جتنی زیادہ ایمان داری کی باتیں کرتا گیا، اتنی ہی تیزی سے ہم نے چمچے گئے شروع کر دیے۔ اندیشہ تھا کہ آدھے چمچے اس نے جیوں میں نہ ڈال لئے ہوں۔

کتا چھڑی منہ میں دبا کر لے آیا تھا۔ گارفیلڈ نے چھڑی اس کے منہ سے نکال کر دو بار بہت دور پھینک دی۔ کتا ایک بار پھر اس کے تعاقب میں دوڑ پڑا۔ گارفیلڈ بھی کوٹ کی جیوں میں ہاتھ ڈال کر شٹل ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔

”دی میٹرکس“ بیسی تنظیم کا دنیا میں موجود ہونا اس کے خیال میں کوئی ایسی حقیقت نہیں تھی کہ جس کے انکشاف سے کڑا روض پر زلزلہ آجائے۔ اسے معلوم تھا کہ ہر جمہوری ملک میں کچھ غیثت، کچھ بھیڑیے موجود ہوتے تھے۔ باضی میں بھی وہ اس تنظیم کے بارے میں سن چکا تھا کہ اس وقت وہ اس کے نام سے واقف نہیں ہوا تھا۔ وہ اسے ایک خاص ڈھب کی، دوسری چند رائج العقیدہ تنظیموں سے ملتی جلتی چیز سمجھتا تھا۔

ایسی کئی تنظیموں کے بارے میں فائلیں اس کے ہاتھوں سے گزری تھیں۔ مثلاً ایک ’کونسل آف فارن ریلیشنز‘ تھی جو اپنا مخفف نام ”سی ایف آر“ استعمال کرتی تھی۔ اس کا ہیڈ کوارٹر نیویارک میں پارک ایونیو کے علاقے میں ایک چار منزلہ حویلی نمبر لڑ پریٹ ہاؤس میں قائم تھا۔ اس کے ممبروں کی تعداد ایک ہزار چھ سو پچاس تھی۔ ہر وہ ’جنگ، دیکن، پروفیسر، جنرل، صحافی اور بیوروکریٹ اس سے کسی نہ کسی حد تک ضرور وابستہ رہا تھا جس کا صدر روز ویلٹ کے زمانے سے لے کر اب تک خارجہ پالیسی سے کوئی نہ کوئی تعلق رہا تھا اس کی پالیسی ترقی پسند نہ تھی۔ اس میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شامل تھے۔

اقتدار کے حصول میں یہ لوگ بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ جب جان کینیڈی وہاں ہاؤس میں اپنے لئے اسٹاف بھرتی کرنے لگے تو انہیں سیاسی ایسے افراد کی فرست تیار کر کے دی گئی جنہیں اسٹاف میں شامل کیا جاسکتا تھا۔ ان میں سے تریٹھ ”سی ایف آر“ کے ممبر تھے۔ موجودہ صدر کی تازہ ترین خارجہ پالیسی کے زیادہ تر مشیر ”سی ایف آر“ کے آدمی تھے۔

اس کا مطلب تھا کہ ریڈلے اقتدار کے متوالوں ہی کی ناک

موجودہ صدر قوت فیصلہ کھو چکا تھا اور اسے خود نہیں معلوم تھا کہ اس کی منزل کیا تھی۔ صدارتی سطح پر سیاست میں ایک غلام پیدا ہو چکا تھا۔ اس غلام کو پڑ کرنے والا کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ قوم مضطرب تھی۔ ان خطوط پر ریڈلے تقریریں کرتا تھا اور اس کے طنزیہ اور استہزائیہ جملے اب اس حد تک مشہور ہوئے تھے کہ اسے قومی سطح پر ہی دی پر خاصی کورج لینے لگی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اپنے زور خطابت سے مجمع کو مسحور کر لینے کا فن اسے آتا تھا اور اس کی مقبولیت کی جڑیں دن بدن گہری ہوئی جاری تھیں لیکن جنوری کے کی دن گزر جانے کے بعد بھی اس نے یہ اعتراف نہیں کیا تھا کہ وہ صدارتی امیدوار ہوگا۔ انتخابی سال شروع ہو چکا تھا۔ بہر حال پارٹی نیچر کو یقین تھا کہ وہ صدارتی امیدوار ہوگا اور نیو ہمشائر میں ہونے والے صدارتی امیدواروں کے غیر رسمی مقابلے میں وہ سب کو پیچھے چھوڑ دے گا۔ یہ مقابلہ گویا اقتدار کی دلالی کرنے والے بڑے بڑے گرجیوں کا میلہ ہوتا تھا۔ پارٹی کے گروگوں کو یقین تھا کہ اس غیر سرکاری اور ابتدائی دوڑ میں کوئی ریڈلے کے مقابل نہیں ٹھہر سکے گا۔

گارفیلڈ نے اپنے تربیت یافتہ گئے کارن بال کو مصروف رکھنے کے لئے اپنی چھڑی لان پر دور پھینک دی اور وہ اسے اٹھانے کے لئے دوڑ پڑا۔ گارفیلڈ ایک بار پھر اپنی ابھی سوچوں کے تانے بانے سلجھانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ جان روپر کے خط میں پناہ کی بھی وارنٹک کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

ریڈلے کی عمر تریٹھ سال تھی۔ اس عمر میں کوئی شخص اچانک صدارتی انتخاب کی دوڑ میں شریک ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ریڈلے کے پیچھے صرف ایک سال کا پس منظر نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ سینئر ضرور تھا لیکن صدارتی انتخاب کی دوڑ میں شریک ہونے کا اس کا پیلے کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کی پشت پناہی کرنے والوں نے یقیناً خود ہی عرصہ پہلے اس گھوڑے کو موزوں ترین سمجھتے ہوئے میدان میں دوڑانے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس کا ابھی تک اپنے باضابطہ امیدوار ہونے کا اعلان نہ کرنا بھی بڑی چالاکی کی دلیل تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کی پشت پناہی کرنے والے بہت گھماکے تھے۔ جن میدانوں میں اقتدار کی جنگیں لڑی جاتی تھیں، وہ ان کے پیچ و خم کو خوب سمجھتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ریڈلے کو آخری مرحلے میں داخل کرنے کے لئے صحیح وقت کا انتخاب بہت اہمیت رکھتا تھا۔ وہ حالات کو کسی ڈرامائی موڑ پر لا کر ریڈلے کو یکدم سامنے کھڑا کرنا چاہتے تھے تاکہ اس کی کامیابی یقینی ہو جائے اور کوئی حریف اسے کسی دوسری اور زیادہ موثر حکمت عملی کے ذریعے شکست نہ دے سکے۔

گزشتہ پورے سال کے دوران ریڈلے نے اپنی تقریروں میں اخلاقیات کے بارے میں بہت لغافی کی تھی۔ اس کے خیال میں

وقت مشینی انداز میں جو چشمہ وہ ناک پر ٹکالتا تھا، وہ بھی اس کے چہرے پر غیر ضروری سا لگتا تھا۔

بہر حال اسے خود اپنی عمر بہت طویل محسوس ہوتی تھی۔ اس کی زندگی نشیب و فراز سے مچ رہی تھی۔ سفارت کاری اس کے خاندان میں بیٹھوں سے چلی آ رہی تھی۔ گارفیلڈ دس برس کا تھا، تب سے ہی اس کے باپ نے اسے سفارت و سیاست کے داؤ بیچ سمجھانے شروع کر دیے تھے۔ فارن سروس کے شعبے میں اس کے باپ کا بہت نمایاں مقام تھا۔ پچیس سال کی عمر میں خود گارفیلڈ عدلیس ایبایا میں فارن سیکریٹری کے طور پر خدمات انجام دے رہا تھا۔ اس نے اسی سینیا پر اطالوی قبضے کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے بعد وہ میلاڈننگھائی، برسلز اور اوسلو میں رہا۔ عجیب اتفاق تھا کہ اس نے اوسلو کو بھی سرنگوں ہوتے دیکھا۔ اوسلو پر جرمنوں کے قبضے کے وقت بھی وہ وہیں تھا۔

دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ کو اتحادیوں میں شامل کرانے کے مذاکرات میں اس کا کردار اہم رہا۔ مذاکرات کے لئے آئرن ہاور سے ملاقات کرنے والا پہلے آدمی وہی تھا۔ پھر اس کی مرضی کے خلاف اسے سمجھوتہ کھینچ کر وائٹنگٹن بلا لیا گیا۔ ایک بہت بڑا کام اس کے ذمے لگایا گیا۔ امریکا میں 'وائٹس ایس' کے نام سے سیکرٹ سروس کا سب سے بڑا ادارہ کام کر رہا تھا مگر اسے تنظیم نو کی ضرورت تھی۔ نئے سرے سے اس کی تنظیم و تشکیل کی کاغذی تیاریوں کا کام گارفیلڈ کو سونپا گیا۔ میزین کی انتھک محنت کے بعد گارفیلڈ نے یہ کام مکمل کیا۔ اس کے ہاتھوں 'وائٹس ایس' نے ایک نیا جنم لیا۔ اس کا نقشہ ہی بدل گیا۔ 'وائٹس ایس' سے وہ سی آئی اے بن گئی یوں گارفیلڈ گریسی آئی اے کا بانی ٹھہرا۔

اس کے بعد وہ دل ہی دل میں اکثر اپنے آپ سے کہا کرتا تھا کہ اس کی مثال اس پادری کی سی تھی جس نے ایک جوڑے کی شادی کرائی تھی۔ شادی کے چند دن بعد جوڑے کو اس پادری کی صورت بھی یاد نہیں رہتی جس نے ان کی شادی کرائی تھی۔ اس نے سی آئی اے کے ذریعے گویا صدارت اور وفات کو پیش کے لئے ایک مضبوط بندھن میں بانہا تھا۔ وہ ایک اہم مگر گمنام آدمی تھا۔ اس کے زمانہ طالب علمی کے بیشتر دوست اور شناسا ایک ایک کر کے ناموری کی منزلیں طے کرتے چلے گئے مگر وہ پیشہ منظر میں ہی رہا۔ اس کا بہترین دوست اور رازدوان جان ہو پر بھی سفیر بن کر لندن جا چکا تھا۔

بہر حال گارفیلڈ اپنی گمنامی سے مطمئن تھا۔ وہ بہر حال ایک طاقتور اور اہم آدمی تھا۔ سی آئی اے میں رہنے کے دوران اس نے پانچ امریکی صدور کو اپنا دور صدارت پورا کرتے دیکھا تھا۔ گارفیلڈ کو ان سب کی خوشنودی حاصل رہی تھی۔ وہ بہت سے اہم فیصلوں میں دخل رہا تھا۔

وہ جب ریٹائر ہونے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو چکا تھا تو وائر

تلے اپنا راستہ بنا رہا تھا۔ گارفیلڈ کی نظر میں اصل اہمیت صرف اس بات کی تھی کہ بریل لے کے پیچھے کون لوگ تھے؟ کہاں کہاں اور کس طرح وہ اس کے لئے اپنے مقام و مرتبے کو استعمال کر رہے تھے؟ ان سب کی ڈوریاں ہلانے والا، اس سارے نظام کو چلانے والا، ان کا مکمل آقا کون تھا؟

اس سلسلے کا پہلے مرحلہ تو کوئین فیبر سے ٹیپ وصول کرنے کا بندوبست کرنا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کوئین فیبر قیصر متقررہ وقت پر ٹیپ والا بریف کیس لے کر اسٹیبلر ہوٹل پہنچ جائے گا۔ اس کے لئے تمام انتظامات مکمل ہونے چاہئیں تھے۔ یہ کام لیو میگلین کے ذمے لگایا جاسکتا تھا۔ وہ سی آئی اے میں بڑا عہدیدار ہی نہیں، گارفیلڈ کا دوست بھی تھا۔ وہ اس بات کی بھی تحقیق کر سکتا تھا کہ کوئین فیبر کیسا آدمی تھا۔ اسے سیف ڈیپازٹ باکس سے ٹیپ نکالنے کے لئے بھیجا جا رہا تھا۔ وہ اس ذمے واری کا اہل بھی تھا یا نہیں؟

لیکن ان سب باتوں سے پہلے ایک اور بات کی تحقیق بھی ضروری تھی۔ اگر جان روپر اتنا سادہ لوح تھا کہ میٹرکس کی اصلیت کو نہیں سمجھ سکا تھا اور اس کے مقاصد کے لئے استعمال ہو گیا تھا تو اس بات کا بھی امکان تھا کہ وہ ٹیپ کے معاملے میں بھی بے وقوف بن گیا ہو۔ گارفیلڈ تصدیق کر لینا چاہتا تھا کہ واقعی دو سال پہلے چودہ اپریل ۱۹۴۰ء کو وہاٹ ہاؤس میں وہ منگھو ریکارڈ ہوئی تھی جس کا تذکرہ جان روپر نے اپنے خط میں کیا تھا؟ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا جاسکتا تھا کہ جو ٹیپ سیف ڈیپازٹ باکس میں رکھی گئی تھی اور جسے حاصل کرنے کے لئے کوئین فیبر روانہ ہو چکا تھا، اصلی تھی یا نہیں؟

پیر..... ساڑھے دس بجے..... میگلین

میگلین کو فون کرنے سے پہلے گارفیلڈ اپنی لائبریری میں تذبذب کے عالم میں تقریباً ایک گھنٹا فون کے قریب ساکت بیٹھا رہا۔ کہیں بڑھاپے نے اس کی قوت فیصلہ تو نہیں چھین لی تھی؟ اس نے سوچا۔ مگر وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ بڑھاپے میں انسان صرف مست رہی نہیں، نرم دل بھی ہو جاتا ہے، اس میں حسرتیں بھی غنیمت آجاتا ہے اور وہ کچھ ایسی رعایتیں بھی دینے لگتا ہے جو شاید جوانی میں کبھی نہ دیتا۔ گارفیلڈ آٹھ سال کا ہو چکا تھا لیکن صرف اس کی بیوی اور قریبی دوست اس حقیقت سے آگاہ تھے۔ دیکھنے والے شاید اسے بچپن سال کا سمجھتے۔ اسے کم عمر ظاہر کرنے میں سب سے زیادہ دخل اس کے چہرے کا تھا جو بچوں کی طرح گول منوں اور معصوم سا تھا۔ ابھی تک اس کے چہرے پر جھرمکوں نمودار نہیں ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر بھی شاذ و نادر ہی جھلکتا تھا۔ مسکراہٹ، رنج، غصہ، برہمی کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ آنکھوں میں بڑھاپے کی دھندلاہٹ نہیں آئی تھی اور دانت بھی سلامت تھے۔ بڑھتے

گٹ اسکینڈل کھڑا ہو گیا اور اس کا رٹائرمنٹ کا فیصلہ بہت پیچھے جا پڑا۔ فوراً اور کسب کرنے واپس ہاؤس میں اسے ایک خصوصی ڈنر پر مدعو کیا اور رٹائرمنٹ کا فیصلہ واپس لینے کے لئے کہا۔ وہ انکار نہ کر سکا۔

کسبجے نے بہر حال وعدہ کیا کہ گارفیلڈ کو سی آئی اے میں زیادہ عرصہ نہیں روکا جائے گا۔ یہ اس کا آخری دور تھا لیکن اس آخری دور میں بھی اسے ایک بہت اہم کام انجام دینا تھا۔ اسے اٹلی جس سروس کے میدان سے دو بہترین آدمیوں کا انتخاب کرنا تھا جو سی آئی اے کو چلا سکیں۔ اس کام میں کافی وقت لگنا تھا کیونکہ ایسے آدمیوں کا انتخاب آسان نہیں تھا۔ ان دونوں آدمیوں کو گارفیلڈ ہی کی ذات کا عکس ہونا چاہئے تھا۔ پھر ان تینوں آدمیوں کو مل کر ایک اور اہم کام انجام دینا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ ان تینوں کے پاس ظاہری طور پر کوئی عمدہ ہوتے لیکن ان تینوں کی حیثیت ایک پس پردہ اعلیٰ اختیاری کمیٹی کی ہونی تھی اس میں پس منظر میں ہی رہنا تھا۔

انہیں خاص خاص اٹلی جس ایجنسیوں پر نظر رکھنی تھی، ان کے علم میں لائے بغیر ان کی کارکردگی کا جائزہ لینا تھا۔ جہاں کہیں بھی وہ محسوس کرتے کہ کوئی ایجنسی ضرورت سے زیادہ طاقت پزیر رہی ہے یا اپنی حدود سے تجاوز کر رہی ہے تو انہیں اس کے پرکھنے تھے۔ ان معاملات میں گارفیلڈ صرف صدر کو جواب دہ تھا۔ اس کی ضروریات اور سفارشات بھی صدر ہی کے توسط سے پوری ہونی تھیں۔ تین آدمیوں پر مشتمل اس کمیٹی کو کسبجے نے ایک شخصیت کے تین مسافر قرار دیا تھا۔

بظاہر ان کی کوئی دفتری حیثیت نہیں تھی، ان کے پاس کوئی عمدہ نہیں تھا لیکن وہ دنیا بھر کی عمرانی کرنے والوں کی بھی عمرانی کر سکتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اوول آفس میں بھی کسی کو مشکوک سمجھتے تو اس کی عمرانی کرانے یا اس کے بارے میں چھان بین کرنے کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتے تھے۔

گارفیلڈ نے ان مطلوبہ مقاصد کے لئے اپنے دو ساتھی تلاش کر لئے تھے۔ اس گمنام کمیٹی نے چار سال میں دو ہا کا خیر خدات انجام دی تھیں۔ انہوں نے ریاست کے میدان سے بھی بہت سی گمنام کی صاف کی تھی اور اٹلی جس ایجنسیوں میں بھی بے پناہ تطہیر کی تھی۔ حکومت کو تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس کی لائے میں اندھیرے گوشوں میں کیا کیا خباثتیں پل رہی تھیں۔ شہری حقوق کی خلاف ورزیاں، بڑے بڑے مالی فراڈ، قیمتی دستاویزات کی چوریاں، غیر ملکی سفارتی اور سیاسی شخصیات کے قتل اور نہ جانے کن کن معاملات سے پردے اٹھے۔

ان چار برسوں میں گارفیلڈ نے اپنا سکھ چھین بیچ دیا۔ ان چار برسوں نے اسے اندر سے گویا پتھر کا انسان بنا دیا۔ اس نے بد عنوانی اور سفاکی کے ایسے ایسے نمونے دیکھے تھے کہ اب اس کے لئے کوئی

بھی چیز حیران کن نہیں رہی تھی۔ بے انتہا محنت اور اعصاب شکن کشش سے اس کے اعصاب جواب دیتے جارہے تھے۔ اس دوران اس کی بیوی اپنی پہلی شہید بیمار ہو چکی تھی مگر وہ اس کی طرف بھی مناسب توجہ نہیں دے پا رہا تھا۔ وہ رٹائر ہونا چاہتا تھا لیکن صدر نے۔ صدر اصرار اسے مزید ایک سال کے لئے روکا تھا۔ دوسری اٹلی جس ایجنسیوں کے معاملات تو اپنی جگہ تھے لیکن گارفیلڈ پر انکشاف ہوا تھا کہ سب سے زیادہ تاریکی سب سے بڑی اٹلی جس ایجنسی یعنی سی آئی اے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جب ادارے بہت پھیل جاتے ہیں بہت وسعت اختیار کر جاتے ہیں تو ان میں بہت سی ایسی بے قاعدگیاں آ جاتی ہیں جن میں کسی کے ارادے یا بد نیتی کو دخل نہیں ہوتا۔ انہیں زیادہ سے زیادہ نادانستہ غلطیاں یا بد انتظامی کہا جاسکتا ہے۔

لیکن گارفیلڈ نے بہت گہرائی میں جا کر محسوس کیا تھا کہ سی آئی اے میں معاملہ نادانستہ غلطیوں یا بد انتظامی کا نہیں تھا۔ وہاں کوئی بہت ہی بڑی گڑبڑ موجود تھی، جو کیس کی طرح اس جتنا ہی ادارے کو اندر ہی اندر کھاری تھی۔ مگر بڑا اصل میں کیا تھی؟ اس میں کس کس کے ہاتھ کام کر رہے تھے؟ اس کے مقاصد کیا تھے؟ ان سوالوں کا کافی الجال گارفیلڈ کو کوئی واضح جواب نہیں مل رہا تھا۔ سی آئی اے کے کسی آدمی کا نام اس کے سامنے نہیں تھا جس پر وہ انگلی رکھ کر کہہ سکتا کہ وہ کسی غلط کام میں ملوث تھا لیکن گڑبڑ بہر حال موجود تھی۔

ایک آڈیٹر جس کی پوری زندگی نہایت غیر جانبداری سے سی آئی اے کے حسابات چیک کرنے والی ٹیم میں گزر گئی تھی نے رپورٹ دی تھی کہ کمپنی یعنی سی آئی اے کے بہت سے خفیہ فنڈز کا پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں جا رہے تھے، کہاں استعمال ہو رہے تھے؟ بہت سی عجیب و غریب خفیہ میسجوں سے سی آئی اے کے نہ جانے کن کن لوگوں نے رابطہ قائم کر کے نہایت مجسم انداز میں ان کا تعاون حاصل کرنے کی درخواست کی تھی۔ بہت سے ایسے وعدے تھے جو پورے نہیں کئے گئے تھے اور بہت سے ایسے وعدے تھے جن کے بارے میں یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ کیوں کئے گئے تھے لیکن کسی بھی بے قاعدگی کا کوئی ٹھوس ثبوت گارفیلڈ کے ہاتھ نہیں آیا تھا اور اس نے براہ راست ایجنسی سے تصادم مول لینے سے گریز کیا تھا۔ بہر حال اس کی تین رکنی کمیٹی نے اندھیرے میں بہت سی مٹی الٹ ڈالت ضروری تھی اور دے ہوئے کیچوے باہر آکر اندھیرے ہی میں گھس گھلا رہے تھے۔

گارفیلڈ کے راستے میں ایک اور بڑی رکاوٹ سی آئی اے کا نیا ڈائریکٹر ڈاڈلڈ پیرن ثابت ہو رہا تھا۔ پیرن نے آتے ہی گویا اپنی اس محل سرا کی تمام بنیاں بھجادی تھیں اور پردے گرا دیے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ مسلسل تنقید اور خفیہ چھان بین سے اس عظیم الشان سلطنت کی بنیادیں بل رہی تھیں جسے سی آئی اے کہا

ازدواجیات

ایک صاحب ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو ان کی بیوی آئے والے دنوں کی مالی پریشانیوں کا ذکر لے بیگی۔ ان صاحب نے کہا ”تم فکر کیوں کرتی ہو؟ میں نے نوکری کی مدت میں ایک مکان خریدا ہے اور دو دکانیں۔ ان کے کرائے سے ہماری گزر بسر اچھی خاصی ہوتی رہے گی۔“

بیوی حیران ہو کر بولی ”خوب، مگر تم نے چھپکے چھپکے اتنی رقم چاہیے کی؟“

ان صاحب نے جواب دیا ”جیب بھی تم مجھ پر مہیاں ہوتی تھیں، میں میں روپے اٹک دیکھ کر آتا تھا۔ اس طرح اتنی رقم جمع ہوگئی۔ اگر تم اتنی سروس اتنی کمزور نہ ہو تیں تو اس حساب سے آج ہم سو کروڑوں کے ہو سکتے تھے۔“



نہوئی نے ایک غارتوں کا ہاتھ دیکھ کر کہا ”ہاتھ کی گیس ایک ہونٹا کی مستقبل کی نشاندہی کرتی ہیں۔ میان بیوی کہیں جارہے ہوں گے۔ کار کو ایک جان لیوا حادثہ پیش آئے گا جس میں شوہر جاں بحق ہو جائے گا۔“

بیوی نے فکر مندی سے کہا۔

”میں تو بچ جاؤں گی نا؟“

یقین ساری لگتا تھا لیکن گارفیلڈ کو معلوم تھا کہ سینے میں ایسے جذبے روشن رکھنے والے بہر حال ابھی اس دنیا میں موجود تھے۔

ان میں سے بیشتر لوگ سی آئی اے میں ہی کام کر رہے تھے۔ گارفیلڈ نے بڑی چھان بین کے بعد ان کا انتخاب کیا تھا۔ ان کے بچپن سے لے کر ان کے دور ملازمت تک کو کھنگالتا تھا۔ ان کی نجی زندگی کا تجزیہ کیا تھا۔ ان سے اپنے ذاتی تعلقات کا جائزہ لیا تھا۔ سب سے انہیں ادھر ادھر کے کاموں میں آزمایا تھا۔ بڑی جانفشانی سے تحقیق کے بعد اس نے انہیں قابل اعتماد قرار دیا تھا اور پھر بھی انہیں پتا نہیں چلے دیا تھا کہ درحقیقت انہیں کنٹرول کرنے والا کون تھا۔ صرف میٹکین کو گارفیلڈ نے اس قابل سمجھا تھا کہ اس سے براہ رست رابطہ رکھا تھا۔ سی آئی اے میں جو کینسر پھیلا ہوا تھا اس کی چڑ دریافت کرنے کے لئے میٹکین بھی درون غائب نہایت خاموشی سے گارفیلڈ کے شائبہ کے شائبہ کام کر رہا تھا۔ وہ خود آگے کی لوگوں سے کام لے رہا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ وقت ضرور آئے گا جب وہ کینسر کی چڑ تک پہنچ جائیں گے۔ لیکن کیا ان کے پاس مہلت باقی تھی؟ یہ سوال اسے اکثر پریشان کرتا تھا۔ بہر حال وہ اپنے کام سے لگا ہوا تھا۔

جاتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اس عظیم قومی ادارے کو مکمل تباہی و بربادی سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بچنے والوں ایک چھوٹی سی تقریب میں کانگریس والوں کے ایک چھوٹے سے گروپ سے خطاب کرتے ہوئے پٹیرن نے صاف کہہ دیا تھا کہ سی آئی اے کو بیک وقت دو متضاد طریقوں سے استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حکومت چاہتی تھی کہ ایک طرف تو یہ ادارہ قوم کے لئے آیا کا کردار ادا کرے یعنی اس کی نگرانی بھی کرے، اس کی حفاظت بھی کرے، اس کی شکایات بھی رفع کرے اور دوسری طرف اسے سینٹ کا تھیلہ سمجھ کر اس پر مٹا بازی کی مشق بھی کی جائے۔ یعنی جو بھی چاہے دوسرے سرکاری اداروں کی طرح اس پر بھی تنقید اور الزام دھاری شروع کر دے۔ سی آئی اے بیک وقت ایسے دو متضاد رویوں کی محفل نہیں ہو سکتی تھی۔ پٹیرن نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ آج کے بعد سی آئی اے پر ہونے والے ہر ”گھونٹے“ کا جواب دیا جائے گا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کے پاس گھونٹے کے جواب میں منہ توڑ گھونٹا مارنے کے تمام وسائل اور لوازمات موجود تھے۔

پٹیرن انٹیلی جنس سروس کے میدان کا پراٹھا کھڑی تھا۔ پیشہ ور آدمی تھا۔ وہ ترقی کرتا ہوا اس عہدے تک پہنچا تھا۔ اسے اچانک اٹھا کر اوپر نہیں لایا گیا تھا۔ اس کی ملازمت کا ریکارڈ بہت لمبا تھا لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ جس زمین پر وہ اپنا تخت شاہی بچھائے بیٹھا تھا، اس میں کھلاتے ہوئے کینڑوں کی موجودگی سے واقف تھا یا نہیں؟ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اپنے ادارے کی تقریر کے لئے مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہو اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ ساری گزرباور خرابیوں سے لاعلم ہو۔ دونوں ہی صورتیں ممکن تھیں اس معاملے میں پٹیرن کسی کے سامنے کھلتا نہیں تھا۔

گارفیلڈ کو اس کے کئے کارن بال نے خیالات سے چونکا دیا۔ اس کا ذہن واپس جان روپر کی طرف آگیا۔ کتا اس کی گود میں چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گارفیلڈ نے اسے ایک طرف دھکیلا اور ایک بار پھر تذبذب کے عالم میں فون کو دیکھنے لگا۔ اسے اس ٹیپ کے بارے میں تصدیق کرائی تھی جس کا ذکر جان روپر نے اپنے خط میں کیا تھا۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ گارفیلڈ کو صرف ایک فون کرنا تھا۔ اس کام کے لئے فوراً ایک میٹینری حرکت میں آجاتی۔ گارفیلڈ نے جب اپنی تین رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی تو اس کی مدد کے لئے بھی بہت سے قابل اعتماد ساتھیوں کی خدمات حاصل کی تھیں جو مختلف مفادات کے تحت ان کے لئے کام کرتے تھے۔ کسی کو معاوضہ دے دیا تھا۔ کوئی کام کے عوض کام لیتا تھا۔ کسی کو صرف حکومت کی نظر میں اچھا کھلانے کا شوق تھا۔ کوئی صرف ایڈوکیٹ کے شوق میں کام کرتا تھا اور کسی نے محض جذبہ حب الوطنی کے تحت ہی ان کا ساتھ دینے کی ٹھانی تھی۔ گو کہ خود غرضی اور مادی پرستی کے اس دور میں حب الوطنی کی بات کرنا قابل

میٹکین کے بارے میں بہت دیر تک سوچتے رہنے کے بعد آخر کار گارفیلڈ نے اس کا نمبر ڈائل کیا اور اپنا نام تک بتائے بغیر، بلا تمہید بولا ”مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے، تم مجھے فون کر سکتے ہو؟“
”دس منٹ لگیں گے مجھے۔“ میٹکین نے جواب دیا۔ گارفیلڈ نے ریسپورڈ رکھ دیا اور ایک منٹ فون کو گھورنے لگا۔ اس کے ذہن میں کوئی بھولی بری سی اطلاع کلپا رہی تھی جس کا تعلق سی آئی اے، جان روپر اور میٹکین سے تھا لیکن اسے واضح طور پر یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اطلاع کیا تھی؟

پھر وہ چشم تصور سے لپٹنے میں واقع سی آئی اے کے دفاتر میں میٹکین کا کرا دیکھنے لگا۔ میٹکین کا آفس تیسری منزل پر واقع تھا۔ نیچے آنے کے لئے وہ پچاس قدم چل کر سب سے زیادہ دور پڑنے والی لفٹ استعمال کرتا تھا کیونکہ اس کے ذریعے وہ پارکنگ لاٹ میں اس جگہ کے قریب ہی پہنچ جاتا تھا جہاں اس کی بیلی فورڈ کھڑی رہتی تھی۔ گارفیلڈ کو معلوم تھا کہ میٹکین پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکال کر سروس روڈ پر آئے گا اور جارج واشنگٹن میموریل پارک کی طرف روانہ ہوگا۔ تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے وہ غالباً ایک سروس اسٹیشن کے پبلک فون سے اسے فون کرے گا۔ اسی لئے اس نے دس منٹ کی مسلت لی تھی۔ یہ سب احتیاطی تدابیر تھیں۔ آفس کے فون پر وہ اپنی کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ آخر کار فون کی کھنٹی بجی۔ گارفیلڈ نے ریسپورڈ اٹھایا۔ دوسری طرف سے میٹکین بولا ”معذرت خواہ ہوں سر! مجھے دس منٹ کے بجائے گیارہ منٹ پینتالیس سیکنڈ لگ گئے۔“

”میں ایک نازک کام تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں میٹکین!“ گارفیلڈ بولا ”چودہ اپریل سائے صبح ساڑھے گیارہ بجے کے قریب صدر کن سن نے وائٹ ہاؤس میں ایگزیکٹو آفس بلڈنگ میں تین آدمیوں سے ملاقات کی تھی۔ تینوں ہی امریکی تھے اور تینوں ہی غالباً سرکاری حیثیت میں تھے۔“

”ان کے نام؟“ میٹکین نے پوچھا۔

”ایک کا نام تو مجھے یقینی طور پر معلوم ہے لیکن میں وہ بھی نہیں بتانا نہیں چاہتا۔“ گارفیلڈ بولا ”میں چاہتا ہوں نام بھی تمہاری چھان بین کے نتیجے میں ہی سامنے آئیں تاکہ تصدیق ہو جائے یہ ملاقات واقعی ہوئی تھی۔ ان کی گفتگو نیپ پر بھی ہو سکتی ہے اور زبانی بھی۔ اگر گفتگو ریکارڈ نہیں ہوئی تو میں جانا چاہوں گا کہ کیوں نہیں ہوئی؟ اگر ریکارڈ ہوئی تھی تو کیا اس نیپ کا وجود ہے؟ کیا اس کی کوئی کاپی موجود ہے؟ جو وقت میں نے بتایا ہے اس سے ایک گھنٹا پہلے اور ایک گھنٹا بعد کی ریکارڈنگ بھی چیک کرنی ہے۔ یہ کام تمہیں خود سامنے آنے بغیر کرنا ہے۔ کسی اور کو استعمال کروں تو یہ کام کر سکتا ہے؟“

”وائٹ مارگولس..... سر!“ میٹکین نے ایک لمحے سوچنے کے بعد جواب دیا ”وہ دوسرے معاملات میں میری کچھ مدد کرتا ہے۔“

کار آمد آدمی ہے۔ وہ آج کل اپنی یادداشتیں لکھ رہا ہے۔ اسے اگر کسی فائل یا دستاویز کو دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سلسلے میں اس کی درخواست میرے پاس ہی آتی ہے، میں ہی اس کی منظوری دیتا ہوں۔ وہ ”اسٹیٹ ایڈجسٹس“ کے شعبے میں بہت زیادہ ریکارڈ کھنگال رہا ہے۔“

”وہ کیا لکھ رہا ہے؟“

”وہ کمپنی کی طرف سے ۶۳ء میں ویرن کیشن کے لئے چیف آف لائٹرن کے طور پر کام کر رہا تھا۔ کیشن چونکہ اس بات کی تحقیقات کر رہا تھا کہ کینڈی کا قتل سازش کا نتیجہ تو نہیں تھا، اس لئے مارگولس بعض ایسے کاغذات اور ریکارڈ بھی کھنگال سکتا ہے جس کی طرف میرا متوجہ ہونا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے یا مجھے مضحکہ بخشتا ہے۔“

”مارگولس کو سہولیات دینے کے معاملے میں کمپنی کا رویہ کیا ہے؟“

”ٹھیک ہی ہے سر! وہ پہلا آدمی نہیں ہے جو کینڈی کے قتل میں دلچسپی لے رہا ہے.... اور نہ ہی وہ آخری آدمی ثابت ہوگا۔ اس شخص سے لوگ کھینچتے ہی رہیں گے۔ مارگولس کی حد تک تو یہی کافی ہے کہ وہ نہ تو کمپنی کو چکر دینے کی کوشش کر رہا ہے اور نہ ہی... فی الحال اپنی یادداشت چھپوانے کے لئے کوئی پبلشر تلاش کر رہا ہے۔ مارگولس کو جس فائل کی ضرورت ہوتی ہے، اس کا میو تیار کر کے میڈ آف دی ریکارڈ کو دینے کی ذمہ داری ابراہم کی ہے۔ ابراہم ہی کسی کو فائل چیک کرنے کی ذمہ داری سونپتا ہے جو چوبیس گھنٹے کے اندر رپورٹ دیتا ہے کہ فائل کس حد تک حساس مواد کے زمرے میں آتی ہے۔“

گارفیلڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ چند سال پہلے ہی آئی اے کے قوانین میں یہ لپک پیدا کی گئی تھی کہ ایک خاص درجے تک کے ایجنسی آفیسرز اگر چاہتے تو اپنی رٹائرمنٹ کے قریب پہنچ کر اپنی یادداشتیں لکھ سکتے تھے اور رٹائرمنٹ کے بعد انہیں کتابی صورت میں چھپوا بھی سکتے تھے لیکن نہایت احتیاط اور باریک بینی سے اس کی کچھ حدود متعین کی گئی تھیں۔ فلاں بات لکھ سکتے ہیں، فلاں نہیں لکھ سکتے۔ فلاں نوعیت کا معاملہ حساسیت کی زد میں آتا ہے اور فلاں بات لکھنے سے فلاں راز فاش ہونے کا اندیشہ ہے۔ قدم قدم پر اس قسم کی کوئی نہ کئی دفعہ حائل تھی۔ اپنی یادداشتیں قلب بند کرنے کے سلسلے میں مدد حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی آفسر کوئی بھی فائل نیپ یا فلم ریکارڈ کے شعبے سے نکلوا کر دیکھنا چاہتا تھا تو پہلے اس چیز کے بارے میں مکمل تحقیق ہوتی تھی کہ وہ کچھ دیر کے لئے اس آفیسر کے ہاتھوں میں دی جاسکتی ہے یا نہیں۔

اس طرح کبھی جانی والی کتابیں ایک طرح سے ان لوگوں کی خود نوشت سوانح حیات ہوتی تھیں لیکن یہ عوام کے لئے یا بازاروں میں بیکنے کے لئے نہیں چھاپی جاتی تھیں۔ بس انہیں کتابی

اور جلد صورت میں چند لائبریریوں میں محفوظ کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اس طرح کی چیزیں لکھ کر سی آئی اے میں زندگی گزارنے والوں کو اپنے دل کا غبار نکالنے کا موقع مل جاتا تھا۔ ان کے وہ دکھ درد، احساسِ غماخ کے وہ لمحے وہ محسوسات جو نوکری کے دوران مصلحتوں کے بوجھ تلے دبے رہے انہیں کاغذوں پر اظہار کا راستہ مل جاتا تھا۔

ورن کیٹن کا چیف آف لائٹن ہونے کی حیثیت سے مارگولس کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ اس کی رسائی تو مختلف النوع دستاویزات تک ہو سکتی تھی۔ میکین کہہ رہا تھا ”مارگولس بھروسے کا آدمی ہے سرائے میں اسے بہت اچھی طرح پرکھا ہے۔ پچھلے چند برسوں میں اس نے سی آئی اے میں جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد اسے اپنے ساتھ ملانے میں مجھے کچھ زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا۔ وہ قابلِ اعتماد ہے۔ اس کے باوجود میں نے اپنے حلقے کے بارے میں اسے صرف اسی حد تک بتایا ہے جہاں تک اس سے کام لینے کے لئے بتانا ضروری تھا۔ ویسے سی آئی اے میں گریڈز اس نے ہم سے بھی پہلے محسوس کر لی تھیں۔“

”ٹھیک ہے“ گارنیلڈ ہماری سانس لے کر بولا ”تم جس طرح مناسب سمجھو اسے استعمال کر لیکن اسے ایک تنبیہ ضرور کر دو کہ کینیڈی کے قتل والے معاملے میں اگر اسے کوئی گواہ بن کر بی بی سی سے تو سر جھکا کر نہایت خاموشی سے کرے زیادہ جوش و خروش نہ دکھائے۔“ وہ پیشہ ور آدمی ہے سرائی ساری باتیں سمجھتا ہے۔ ”میکین نے جواب دیا۔ پھر ایک لمحے کے وقف سے وہ بولا ”جو کام آپ نے بتایا ہے اس کے لئے میرے پاس کتنی مصلحت ہے؟“

”جو میں سمجھنے“ گارنیلڈ نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

منگل..... صبح نو بجے..... میکین

میکین بیشتر اوقات اسی طرح تیار نظر آتا تھا جسے کسی اہم تقریب میں جا رہا ہو۔ فاسٹ، چمک دک، صفائی ستھرائی اس کی شخصیت سے عیاں رہتی تھی۔ رنگین شیشوں اور نفرتی فریم کا نظریہ چشمہ اس کی ستائش میں اضافہ کرتا تھا۔ کاری پچھلی سیٹ پر گارنیلڈ کے برابر بیٹھ کر اس نے برف کیس گھنٹوں پر رکھا اور اس میں سے نسواری رنگ کا ایک فولڈر نکالا۔

”آپ کی اطلاع درست تھی۔“ وہ ایک نظر گارنیلڈ کی طرف دیکھ کر بولا ”چودہ اپریل سمسے کو دس بجے وہاں ہاؤس میں ایگزیکٹو آفس بلڈنگ میں صدر تک سن سے ملاقات کے لئے ان تین افراد میں سے پہلا وہاں پہنچا تھا جنہیں وقت دے کر بلا یا گیا تھا۔ اس کا نام.....“

”ناموں کو رہنے دو۔“ گارنیلڈ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا ”نام صرف بتانا جب میں پوچھوں۔ ورن میں بعد میں خودی ان کاغذات میں دیکھ لوں گا۔“

”خیر... ملاقاتی کو ایک گھنٹا انتظار کرنا پڑا۔ اس روز تمام ملاقاتیں مقررہ وقت سے کہیں تاخیر کے ساتھ ہوئی تھیں۔ وائر گیٹ اسکیڈل نے تمام ملاقاتوں کا شیڈول درہم برہم کر دیا تھا کیونکہ اہم ملاقاتیں منسوخ کر دی گئی تھیں۔ تک سن نے اپنے سیکریٹری ہیڈلے میں سے کہا تھا کہ باقی لوگوں میں سے جن جن کے ساتھ مناسب ہو، ان سے ٹیلیفون کی صورت میں ملاقات کرادی جائے۔ اس وقت دو اور آدمی تک سن سے ملاقات کے منتظر تھے ان کے نام بتاؤں؟“ اس کی نظر فولڈر میں موجود کاغذات پر جمی ہوئی تھی۔

”نہیں صرف کام کی نوعیت بتا دو۔“

”ان دو دوسرے دو آدمیوں کا تعلق ہماری اسلئے سے تھا۔ ان میں سے ایک سی آئی اے کا آدمی تھا۔ اگر میں اس کا شعبہ بتاؤں گا تو آپ سمجھ جائیں گے وہ کون تھا۔ دوسرا بہت بڑا آدمی تھا۔ سیکریٹری کے عہدے سے کچھ ہی جھوٹا۔ تک سن کو اس روز وائر گیٹ اسکیڈل کے بارے میں تین روزہ تحقیقات کے بعد پہلی رپورٹ ملی تھی۔ اس نے گیارہ بج کر چالیس منٹ پر ان تین افراد سے ملاقات کی تھی۔ ملاقات تقریباً آدھا گھنٹا جاری رہی۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انتظار کے دوران ان لوگوں نے کیا باتیں کیں۔“

”کیا ان کی گفتگو کی ٹیپ موجود نہیں ہے؟“

”مارگولس نے ایک شخص سے رابطہ قائم کیا تھا جو اب رستار ہو چکا ہے اور کسی معاملے میں ملوث ہوتا نہیں چاہتا۔ اس کے ذمے اس زمانے میں ریکارڈ شدہ میسج کی ایڈیٹنگ اور انہیں تحریری شکل دینے کا کام تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ جب وہ ٹیپ اس تک پہنچی تو اس میں صدر کی ان تین افراد سے ملاقات سے پہلے تقریباً چالیس منٹ کا حصہ خراب تھا۔ اس کا ایک لفظ بھی سمجھا نہیں جاسکتا تھا۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اتنے جھٹ میں کیا ریکارڈ ہوا تھا۔ تک سن کو بھی نہیں معلوم تھا۔ عین ممکن تھا کہ اس جے کی کاپی تیار کر کے اصل کو خراب کر دیا گیا ہو۔ ترتیب کے اعتبار سے اس ٹیپ کا نمبر ۶۵ تھا۔ اس وقت چونکہ عدالت تک سن سے شہادتوں کا مطالبہ کر رہی تھی اس لئے ایڈیٹنگ وغیرہ کرنے والے اس شخص نے یہی سمجھا کہ شاید اس جے میں کوئی ایسی بات رہی ہو جو وائر گیٹ اسکیڈل کے سلسلے میں تک سن کے خلاف جاتی ہو اور تک سن کے کسی بھی خواہنے راستے میں ہی اسے صاف کر دیا ہو۔ بہر حال اس شخص نے اس سلسلے میں زبان بند رکھی۔ پہلے ہی ایک طوفان برپا تھا، وہ مزید شور برپا ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اگر اس ٹیپ کی کاپی ہوئی تھی تو وہ اس وقت کہاں ہوگی۔“

”ٹھیک ہے فائل مجھے دے دو۔“ گارنیلڈ نے کہا۔

میکین نے براؤن فائل گارنیلڈ کے حوالے کر دی تو گارنیلڈ نے ایک سبز فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ”تم اسے پڑھ لےنا۔“

ایک کام بھی کرتا ہے۔ اسٹیٹر ہوٹل کے ایک کمرے سے ہمیں ایک چیز وصول کرنے کا بندوبست کرتا ہے۔ تم ایک بوٹی، ایک ایکٹریشن اور حفاظتی اختفات کرنے والے ایک انجینئر کا انتظام کرتا۔ بظاہر یہ لوگ ہوٹل کی اس رابرداری میں کام میں مصروف نظر آئیں گے جہاں وہ کمرہ ہوگا۔ انہی کی آڑ میں وہ چیز وصول کی جانی چاہئے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کام کے لئے تم کہنی، سے باہر کے آدمیوں کا بندوبست کرو۔“

پھر گارفیلڈ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا ”تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد مجھ سے بات کر لیتا۔“

منگل..... صبح نونج کر چالیس منٹ..... صدر

گارفیلڈ نے وائٹ ہاؤس کے خانے کی تیز روشنی میں پہنچ کر سکون کی سانس لی اور مڑ کر اس باوردی شخص کا شکریہ ادا کیا جو اسے وہاں تک لایا تھا۔ وہ ایک میرن سارجنٹ تھا۔ اس نے گارفیلڈ کو سیٹیوٹ کیا اور واپسی کے لئے مڑتے ہوئے اپنے عقب میں دروازہ بند کر دیا۔ گارفیلڈ کو معلوم تھا کہ وہ خفیہ سرنگ کے راستے تقریباً ایک بلاک کے فاصلے پر واقع ٹریڈری ڈیپارٹمنٹ میں چلا جائے گا اور مزید ہدایات کا انتظار کرے گا۔

گارفیلڈ نے گھڑی دیکھی۔ سیکرٹ سروس والوں کے لئے اس کی آمد نونج کر پینتالیس منٹ پر متوقع تھی۔ وہ تین منٹ پہلے یہاں پہنچ گیا تھا۔ وقت سے ایک منٹ پہلے بھی سیکرٹ سروس والوں کے سامنے پہنچنا صدر تک کے لئے بھی الجھنیں پیدا کرتا تھا، اس لئے گارفیلڈ نے وہیں رک کر انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔

نونج کر چوالیس منٹ پر مشرقی دنگ کی طرف سے ایک آفیسر نے اس رابرداری میں جھانکا اور توقع سے ایک منٹ پہلے گارفیلڈ کو دیکھ کر اس کی پیشانی پر ناگواری کی شکلیں ابھر آئیں۔ وہ مشین نما انسان تھا۔ ان کے ردیوں میں کسی کی لئے کوئی پلک نہیں تھی۔ بہر حال وہ آگے آگے چل دیا اور گارفیلڈ اس کے پیچھے ہویا۔

حسب معمول وہ اسٹاف لفٹ اور سروس لفٹ دونوں کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ انہیں سیڑھیوں کے راستے جانا تھا۔ اپنی شناخت اور صدر سے اپنی ملاقاتوں کو خفیہ رکھنے کے لئے گارفیلڈ کو ہر بار رازدارانہ انداز میں، خفیہ راستوں سے آنا پڑتا تھا لیکن اب برعکس ہے اس کے لئے سیڑھیاں چڑھنا بہت مشکل بنادیا تھا۔ یہ اس کے لئے ایک نہایت ناپسندیدہ مشقت تھی۔ صدر سے دس منٹ کی ملاقات کے لئے اسے نہ جانے کتنا سفر طے کرنا پڑتا تھا، کتنے ”پہاڑ“ سر کرنا پڑتے تھے۔ گارفیلڈ اس مشقت سے اب ٹھکتا جا رہا تھا۔ مزید بڑی بات یہ تھی کہ اسے عموماً صدر سے ملاقات کی ضرورت جیسی پیش آتی تھی جب اس کے پاس کوئی اچھی خبر نہیں ہوتی تھی۔

سیکرٹ سروس کا آدمی سیڑھیوں پر بھی مڑ مڑ کر خاصی ناگواری سے اس کی منت روی دیکھ رہا تھا۔ اوپر پہنچ کر گارفیلڈ نے دیکھا،

رابرداری میں ’ایگزیکٹو پروڈیوٹو سروس‘ کا آفیسر اس ایکٹرا تک آلے کے سامنے کھڑا تھا جس کے ذریعے صدر کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی تھیں۔ قریب پہنچ کر گارفیلڈ نے دیکھا کہ بتا رہا تھا کہ صدر اندر موجود تھے۔

گارفیلڈ کے ساتھ آنے والے شخص نے مہر سی نیلی فائل میں لگی ہوئی ایک زرد شیٹ آفیسر کو دکھائی۔ اس نے جیسے ہوئے زرد کانڈے کے مندرجات کو اپنے کلپ بورڈ پر لگے ہوئے ایک کانڈے کے مندرجات سے ملایا، اپنی رپورٹ تک میں وقت وغیرہ نوٹ کیا اور اوپر آفس کے دروازے کے سامنے حائل مٹھلیں رستے کا کلپ کھول دیا۔ دروازے پر دستک دے کر اس نے اندر کسی سے بات کی اور ایک طرف ہٹ کر گارفیلڈ کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔

اندر پہنچ کر گارفیلڈ نے سامنے والے دروازے سے صدر کے پریس سیکریٹری کو نکلنے دیکھا، اس کی بغل میں ایک چرمی فولڈر دبا ہوا تھا۔ اس نے اپنی سی نظروں سے گارفیلڈ کی طرف دیکھا اور دوسری طرف مڑ گیا۔ گارفیلڈ کمرے میں داخل ہو گیا۔

صدر امریکا جینر، نیلی شرٹ اور سیاہ موکشین پہنے ہوئے تھے۔ وہ بالکل مطمئن، بے فکر اور مستعد نظر آ رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں امپوز بریلے کی بوہتی ہوئی مقبولیت بتا رہی تھی کہ امریکی قوم اب صدر کی کرسی پر زیادہ عمر رسیدہ، زیادہ بڑبار اور زیادہ سنجیدہ شخص کو دیکھنا چاہتی تھی۔

”ہائے..... گارفیلڈ!“ صدر نے اٹھ کر آگے آتے ہوئے خوشدلی سے کہا۔ دونوں نے گرجوٹی سے مصافحہ کیا۔ صدر نے اپنی کرسی کے بجائے گارفیلڈ کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا، ”معدرت خواہ ہوں کہ میں اس وقت گھریلو سے لباس میں ہوں۔ دفتر آتے وقت کپڑے بدلنے کی سہولت ہی نہیں ملی۔ بیس منٹ بعد فرانسیسی وزیر خارجہ آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے مجھے لباس تبدیل کرنے کے لئے تعویذ ہی سہلت درکار ہوگی۔“

صدر نے بتادیا تھا کہ ملاقات کے لئے ان کے پاس کتنا وقت تھا۔ گارفیلڈ اثبات میں سر ملاتے ہوئے بولا ”میں مختصرات کروں گا سر!“ پھر اس نے جان رو پر کہ خطا ”اندائی تحقیقات اور اس ضمن میں اپنے اندازوں سے مختصراً صدر کو آگاہ کیا۔ صدر کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی لیکن جب وہ کینیڈی کے قتل کی سازش والے حصے پر پہنچا تو صدر اٹھ کر ٹھٹھنے لگے۔

گارفیلڈ خاموش ہوا تو صدر نے پوچھا ”تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہو؟“

”میرے خیال میں یہ ضروری تھا مسٹر پریزیڈنٹ!“

”اور تمہارے خیال میں اس کمائی میں صداقت کہاں تک ہے؟“

”یہ خط لکھنے والے کی شخصیت سے ہم دونوں اچھی طرح واقف ہیں سر۔“ گارفیلڈ نے محتاط لہجے میں جواب دیا ”مزید تصدیق

کل تک ہو جائے گی جب ٹیپ میرے پاس پہنچ جائے گی۔“
 صدر چند لمحے تک سامنے والی دیوار کو ایک منہمک دیکھتے رہے
 پھر متذنب لمحے میں بولے ”گارفلڈ! میں سوچ رہا ہوں، جان روپر
 ایک ذہین، نفیس، تعلیم یافتہ، باکدرا اور براہ اعتبار سے اعلیٰ درجے کا
 آدمی تھا۔ اس ملک کا ایک حقیقی دماغ تھا۔ آخر ایسی کیا چیز تھی جس
 نے اسے ان شیطانوں کے ساتھ جاملے پر مجبور کر دیا؟“
 ”شاید اسی لئے ایسا ہوا کہ وہ شاطر، چالاک اور عیار نہیں
 تھا۔ وہ دنیا کا پہلا ذہین آدمی نہیں ہے جس نے دھوکا کھایا۔ بہت
 سے لوگ نیک نیتی سے اپنی دولت میں دنیا کی حالت بدلنے کے
 لئے اس قسم کی تحفوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور ایک ناپیدہ جال
 میں پھنس جاتے ہیں۔“
 ”گو کیا ہمیں یقین کر لینا چاہئے کہ جان روپر نے اپنے خط میں
 کوئی بھی بات جھوٹ نہیں لکھی؟“

گارفلڈ اس وقت بڑی شدت سے تمباکو نوشی کی ضرورت
 محسوس کر رہا تھا لیکن وہ جیب سے پائپ نکالنے سے باز رہا۔ اسے
 معلوم تھا صدر کو تمباکو نوشی سے نفرت تھی۔
 ”فی الحال یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“ گارفلڈ نے
 جواب دیا ”یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ ایسی کوئی ٹیپ موجود ہے۔
 اب ہمیں ایک توہیڈلے کی پوزیشن پر غور کرنا ہے دوسرے یہ فیصلہ
 کرنا ہے کہ ہمیں کیا ایکشن لینا چاہئے۔“
 ”ایکشن؟“ صدر کی پیشانی پر غلٹیں نمودار ہوئیں۔

”لیس سرا! ایکشن!“ گارفلڈ نے اپنی کنٹینڈر میں خون کی
 گردش قدرے تیز ہوتی محسوس کی ”کیا آپ اندازہ نہیں کر پارہے
 ہیں کہ وہاٹ ہاؤس کو ایک کھنکھلی کے ہاتھوں میں سوپ دینا
 جمہوریت کے لئے کتنا برا ذخیرہ ہوگا؟ بریڈلے کے پیچھے کوئی ہے جسے
 امریکی صدر کی طاقت اور اختیارات کی اشد ضرورت ہے.....
 شدید ہموک ہے۔ ایک ایسا شخص جو پہلے ہی سازشوں اور قتل کی
 دلدل میں گردن تک دھنسا ہوا ہے۔“

صدر کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے دھندلا سی گئیں پھر ان
 کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ انہوں نے ڈھیلے ڈھالے
 انداز میں کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے پاؤں میز پر رکھ لیا اور پوچھا
 ”بریڈلے کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟“

”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں.... اچھا آدمی ہے۔ میں اسے جانتا
 ہوں۔ امیروز کے روایتی دیکھوں جیسا نہیں ہے۔ چمک سروس میں
 اس کا ریکارڈ فرسٹ کلاس ہے۔ اپنے دور میں ایک اچھا گورنر
 ثابت ہوا۔ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ سینڈز میں سیٹ اسے خواہ
 خواہ نہیں ملے۔ وہ اس کا مستحق تھا۔ ایف بی آئی میں اس کی فائل
 بالکل بے داغ ہے۔ سی آئی اے میں اس کی فائل مثالی ہے۔ اس
 کا خاندان اس کے دوست.... سب کے ہاتھ صاف ہیں۔“
 ”لیکن جان روپر کا خط ان ساری باتوں پر حاوی ہے؟“

”ہمارے ملک میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی ریکارڈ ہے۔ کہیں نہ
 کہیں اس کی فائل موجود ہے۔ کمپیوٹر کارڈ ہیں، مائیکرو فلمیں
 ہیں۔ اگر ہم کسی شخص کو جانتا چاہیں تو ہمیں صرف کسی کمپیوٹر کا
 ایک ٹپن دہانا پڑے گا اور وہ ہمارے سامنے کھڑا ہوگا۔ اگر ریکارڈ یہ
 بتاتا ہے کہ اس کے بال بزنار آور آنکھیں پانچ تھیں تو ہمیں اس پر دل و
 جان سے یقین کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے نظام کے تحت ریکارڈ
 میں کوئی غلط چیز شامل ہونے کا امکان نہیں لیکن یہ محض ہمارا
 اعتقاد ہے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ محض ہماری خوش گمانی ہے۔ ہم
 نے اپنے نظام پر کچھ زیادہ ہی تکیہ کر لیا ہے۔ کوئی اگر چند ایک
 ہتھکنڈوں سے واقف ہو، اثر رسوخ کرے تو ریکارڈ میں کوئی بھی
 من پسند تبدیلی لاسکتا ہے۔ بڑے بڑے گھناؤنے اسکینڈل راتوں
 رات ریکارڈ سے حذف ہو جاتے ہیں۔“

”تو بریڈلے نے اپنی سلیٹ صاف کی ہوئی ہے؟“
 ”میں نے یہ نہیں کہا۔“ گارفلڈ بولا۔
 ”اصل نکتے کی طرف آؤ۔“

”میں دو باتیں جانتا چاہتا ہوں۔ پہلی یہ کہ بریڈلے بے وقوف
 بن رہا ہے یا جان بوجھ کر سازش میں شریک ہے؟ دوسری یہ کہ اس
 کی ذمہ داریاں کون ہلا رہا ہے؟ میں اس شخص تک پہنچنا چاہتا ہوں جو
 بریڈلے کے پیچھے ہے۔ بریڈلے بذات خود میرے لئے کوئی مسئلہ
 نہیں ہے۔ اسے تو میں جب چاہوں صدارتی انتخابی مہم سے
 دستبردار ہونے پر مجبور.....“
 ”دستبردار.....؟“ صدر کو گویا صدمہ آمیز حیرت کا شدید ہتھکا
 لگا۔

”میرا مطلب تھا.....“
 لیکن صدر نے اس کی بات کاٹ دی ”میں فرض کر لیتا ہوں
 کہ میں نے تمہارے منہ سے یہ لفظ نہیں سنا۔ آئندہ اس قسم کا کوئی
 لفظ استعمال نہ کرنا گارفلڈ! میں یہ تصور کرنا بھی گوارا نہیں کر سکتا
 کہ مجھ سمیت اس ملک کا کوئی شخص یہ سوچے کہ وہ کسی بھی شہری کو
 کسی بھی انتخاب میں حصہ لینے سے باز رکھ سکتا ہے یا دستبردار
 ہونے پر مجبور کر سکتا ہے۔ بریڈلے تو کیا کسی معمولی شہری سے بھی
 یہ حق چھینا نہیں جاسکتا۔ تم امریکا میں بیٹھے ہو۔ دوڑنے کے کسی نام
 نداد جمہوری ملک میں نہیں۔“

”میں نے بات برائے بات کی تھی سرا!“
 ”مجھ سے بات برائے بات مت کرو۔ سیدھی اور صاف بات
 کرو۔“ صدر نے گہری دیکھی ”تمہارے پاس پانچ منٹ ہیں۔“
 ”ٹھیک ہے سرا میرے سامنے صرف ایک ہی شخص ہے جس
 کے منہ سے بریڈلے کے بارے میں کوئی بات سن کر میں اس پر یقین
 کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہوں اور وہ محض خود بریڈلے ہے۔ اس
 سے سچی بات اگھرانے کا واحد طریقہ مجھے یہی نظر آتا ہے کہ اس کے
 بارے میں جو کچھ ہم جان چکے ہیں اس کے ساتھ اس کا سامنا

کریں۔“ گارفیلڈ بولا۔

”تم اپنے لئے جگ بنائی کا سامان کرو گے۔“

گارفیلڈ گویا ان سنی کرتے ہوئے بولا ”اگر وہ معصوم ہوا تب بھی حقیقت جان کر خاموشی سے صدارتی انتخاب کی دوڑ سے نکل جائے گا۔ اگر وہ جان بوجھ کر سازش میں شریک ہے تو وہ جان جائے گا کہ اس کی کامیابی کی کوئی امید نہیں رہی۔ ایک صدارتی امیدوار کے طور پر وہ ختم ہو چکا ہے۔ وہ چاہے گا تو اپنی عزت بجا کر خاموشی سے، وقار سے رخصت ہو جائے گا ورنہ وہ اپنی ماضی کی خدمات اور اپنے عہدہ ریکارڈ پر بھی کالک پھیر لے گا۔ دونوں صورتوں میں جمہوریت بھیا نیک خطرات کی دلدل میں گرنے سے بچ جائے گی۔ بریڈلے کو صدارتی انتخاب کے ابتدائی مراحل میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“

صدر نے میز سے پاؤں اتار لیا ”دو باتیں کان کھول کر سن لو گارفیلڈ! یہ ریکارڈ پر رہیں گی۔ پہلی بات تو یہ کہ میں ذاتی طور پر ایسی کسی کوشش میں حصہ نہیں لوں گا جو بریڈلے کو الیکشن میں حصہ لینے سے باز رکھنے کے لئے کی جائے۔ نہ ہی تم ایسا کرو گے۔ امپروز بریڈلے کو ہر حال میں اپنے امیدوار ہونے کا اعلان کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ وہ ابتدائی مراحل میں بھی حصہ لے گا۔ آئین کے تحت یہ اس کا حق ہے۔ اگر تم یہ توقع کر رہے ہو کہ میں وہ پہلا امریکی صدر کملاؤں جس نے اپوزیشن میں موجود اپنے مضبوط ترین حریف کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی، تو یہ تمہارا ذہنی خلل ہے۔“

صدر نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے بات جاری رکھی ”دوسری بات یہ کہ میں تمہیں بھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ تم یہ سازش و فیرہ والے قصے کے ساتھ اس کا سامنا کرو۔ تم تہمتیں پھینک کر تم اس کا راستہ روکنے کی کوشش کر رہے ہو؟ یوں معاملہ محوم پھر کر اس میز تک ہی آن پہنچے گا۔“ صدر نے اپنی میز کی طرف اشارہ کیا ”اور یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے امریکا برداشت نہیں کر سکتا، اسے جمہوریت برداشت نہیں کر سکتی۔“

گارفیلڈ غیر ارادی طور پر بائپ جیب سے نکال چکا تھا۔ وہ اسے واپس جیب میں رکھتے ہوئے بولا ”تو پھر بہتر ہے کہ آپ نے ہی آئی اے کی نظیر کے لئے جو کمیٹی ”کلیئرنگ“ کے نام سے بنائی تھی، اسے توڑ دیجئے اور میرا استعفیٰ قبول کر لیجئے۔“

”یہ تو سیدھی سادی بلیک میلنگ ہے۔“ صدر سنبھل کر بیٹھ گئے ”کچھ گارفیلڈ! ایک سیاست دان کی طرح سوچنے کی کوشش کرو۔ اپنے آپ کو میری جگہ رکھ کر غور کرو۔ اگر ہم اس قسم کی کسی کمائی کے ساتھ بریڈلے کا سامنا کرتے ہیں تو ہمیں اپنی خفیہ کمیٹی ”کلیئرنگ“ کو بے نقاب کرنا پڑے گا۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں کہ بریڈلے کا رد عمل کیا ہوگا؟ وہ اس نکتے کو کس طرح استعمال کرے

گا؟ یہ انتخابی سال ہے۔ اس سال میں یہ انکشاف کیسی قیامت ڈھائے گا کہ ہم نے کانگریس کے علم میں لائے بغیر، اس کی منظوری کے بغیر اعلیٰ جس کا ایک متوازی نظام قائم کر رکھا تھا جسے ہر طرح کے اختیارات بھی حاصل تھے؟ ہم خفیہ ایجنسیوں کی بھی نگرانی کر رہے تھے جن کا کام دوسروں کی نگرانی کرنا ہے؟ تحقیقات کے لئے اس خفیہ کمیٹی کو ہم نے لامحدود اختیارات دے رکھے تھے۔ تمہیں کیا اندازہ نہیں کہ اس اسکیٹل کو بریڈلے اپنے حق میں کس طرح استعمال کرے گا؟“

”کچھ ایسے طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں کہ.....“

لیکن صدر نے اس کی بات کاٹ دی ”میں سحلفات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بات کروں گا۔ کمیٹی میں نے قائم نہیں کی تھی، مجھے بنی بنائی ملی تھی اور اس کے ساتھ ہی تم بھی ملے تھے۔ ضرورت پڑی تو میں تمہارے بغیر بھی گزارا کرنا سیکھ لوں گا۔ تمہارا کام یہی ہے کہ جو کچھ بھی کرو، خفیہ رہتے ہوئے کرو۔ تمہیں اسی اصول پر کاربند رہنا چاہئے۔ سمجھے؟“

”معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہم جان روپر کے خط کو اتنی آسانی سے نظر انداز کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔“ گارفیلڈ بولا۔

”اگر ٹیپ تمہارے ہاتھ آجھی گئی تو اس سے تم کیا ثابت کرلو گے؟ کوئی بھی اسے جہاسازی قرار دے سکتا ہے۔ اس سے ظاہر بھی کیا ہوگا؟ تین آدمی بیٹھے کپ شپ کر رہے ہیں۔ بے پر کی چھوڑ رہے ہیں کسی کو پکڑ دینے کے لئے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی بھی رائے دی جاسکتی ہے اس کے بارے میں۔ آج کل اس قسم کی چیزوں پر کے اعتبار رہ گیا ہے؟“

”آپ کو اس معاملے میں موٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے سر!“ گارفیلڈ نے پاٹ لیجے میں کہا۔

”ضرورت کی تو اس میں کوئی بات ہی نہیں ہے۔ مجھے بخشنے کا کون؟ تمہیں معلوم ہے میں دوبارہ صدر کا انتخاب لڑوں گا۔ اگر میری انتخابی مہم کے سربراہوں کو اس بات کی سن گئی تھی تو ان کا رد عمل کیا ہوگا؟“

تہ خانے سے آفس تک کی میڑھیاں چڑھ کر گارفیلڈ کی ٹانگیں اکڑی گئی تھیں۔ وہ آہستہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور پاٹ لیجے میں بولا، ”کیا آپ باضابطہ طور پر چاہتے ہیں کہ میں اس سلسلے میں تحقیقات آگے نہ بڑھاؤں؟“

”میں باضابطہ طور پر تمہیں صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ تم فرض کرو میں نے نیپ شدہ گفتگو، سازشوں اور جنوبی قاتلوں کے بارے میں تمہاری کوئی بات نہیں سنی ہے۔ میں تمہاری اس قسم کی کمائیوں میں، کسی کو صدارتی انتخاب سے باز رکھنے کی کوشش میں قطعاً موٹ نہیں ہونا چاہتا۔ لیکش بائبل غیر جانبدارانہ، آزادانہ اور مصنفانہ ہوں گے، خواہ میں ہاری کیوں نہ جاؤں۔“

”اور اگر قوم ہمارے؟“

”یہ جگہ پر لحاظ سے محفوظ ہے اور یہاں ہماری میٹنگ میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ ہمارا آج رات ہی ملنا ضروری تھا۔ جلدی میں ایسی ہی کسی جگہ کا انتظام ہو سکتا تھا۔“

گارفلینڈ نے گویا صفائی پیش کی۔

”گولڈ مین بولا“ ”تو تڑکی کیا ضرورت ہے گارفلینڈ؟ آج دوپہر کے کھانے سے پہلے جب ہماری ملاقات ہوئی تو میں نے تمہیں بتادیا تھا کہ میں بریڈلے کو ایکشن سے باز رکھنے کے لئے بہت سے انتظامات کر سکتا ہوں لیکن ان کے لئے وقت درکار ہوگا۔“

”تمہیں نہیں معلوم کہ اس ضمن میں صدر نے کیسی برہمی کا اظہار کیا تھا۔ میرے کانوں میں ابھی تک ان کی آواز گونج رہی ہے۔“ گارفلینڈ بولا۔

”درست ہے مگر میں سرپرست اس اختیار کو استعمال کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بغیر ہی میں نے چند فیصلے کئے ہیں۔“ گارفلینڈ بولا۔ ”ان فیصلوں پر عمل درآمد کے سلسلے میں اگر تم میں سے کوئی میرا ساتھ نہ دیتا چاہے تو وہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ ہماری کمیٹی کے قوانین میں اس کی گنجائش موجود ہے۔ نتائج کی ذمہ داری میں تنہا قبول کر لوں گا۔“

چند لمحے خاموشی سے اپنے اپنے گلاس سے چسکیاں لینے کے بعد فلیچر اور گولڈ مین نے اپنا فیصلہ سنایا۔ وہ گارفلینڈ کی ہر کوشش میں اس کے ساتھ شریک ہونے کے لئے تیار تھے۔ گارفلینڈ طمانیت سے سرہلاتے ہوئے بولا۔ ”بہت خوب اب صورت حال یہ ہے کہ بریڈلے جلدی اس بات کا اعلان کرنے والا ہوگا کہ وہ باضابطہ طور پر صدارت کا امیدوار ہے۔ اب وہ زیادہ دیر اس بات کو مخفی نہیں رکھ سکتا۔ پہلے میں نے ذاتی طور پر اس سے رابطہ قائم کرنے اور اسے باز رکھنے کے بارے میں سوچا تھا لیکن صدر نے مجھے اس سے منع کر دیا اور مجھے بھی احساس ہو گیا کہ اس میں خطرات زیادہ تھے۔ بات براہ راست صدر پر آجاتی کہ وہ بریڈلے کو اپنے مقابلے پر آنے سے باز رکھنے کے لئے سازش کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس امکان کو ایک طرف رکھتے ہوئے یہ فرض کرنے کی کوشش کر دوں کہ اگر وہ شپ آج تک سن کے ہاتھ لگ جائے تو اس کا رد عمل کیا ہوگا؟“

ایک لمحے سوچنے کے بعد گولڈ مین بولا۔ ”وہ ایک ہنگامہ کھڑا کر سکتا ہے۔ وہ ایک ایسا سدا ہے۔ وہ اسے پوری طرح استعمال کرنے سے نہیں چو کہے گا۔ وہ قوم کو ہتا سکتا ہے کہ جس وقت اسے وائٹ گیت جیسے ایکٹوئل کا نشانہ بنایا گیا اس وقت اندھیرے کوشوں میں وائٹ گیت سے زیادہ خطرناک اور گھٹاؤنے معاملات پرورش پائے تھے اور بریڈلے کی صورت میں آج کیس بھی ایک خطرو

”قومی مفادات کی حفاظت کرنا ہمارا کام ہے۔“ صدر نے ”جسکون لہجے میں کہا۔“ ”تمہیں جس کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا ہے اس کے قیام کا مقصد ہی قومی مفادات کا تحفظ ہے۔ اس سلسلے میں تمہیں جو اختیارات حاصل ہیں، میں وہ تم سے واپس نہیں لے رہا۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جہاں تم لوگ پارٹی بالیکس کی حدود میں قدم رکھو گے وہاں میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا۔ تمہیں ایسے کسی اقدام میں میری حمایت حاصل نہیں ہوگی جو سیاست میں دخل اندازی کے ذمے میں آتا ہو۔ اب تم ایسے آدمی تو ہو نہیں سکتے کہ تمہیں ہمارا کام سمجھاؤں۔ اگر تمہیں کہیں قومی سلامتی کو خطرو لاحق نظر آتا ہے تو اس کے بارے میں تحقیقات کرنا ہمارا فرض ہے۔ اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ خطرو واقعی موجود ہے تو اس کا سدباب کرنا بھی ہمارا کام ہے۔ میرا مطلب کچھ گئے ہوتا؟“

”میرا خیال ہے مجھے سمجھ گیا ہوں۔“ گارفلینڈ دھیمے لہجے میں بولا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ تم یہاں سے کوئی غلط خیال دل میں لے کر جاؤ۔ ہمیں اپنے اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کی وجہ سے شرمندگی نہیں ہونی چاہئے۔“

”میں ہوگی سربراہ میرا وعدہ ہے۔“ گارفلینڈ نے کہا۔ صدر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دہراؤ میں جتنے زیادہ امیدوار شریک ہوں اتنی ہی اچھا ہے۔“

”دیکھا مطلب؟“ صدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”کچھ نہیں سراویے یہ مجھے ایک خیال آیا تھا۔“ گارفلینڈ نے جیسلم لہجے میں جواب دیا۔

منگل..... پونے نو بجے شب..... گارفلینڈ

کلب میں ایک پارٹی چل رہی تھی۔ کھانے اور پینے پلانے کا دور چل رہا تھا۔ شپ ریکارڈر پر موسیقی گونج رہی تھی۔ قہقہے اور باتیں کرنے کی آوازیں ایک دوسرے میں مدغم ہو رہی تھیں۔ گارفلینڈ، فلیچر اور گولڈ مین بھی بظاہر اس پارٹی میں شرکت کے لئے ہی آئے تھے لیکن اس وقت وہ ایک عہدی کرے میں مہرے اور منتقل دہراؤں کے پیچھے ایک میز کے گرد اپنی الگ ہی محفل سجائے بیٹھے تھے۔ پارٹی کا شور شراب ان تک نہیں پہنچ رہا تھا۔

انٹلی جنس ایجنسیوں پر نظر رکھنے والی خفیہ کمیٹی انہی تین افراد پر مشتمل تھی۔ ویسے تو اس کمیٹی کا ایک دفتری اور باضابطہ نام بھی تھا ”مشاورتی کمیٹی برائے قومی تحفظ“ لیکن اس کی اصل اور خفیہ حیثیت کے لئے اسے ”کلینرز“ کا نام فلیچر نے دیا تھا۔

فلیچر اپنی ڈرک کا ایک گھونٹ بھر گلا پی سگریٹ کیس سے پتلی ایک ایک سگریٹ نکال کر سلاکتے ہوئے گارفلینڈ سے مخاطب ہوا ”مجھے تمہارا اس جگہ اجلاس بلانا بالکل اچھا نہیں لگا۔“

واٹرگٹ اسکینڈل کا زخم سننے کے بعد اب اس میں مزید زخم سننے کی تاب نہیں ہوگی... اور پھر ہم نے تعاون کرنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ یہ قوم کی ایک خدمت بھی ہوگی۔“

فلپز اور گولڈن خاموش رہے۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد گارفیلڈ بولا۔ ”میں تم دونوں کو قاتل کرنے میں مزید وقت ضائع نہیں کروں گا۔ میں جلد از جلد اس شخص تک پہنچا چاہتا ہوں جو اس سارے کھیل کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ مجھے عرصے سے ایک وہم سا تھا کہ شاید ایسا کوئی شخص نہیں موجود ہے۔ میں اس کے وجود سے بے خبر ہوتے ہوئے بھی اس کی تلاش میں تھا۔“

فلپز اپنی پتلی کی سرکٹ محرومی انگلیوں میں گھماتے ہوئے بولا۔ ”صدر نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ بریڈلے سے دور رہنا۔“

”صدر کا مسئلہ صرف اتنا ہے کہ وہ خود کسی بھی ایسے معاملے میں ملوث ہونا نہیں چاہتے۔ وہ کوئی ذمہ داری اپنے سر لیتا نہیں چاہتے۔ انہوں نے صرف یہ واضح کیا ہے کہ قومی خطرات سے نمٹنا صرف ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ ہم بس یہی خیال رکھیں گے کہ کسی معاملے میں ان کا نام نہ آئے۔“ گارفیلڈ نے جواب دیا۔

”بہر حال... تک سن کے بارے میں بھی میرا خیال یہی ہے کہ وہ تو انہیں نہیں کرے گا۔“

”تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ تک سن تعاون کی ہامی بھرتا ہے۔“ گارفیلڈ گہری سانس لے کر بولا۔ ”میری آج سپیری فون پر اس سے بات ہو چکی ہے۔“



بدھ.... سات بج کر تیس منٹ.... ہنری روپر
نفسا میں دھند سی پھیلی ہوئی تھی۔ ابراہام لنکن کے مجسمے کے پاس ہنری روپر تھا کھڑا تھا۔ اپنے دستانہ پوش ہاتھ اس نے رین کوٹ کی جیبوں میں گھونٹے ہوئے تھے۔ وہ اپنے باپ جان روپر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کا باپ اکثر اپنے خطوں میں لکھا کرتا تھا۔ ”جب تمہیں راستے اچھے ہوئے دکھائی دیں... ہر طرف موندلا ہٹ پھیلی ہو، منزل کا کوئی نشان نظر نہ آ رہا ہو تو وہیں واپس لوٹ آؤ جہاں سے تم چلے تھے۔“

.... اور ہنری روپر لوٹ آیا تھا۔ وہ روم سے واشنگٹن واپس آگیا تھا۔ خاصی فضول خرچی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ایک منگنی کار ”پورسٹ“ بھی خرید لی تھی۔ اس وقت وہ اپنے انجمنی باپ کے اپارٹمنٹ کا جائزہ لینے کے ارادے سے روانہ ہوا تھا۔

روم میں اسے اپنے باپ کے انتقال کی اطلاع اپنے سفارت خانے میں واپس ہاؤس کی طرف سے ملی تھی۔ ٹیلی گرام رسمی طور پر صدر امریکا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ جان روپر کی تدفین جگہ کے روز سرکاری انتظامات کے تحت آر لنکن کے قبرستان میں ہونا تھی۔ روم میں امریکی سفیر نے اسے تجلیے میں لے جا کر اظہار

امریکی اقتدار کی طرف بڑھ رہا ہے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے فلپز؟“ گارفیلڈ نے دریافت کیا۔

فلپز اپنا گلاس پُر خیال انداز میں انگلیوں میں گھماتے ہوئے بولا۔ ”میرا بھی کم بیش یہی خیال ہے۔“

”میں تم دونوں سے اختلاف نہیں کروں گا۔“ گارفیلڈ بولا۔ ”لیکن فرض کریں ایک سن کے ہاتھ لگ جاتی ہے لیکن وہ اس کو منظر عام پر لانے کے بجائے ذاتی طور پر بریڈلے سے رابطہ قائم کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ اگر وہ صدارتی انتخاب سے دستبردار نہ ہوا تو ٹیپ منظر عام پر آجائے گی۔ بریڈلے اگر نادانستگی میں کسی کا آڑ کار بن رہا ہے تو وہ اس معاملے کی چھان بین کرے گا۔ اس طرح اسے اندازہ ہو جائے گا کہ تک سن کی دھمکی کی کیا اہمیت ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ٹیپ منظر عام پر آنے کی صورت میں وہ کبھی صدر نہیں بن سکتا اور اگر وہ جان بوجھ کر کسی کا آڑ کار بنا ہوا ہے، کسی کے مفادات کی تکمیل کر رہا ہے تب بھی اسے فوراً ہی معلوم ہو جائے گا کہ تک سن کی دھمکی کے بعد سیاست میں اس کا کوئی مستقبل نہیں رہا۔ دونوں ہی صورتوں میں وہ صدارتی انتخاب کی دوڑ سے نکل جائے گا۔ بریڈلے کو روکنے کا اس کے علاوہ اور کوئی خفیہ طریقہ نہیں۔ ہم ٹیپ کو منظر عام پر لانے کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے اور ہم یہ بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہیں اور بریڈلے امریکا کا صدر بن جائے۔“

فلپز بولا۔ ”بریڈلے ایک گنجا ہوا سیاستدان ہے۔ آسانی سے ہار ماننے والا نہیں ہے۔ فرض کرو وہ محسوس کر لیتا ہے کہ تک سن کی دھمکی محض دھمکی ہی ہے؟“

”ہم اس دھمکی میں جان پیدا کرنے کے لئے تک سن سے کچھ اور بھی کملا نہیں گے۔“ گارفیلڈ کو یہ سوال و جواب سے محفوظ ہوتے ہوئے بولا۔ ”نکسن، بریڈلے کو بتائے گا کہ اگر بریڈلے صدارتی انتخاب سے دستبردار نہ ہوا تو وہ خود ری پبلکن پارٹی کے امیدوار کی حیثیت سے مقابلے پر آجائے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ سن اسے خوار کر دے گا کہ وہ اپنی انتخابی مہم ہی ہولناک انکشافات کی بنیاد پر چلائے گا۔ وہ قوم کو بتائے گا کہ کینیڈی کے قتل کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا۔ وہ سارے نام بے نقاب کرے گا۔ بریڈلے اس کی دھمکی کو محض دھمکی سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ اسے معلوم ہو گا کہ پورے امریکا میں کوئی ووٹر ایسا نہیں ہو سکتا جو تک سن کی بات پر بالکل ہی کان نہ دھرے۔“

”اور تک سن ہمارے لئے بھلا اتنی زحمت کیوں کرے گا؟“

گولڈن نے سوال کیا۔

”اس کے دوہر صدارت کے بارے میں ایک ایسا نکتہ میرے پاس ہے جو اسے ہم سے تعاون کرنے پر مجبور کر دے گا۔ گوکہ اس معاملے پر اس بے چارے کا اس وقت کوئی اختیار نہیں تھا مگر اس کا انکشاف اب بھی اسے مطعون کرانے کا سبب بن سکتا ہے اور

تجزیت کیا تھا۔

روم میں ایک اطالوی لڑکی گریزا اس کے ساتھ اپارٹمنٹ میں رہ رہی تھی۔ ہنری روپر فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ کسی بھدھن میں باندھے گا یا نہیں؟ گریزا اس کے باپ کے نام، مقام، مرتبے اور اس کے خاندانی پس منظر سے بالکل لاعلم تھی۔ وہ اس وقت اپنی میوزک کی کلاس انیڈ کر رہی تھی جب ہنری نے اسے اطلاع دی کہ وہ باپ کی تدفین کے سلسلے میں واشنگٹن جا رہا ہے۔

گریزا نے اس پر تھوڑی سی برہمی بھی ظاہر کی تھی کہ وہ اسے چھوڑ کر جا رہا تھا لیکن ہنری اسے ساتھ لے جانے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اپنا اپارٹمنٹ، کار وغیرہ اس کے تصرف میں چھوڑ آیا تھا۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ بعد میں اطمینان سے فیصلہ کرے گا کہ گریزا کا اس کی زندگی میں کیا مقام ہو گا۔

یہ سب کچھ سوچتے ہوئے وہ ایک بار پھر گاڑی میں بیٹھا اور آگے روانہ ہو گیا۔



بدھ..... آٹھ بجے.... کوئین فیبر

کوئین فیبر سیاہ بریف کیس اٹھاے مستعدی سے فٹ ہاتھ پر چلا جا رہا تھا۔ ہلکی برف باری جاری تھی لیکن چونکہ صبح آٹھ بجے کا وقت تھا اس لئے فٹ ہاتھ پر پیدل چلنے والوں کا اور سڑکوں پر

گاڑیوں کا جھوم تھا۔ فیبر کی پوری کوشش تھی کہ کسی سے اس کا کندھا بھی نہ ٹکرائے پائے۔ عمارتوں کے برآمدوں میں، ستونوں کے پیچھے دو آنکھیں اس کی جانب نگراں تھیں، اس کے ساتھ ساتھ تھرک تھیں۔ فیبر کی نگرائی کرنے والا دل ہی دل میں اس بات کی داد دے بغیر نہیں رہ سکا کہ فیبر بالکل صحیح وقت پر، شیڈول کے عین مطابق بریف کیس لے کر نمودار ہوا تھا۔ چند سیکنڈ کا بھی فرق نہیں تھا۔

اب وہ فیبر کو چوراہا کراس کرتے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ تیس سیکنڈ میں وہ اسٹیلٹر ہوٹل کے صدر دروازے پر پہنچ جائے گا۔ سوا منٹ بعد وہ استقبالیہ پر ہو گا۔ وہاں اسے غیر ضروری طور پر قطعاً رکنا نہیں پڑے گا۔ اسے چوتھی منزل پر لے جانے کے لئے لفٹ بھی گویا تیار ہی ہوگی۔ یعنی اب سے ٹھیک چار منٹ بعد وہ اپنے کمرے میں ہو گا۔

اسٹیلٹر ہوٹل کے عین مقابل ایک دو سری عمارت کی چوتھی ہی منزل کی کمریوں کے دس آنکھیں ٹکڑے ٹکڑے سے سڑک سے گزرنے والی ہر گاڑی، ہر چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہر وہ گاڑی، وین یا ڈیوری ٹرک جو ذرا دیر کے بعد بھی ہوٹل کے سامنے رکتا تھا اس کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا جا رہا تھا۔

اگر ذرا بھی ضرورت محسوس کی جاتی تھی تو ایسی کسی بھی گاڑی یا کسی بھی چہرے کی تصویر لے لی جاتی تھی۔ یہ تصویر فوراً ہی

دوسری شادی نمبر اور خود کشی نمبر کے بعد

ماہنامہ سرگزشت کراچی کی خصوصی پیش کش

کنوارہ کنواری

لوگ شادی کیوں نہیں کرتے ؟

لوگوں کی شادیاں کیوں نہیں ہوتیں ؟

ان مشہور اور گمنام افراد کی کہانیاں جنہوں نے شادی نہیں کی یا ان کی شادی نہ ہو سکی

ایک چمکتے ہوئے موضوع پر یادگار شمارہ

ایجنٹ حضرات اپنے خصوصی آرڈرز سے جلد مطلع کریں

ماہنامہ سرگزشت ستمبر ۱۹۹۲ء کا شمارہ خریدنا نہ مہوئیے

دیا۔ ”اس کی ضرورت نہیں۔“

تیل لیپٹن نے کندھے اچکائے اور اسے لفٹ کی طرف لے چلا۔ لفٹ میں داخل ہو کر فیبر نے اسے باہر ہی رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”زحمت کی ضرورت نہیں۔ میں خود ہی کرا تلاش کر لوں گا۔“

فیبر نے براہ راست چوتھی منزل پر جانے کے بجائے پہلے تیسری منزل پر لفٹ روک کر دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ رابدراری ویران پڑی تھی۔ پھر وہ لفٹ کو پانچویں منزل پر لے گیا۔ وہاں بھی ویرانی ہی تھی۔ مطمئن ہو کر وہ واپس چوتھی منزل پر آیا۔

لفٹ سے نکلنے ہی وہ بے اختیار ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں چلا گیا اور ریوالتور کے دستے پر جم کر رہ گیا۔ رابدراری کے اختتام پر ایک بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس کھڑکی سے ہوٹل کے درمیانی حصے میں جھانکا جا سکتا تھا جو ایک بہت بڑے کنویں سے مشابہ تھا۔ اس کھڑکی کے قریب، فیبر کی طرف پشت کے مستروں والے لباس میں ایک شخص ایک بہت بڑے رینچ کے ذریعے ایک باپ کے بولٹ پر زور آزمائی کر رہا تھا۔ آخر کار بولٹ کھل گیا اور اس نے سکون کی سانس لی۔

پھر اس نے مڑ کر فیبر کی طرف دیکھا اور گویا شناسائی کے اظہار کے لئے سر کو نہایت خفیف سی حرکت دی۔ فیبر گہری سانس لے کر رہ گیا لیکن اس کا ہاتھ جب میں ریوالتور کے دستے سے نہیں ہٹا۔ رابدراری میں ابھی تک کسی ”مسئری“ کی موجودگی اس کے لئے غیر متوقع تھی۔ شاید اسے اپنا کام مکمل کرنے میں قدرے تاخیر ہو گئی تھی لیکن فیبر کا خیال تھا کہ جس قسم کا مشن اس کے سپرد کیا گیا تھا اس میں شیڈول کی اس قسم کی چند کیلنڈر خلاف ورزی کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ تاہم ہوٹل کے اندر ان کے کسی آدمی کی موجودگی اس کے لئے اتنی غیر متوقع بھی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ یہ سوچ کر فیبر کرا نمبر ۳۲۱ کی طرف مڑ گیا۔

چالانی سے تالا کھول کر اندر پہنچنے ہی اس نے دروازہ فوراً منقل کر دیا اور نیچے کے دونوں بولٹ لگا دئے اور حفاظتی چین بھی چڑھا دی۔ اسے اپنی بھروسے پر بیٹنے کی جی محسوس ہو رہی تھی۔ ردال سے پیشانی پوچھتے ہوئے اس نے برف کیس اس طرح میز پر نکایا کہ اس کا بازو مڑنے نہ پائے۔

برف کیس صحیح طور پر میز پر رکھا جا چکا تو اس نے نہایت احتیاط سے انھیاں اس کے پینڈل سے ہٹائیں اور دوسرے ہاتھ سے نہایت احتیاط سے ایک پن اپنی کلائی سے علیحدہ کی۔ یہ پن برف کیس کے تالے سے خشک تھی۔ وہ ایک پیچیدہ ساخت کی پن تھی اور جب اس نے برف کیس اٹھایا ہوا تھا تو اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ پن صرف ساڑھے چار انچ لمبے اور پینڈل سے ذرا موٹے ایک ڈائنامیٹ سے خشک تھی جو فیبر نے برف کیس کے ساتھ جوڑ دیا تھا۔

موبائل پکچر ٹرانسیر کے ذریعے فیبر فیکس کاؤنٹی میں منتقل ہو جاتی تھی جہاں آری انٹیلی جنس کے خصوصی طور پر منتخب شدہ چند مہتمد موجود ہوتے تھے جو اس تصویر کو ایف بی آئی کے ریکارڈز روم میں منتقل کرتے تھے اور وہاں سے اسی لمحے اس کے بارے میں جواب موصول ہو جاتا تھا۔ اگر ایف بی آئی میں اس کا کسی قسم کا بھراؤ ریکارڈ موجود ہو تا تو فوراً ہی اس کی تفصیل موصول ہو سکتی تھی۔

ابھی تک صرف ایک ہی شخص وہاں سے گزرا تھا جسے مشکوک سمجھ کر اس کی تصویر اس نظام کے ذریعے ایف بی آئی تک بھیجی گئی تھی اور وہاں سے فوراً ہی اس کے بارے میں اطلاع آ گئی تھی۔ وہ کارچروں کا بے تاب بادشاہ بنی کول تھا۔ اسے شبہ تک نہیں تھا کہ اس کے گزرتے گزرتے کسی نے سپیڈز اسکرین پر ایف بی آئی کے ریکارڈز روم میں اس کا ریکارڈ چیک کر لیا ہے۔ لیکن آج کا دن اس کے لئے خوش قسمت دن تھا۔ جن خفیہ اٹکھوں کے سامنے سے وہ گزرا تھا ان میں کسی کا رچرو کی تلاش نہیں تھی۔

ہوٹل کے صدر دروازے پر ایک لمحے کے لئے رک کر کوئین فیبر نے اپنے کندھوں پر نظر ڈالی اور قدرے ناگوار سے ایک ہاتھ سے برف بھاڑی۔ بظاہر یہ ایک فطری سی حرکت تھی لیکن نگہرائی کرنے والے کے لئے یہ ایک اشارہ بھی تھا کہ فیبر اپنے مشن میں کامیاب لوٹا ہے۔

استقبالیہ پراڈیٹر عمر کلرک نے رسمی کارروائی پوری کی۔ مسٹر فیبر کے نام کا ریزرویشن کارڈ موجود تھا۔ وہ سپیڈز کے ذریعے اس پر اندراجات کرنے لگا۔ چوتھی منزل پر وہ کرا ایک شخص نے خود آکر ریزرو کر لیا تھا لیکن اس کے لئے وہ ریزرویشن کاؤنٹر پر نہیں آیا تھا بلکہ اس نے ہنزل سینٹر سے اس کے پراسیوٹ آفس میں ملاقات کی تھی۔

اسٹیلر ہوٹل والے اس قسم کے خفیہ انتظامات سے مانوس تھے۔ ان سے اکثر نہ جانے کس کس ادارے کی طرف سے کن کن معاملات میں خفیہ تعاون کی درخواست کی جاتی تھی لیکن اس نازہ ترین معاملے میں تو کچھ زیادہ ہی اہتمام کیا گیا تھا۔ چوتھی منزل پر کرا نمبر ۳۲۱ ریزرو کرانے کے بعد وہاں باہر کا ایک بروڈی، ایک پلبر اور ایک ٹیلیون انجینئر آچکا تھا اور نہ جانے کیا کر کے جا چکا تھا۔ وہ سب نہایت خاموشی سے آئے تھے اور اسی خاموشی و رازداری سے اپنا کام کر کے چلے گئے تھے ہوٹل کے عملے کے کسی آدمی کو اس کمرے کے قریب پھٹنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

کلرک نے آخر کار کارڈ فیبر کی طرف بڑھایا۔ فیبر نے ہائیں ہاتھ سے اس پر دستخط کئے۔ اس کا دایاں ہاتھ جس میں برف کیس تھا اس کے پھلو سے ہی چپکا ہوا۔ کلرک نے چپکی بچائی اور تیل کیپٹن مسدھدی سے آگے اٹھایا۔ اس کا کام خاص خاص سمناؤں کو ان کے کمروں تک پہنچانا تھا۔ اس نے فیبر سے برف کیس لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن فیبر نے ہائیں ہاتھ اٹھا کر اشارے سے اسے روک دیا۔

شکوئے

وہ دونوں بعد کا سارا دن ساحل سمندر پر پھٹک
منا کر شام کو واپس آئے تھے کہ ایک لڑکھانے
پریشان ہو کر لڑی سے نکلا۔

”میرے خیال میں تم پھٹک کے واقعات اپنی سہیلی
کو تو نہیں بتائی ہوگی؟“
”اوہ نہیں“ لڑکی نے جواب دیا ”نہیں تو تو
زائد ہوا میں کہیں کہیں یہ میرا شوہر ہی ہے جسے میں
طرح کے سوالات کرنے کی عادت ہے۔“

پھر اس کے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے اندازہ لگائے کی کوشش کی کہ
دروازے کی موٹائی کے حساب سے گولی کی حد تک کارکر رہے
گی۔ دیوار سے لگ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے
میں وسط میں باہر کا جائزہ لینے کے لئے ایک ننھا سے سوراخ نکلا
تھا جس پر اندر کی طرف کوز بڑھا ہوا تھا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر فیبر اس طرح جھکا کہ اس کا جسم
اس سوراخ کے سامنے نہ آنے پائے صرف آنکھ اس سوراخ
تک پہنچ جائے۔ اندازاً کچھ ایسا ہی تھا جسے کوئی بلی فائزر جک کر لیں
کو سرخ پڑا دکھانا چاہتا ہو۔ سوراخ کا کوز جھکا کہ اس نے آنکھ
دروازے سے لگائی۔ باہر سے ایک اور آنکھ اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ وہی مستروں کے سے لباس والا آدمی تھا جسے فیبر نے
راہداری میں دیکھا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے آنکھ سوراخ سے
ہٹائی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں اسٹیل کی چھوٹی سی ہتھوڑی تھی
اور بائیں ہاتھ میں اسٹیل کی خاصی موٹی اور لمبی کیل۔

فیبر کو فوری طور پر خطرے کا احساس سا ہوا۔ وہ تیزی سے
جھکائی دینے لگا تھا لیکن اسے تاخیر ہو چکی تھی۔ باہر موجود شخص
نے اسٹیل کی کیل سوراخ پر رکھ کر اس پر ہتھوڑی سے ضرب
لگادی تھی۔

اسٹیل کی موٹی، لمبی، نوکیل کیل آنکھ کے راستے سے فیبر کے
دماغ میں بیوست ہو گئی۔ اس وقت وہ ہلکے سے ہنسی۔ جھٹکے کے
ساتھ مر رہا تھا جب باہر موجود شخص نے دروازے پر پانچ جگہ
پلاسٹک کی پانچ دھماکا خیز بیٹیاں چپکائیں۔ اور اس وقت فیبر جک رہا تھا
جب اس شخص نے ہتھیار کی بیٹری کے ذریعے پلاسٹک بموں کو
استعمال کیا۔ ہلکے سے دھماکے کے ساتھ دروازہ فیبر سمیت پیچھے
جاگرا۔

مستروں کے سے لباس والا شخص پُر اعتماد انداز میں کمرے میں
داخل ہوا اور سیدھے میز تک پہنچ کر اس نے برف کیس اٹھا کر
بغل میں دبایا۔ اس نے دروازے کے نیچے چلی ہوئی فیبر کی لاش پر
محض ایک آنکھ سے نظر ڈالی اور واپس راہداری میں آکر بیٹھ گیا

اگر کوئی اس سے برف کیس چھیننے کی غلطی کرتا تو اس پن کے
ذریعے وہ مختصر مگر نہایت خطرناک ڈانٹا بیٹ سکتا تھا جس سے
برف کیس، فیبر اور چھیننے والے کے پرچے اڑ سکتے تھے۔ برف
کیس کے ساتھ یہ ڈانٹا بیٹ منسلک کرنے کی تجویز خود فیبر ہی کی
تھی جس میں اس نے اپنی جان کی قربانی دینے کا بھی خطرہ مول لیا
تھا۔

اب اس نے ڈانٹا بیٹ کا کنکشن ختم کر کے اسے بے ضرر
بنادیا اور اپنے اکڑے ہوئے ہاتھ کی پالش کرنے لگا۔ پھر اس نے
ماہرانہ نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ کھڑکیوں کو سیل کر دیا گیا تھا
اور عام شیشے کے پیچھے فریم میں ہلٹ پروف شیشے بھی لگائے گئے
تھے۔ انٹرکنڈیشننگ کے سوراخ پر موٹی لبر کا غلاف بڑھا دیا گیا
تھا۔ پلاسٹک کی بیٹیوں کے ذریعے دروازے اور فرش کے درمیان
بھی کوئی درز کوئی بھری نہیں رہنے دی گئی تھی۔ اگر کوئی شخص
کیس سے بھی کمرے کے اندر داخل اندازی کی کوشش کرتا تو فیبر
الارم سسٹم کے ذریعے اپنے آدمیوں کو فوراً اس کی اطلاع دے سکتا
تھا۔ الارم سسٹم کمرے کے ٹیلی فون میں فٹ کیا گیا تھا۔ مشن سر
انجام دینے کے لئے اسے جو خط ملا تھا اس میں تمام باتیں تفصیل
سے سمجھادی گئی تھیں۔ لیکن نہایت ہی خاص الخاص کاموں کے
لسلے میں اتنے زیادہ حفاظتی انتظامات کرتی تھی۔

فیبر نے فون اٹا کر کرسی پر لٹکایا اور ریوالور نکال کر میز پر
رکھ لیا۔ برف کیس کھول کر اس نے اندر نظر ڈالی۔ شپ کی کیسٹ
ایک حفاظتی خانے میں رکھی ہوئی تھی۔ فیبر نے ڈانٹا بیٹ اس کے
قریب ہی فٹ کیا تھا۔ اب اس نے وہ علیحدہ کر کے ایک طرف رکھ
دیا اور برف کیس دوبارہ بند کر دیا۔

دفعۃً ٹیلی فون میں سے ایک ہلکی سی آواز آنے لگی۔ یہ ہنسی
کی آواز نہیں تھی کیونکہ ٹیلی فون اب ٹیلی فون نہیں رہا تھا۔ وہ اس
وقت وہ طرفہ کام کرنے والا رہیو تھا۔ فیبر نے آگے بڑھ کر ریسیور
اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے ایک مدغم سی آواز سنائی
دی ”سب ٹھیک ٹھاک ہے“ آٹھ بج کر پندرہ منٹ ہو چکے ہیں میں
تمہارے پاس آ رہی ہوں۔“

فیبر کی نظر اپنی کلائی پر بندھی ہوئی روٹیکس گھڑی پر تھی۔ وہ
سخت لمبے میں بولا ”ابھی نہیں“ ابھی پانچ منٹ باقی ہیں سب کچھ
ٹھیکڈول کے مطابق ہو گا۔ ٹھیکڈول کی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔“

اس نے ریسیور رکھ دیا اور واپس اس میز کی طرف چل دیا
جس پر برف کیس رکھا تھا۔ وہ میز تک پہنچا ہی تھا کہ ایک بار پھر بزر
کی خفیف سی آواز سنائی دی۔ اس نے ٹاگوری سے میز کو فون کی
طرف دیکھا لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ آواز فون کی طرف سے
نہیں، دروازے کی طرف سے آ رہی تھی دوسرے ہی لمحے ہلکی سے
دستک بھی سنائی دی۔

”یہ کیا شروع ہو گیا!“ وہ برہمی سے بڑبڑایا۔ ریوالور ایک بار

زینے کی طرف دوڑ پڑا۔

اسی لمحے راہداری کے دوسرے سرے پر لفٹ آکر رکی اور ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ اس کا دروازہ کھلا۔ ایک جوان عورت نے باہر قدم رکھا۔ اس کے کندھے پر ایک بیگ جھول رہا تھا۔ وہ آگے آئی تو کمرے کا اکھڑا ہوا دروازہ اور بل کھاتا ڈھواں دیکھ کر اس کی آنکھیں دہشت زدہ سے انداز میں پھیل گئیں۔ اس نے چیخنے کے لئے منہ کھولا۔ مستروں کے سے لباس والا شخص اس وقت اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ زخمی بھر کر آیا اور اس نے بروقت عورت کے منہ پر تختی سے ہاتھ رکھ کر اس کی چیخ کا گلا گھونٹ دیا۔

”خاتون! اگر تم شور نہیں مچاؤ گی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“ مستری نے سرگوشی کی ”نیری بات سمجھ رہی ہوتا؟“ عورت نے اثبات میں سر ہلانے کی کوشش کی۔ مستری بولا ”ٹھیک ہے۔۔۔ میں ہاتھ ہٹا رہا ہوں لیکن تم کوئی آواز نہیں نکالو گی۔ تم سمجھو گی کہ تم نے کچھ نہیں دیکھا۔ تم گویا یہاں آئی ہی نہیں تھیں۔“ اس نے ہاتھ ہٹالیا۔ عورت صرصر کرنا پ رہی تھی۔ مستری کی سفاک نظریں اسی پر تھیں۔

وہ کانپتی ہوئی دیوار سے جا لگی اور ہینڈ بیگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے خوفزدہ لمحے میں بولی ”تمہیں جو کچھ کہتا ہے لے لو۔“ اس کی بھوری آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر وہ بیگ میں ہاتھ مارتے ہوئے بولی ”میرے پاس سو ڈالر ہیں۔۔۔ وہ تم لے لو۔۔۔ مجھے کچھ مت کہنا۔۔۔ خدا کے لئے۔۔۔ تم ساری رقم لے لو۔“

وہ اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولا ”مجھے تمہاری رقم نہیں چاہئے ہاگل کی جی۔۔۔!“ اس نے عورت کو گھونسا رسید کرنے کے لئے ہاتھ بلند کیا لیکن اسے گھونسا رسید کرنا نصیب نہیں ہو سکا۔ عورت کے بیگ میں ہی ریو لاو دو مرتبہ کر جا۔ آواز زیادہ بلند نہیں تھی۔ اس شخص کے مستروں والے لباس پر عین سینے پر ایک ننھے گلاب کا سا نشان پیدا ہو گیا جو تیزی سے پھیلنا چلا گیا۔ اس نے ہلکی لینے کے سے انداز میں آخری سانس لی اور فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

لڑکی نے نہایت بھرتی سے جھک کر اس کے ہاتھ سے بریف کیس نکالا اور اس کمرے کی طرف بڑھی جس کا دروازہ اکھڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے صرف ایک لمحے کے لئے کمرے میں جھانکا۔ اسے دروازے کے نیچے دلی ہوئی لاش کا ایک بازو اور ایک ٹانگ دکھائی دی۔ وہ فوراً ہی واپسی کے لئے مڑ گئی اور تیزی سے ہنگامی زینے کی طرف دوڑ پڑی۔ اسے افسوس ہوا ہاتھ کا کہ کوئین فیبر نے اسے پانچ منٹ پہلے اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اگر وہ پانچ منٹ پہلے اسے آنے کی اجازت دے دیتا تو شاید اسے یوں مرنا نہ پڑتا لیکن فیبر تمام ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کرنے کا قائل تھا اور اسی طرح عمل کرتے کرتے وہ مر گیا تھا۔

لڑکی کو معلوم تھا کہ فیبر کی لاش اٹھانے کے لیے اس کی حالت ٹھیک کرنے اور اس واقعے کی لپٹا پوٹنی کا کام کھینچنا خود ہی کر لیں گے۔ اس لئے اس نے وہاں رکنے یا کسی چیز کو چھونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

☆

بدھ۔۔۔۔۔ بارہ بج کر پندرہ منٹ۔۔۔۔۔ گار فیلڈ وہ ایک کالج کی لائبریری میں جہاں اہل وقت گار فیلڈ گولڈمین اور فلپس جمع تھے۔ وہ دھندلی روشنی میں ایک میز کے گرد بیٹھے تھے۔ بھوری آنکھوں والی لڑکی نے کمرے میں داخل ہو کر کیسٹ ان کے سامنے میز پر رکھی اور ایک لفظ کے بغیر واپس چلی گئی۔ کمرے کی نیم تاریک فضا میں پھیلی ہوئی بے عنوان سی افسردگی کچھ اور بڑھ گئی۔ بڑی سی میز کے وسط میں رکھی ہوئی وہ چھوٹی سی کیسٹ بہت حقیر لگ رہی تھی۔ حقیر سی نظر آنے والی اس چیز کے لئے اسٹیبلر ہوٹل میں دو جائیں تو ضائع ہو چکی تھیں اور اس آغاز کو دیکھتے ہوئے آئندہ کے لئے بھی اچھی امیدیں نہیں رکھی جاسکتی تھیں۔

جنوری کے خراب موسم ’سرد ہواؤں‘ برف باری اور تاریک بادلوں نے تو ماحول کو بوجھل بنا ہی رکھا تھا مگر کچھ تو محصل ہیں ان کے دلوں میں بھی تھا۔ گولڈمین قدرے بے یقینی سے ٹیپ کو چھو جتے ہوئے بولا ”اس کے لئے سب کچھ ہو رہا ہے؟“

گار فیلڈ نے خاموشی سے کیسٹ اٹھائی اور میز پر رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈز میں لگا کر ٹیپ دیا دیا۔ چند لمحے بعد آجمنائی جان روپر کی آواز ابھری۔ آواز میں تشویش، پریشانی اور کرب نمایاں تھا۔ پھر یکے بعد دیگرے دوسری دو آوازیں سنائی دیں۔ وہ تینوں ہی ان آوازوں کو پہچانتے تھے۔

وہ دہائٹ ہاؤس میں ہی ہونے والی گفتگو تھی۔ باتیں کرنے والے تینوں افراد تشویش زدہ تھے کہ انہیں ایک ساتھ دہائٹ ہاؤس میں کیوں بلایا گیا تھا؟ کہیں دی میٹرکس کی نو کوئی بات ظاہر نہیں ہو گئی تھی؟ گفتگو آگے بڑھتی گئی۔ آخر کار صرف اس شخص کی آواز باقی رہ گئی جسے جان روپر نے اپنے خط میں تحقیق کنندہ یا مسٹر ایکس کا نام دیا تھا۔ وہ میٹرکس کے بارے میں انکشافات کر رہا تھا۔ گولڈمین اور فلپس ایک تک گار فیلڈ کی طرف دیکھ رہے تھے گویا اس سے تصدیق چاہتے ہوں کہ جو کچھ وہ سن رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط؟ لیکن گار فیلڈ کا چہرہ ہر تاثر سے عاری تھا۔

آخر کار کیسٹ ختم ہونے لگی۔ ایک دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر تک سن کی آواز سنائی دی ”معاف کیجئے گا حضرات! آپ کو کافی دیر انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔۔۔“ اس کے بعد ٹیپ پر کوئی آواز نہیں تھی۔ گار فیلڈ نے ٹیپ ریکارڈز کا سوچ آف کر دیا۔

”کیا خیال ہے؟“ اس نے فلپس کی طرف دیکھا۔ ”یہ ٹیپ نہیں، نیوٹرون بم ہے۔ یہ امریکی قوم کو منتشر و برباد

کر کے رکھ دے گی۔ اسے فوراً ضائع کر دو۔“ فیچر نے خیال ظاہر کر دیا۔ تب گارفیلڈ نے سوالیہ نظروں سے گولڈمین کی طرف دیکھا۔ گولڈمین کھکار کر گھاسا صاف کرتے ہوئے بولا ”مجھے اس ٹیپ کی تباہ کاری میں کوئی شک نہیں لیکن میں اسے ضائع کرنے کے حق میں نہیں۔ اسے منظر عام پر بھی نہیں لایا جاسکتا۔ اسے صرف ایک دھمکی کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ تک سن تمہاری ہدایات کے دائرے میں رہتے ہوئے تمہارا ساتھ دے سکے گا تو تم بریڈ لے کو صدر بننے سے روکنے کے لئے ضرور اپنے منصوبے پر عمل در آمد کرو۔“

”اس صورت میں ہمیں ایک فون کرنا ہو گا۔“ گارفیلڈ نے کہا اور اٹھ کر ایک بک شیفٹ میں لکڑیوں کے پیچھے چُپا ہوا سیاہ پاکس نکالا جس میں ایک ٹیلی فون سیٹ موجود تھا۔ اس پر ایک نمبر ڈائل کر کے وہ بولا ”چرڈ تک سن سے میری براہ راست بات کرائیے“ جلدی وقت ضائع نہ کیجئے گا بلیر!“

چند لمحوں بعد وہ مسکراتے ہوئے بولا ”گٹڈ مارننگ مسٹر پریذیڈنٹ! میں نے سوچا آپ کو بتا دوں.... اس چیز کی ڈیوڑی ہمیں مل گئی ہے۔“

”کوئی دشواری تو نہیں ہوئی؟“ تک سن نے پوچھا۔ پچھلے سال دل کا ہلکا سا درد ہونے کے بعد سے سابق صدر کی آواز کچھ بیٹھی بیٹھی ہی ہو گئی تھی۔

”تھوڑی سی دشواری تو ہوئی۔“ گارفیلڈ نے جواب دیا، ”قاصد مارا گیا اور اسے مارنے والا بھی مر چکا ہے، اس لئے اس سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں۔“

”میں ٹیپ کب سن سکتا ہوں؟“ تک سن نے پوچھا۔ ”میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔“ گارفیلڈ نے جواب دیا۔

”مجھے یہ بتانے کی کوشش مت کرنا کہ ٹیپ مئے بئیری مجھے تمہارے مشن میں تمہارا ساتھ دیتا ہو گا۔“ تک سن نے تیزی سے کہا ”تم نے پہلے ہی جو کچھ کہہ کر مجھے تعاون پر آمادہ کیا ہے وہ تقریباً دھمکی ہی تھی حالانکہ تم سیدھی طرح بھی میرے سامنے آکر کہہ سکتے تھے کہ ”مشرک سن! یہ معاملہ ہے اور اس میں آپ کو ملک و قوم کی خاطر میرا ساتھ دینا ہے“ تمہارا کیا خیال ہے“ ملک و قوم کی خاطر میں تمہارا ساتھ نہ دیتا؟ خدا گواہ ہے کہ تم نے کیا کسی بھی دوسری طاقت نے میرے ماضی میں اگر کوئی کمزوری ڈھونڈی ہوگی تو وہ میری کوئی راز نہ غلطی نہیں ہوگی۔ وہ صرف کوئی ایسا کام ہو گا جو میں نے ملک و قوم کے مفاد میں بہتر سمجھتے ہوئے انجام دیا ہو گا لیکن دوسروں کو وہ بہتر نظر نہیں آیا ہو گا۔“

”آپ اطمینان رکھئے مسٹر پریذیڈنٹ!“ گارفیلڈ نے جمل سے کہا ”آپ ٹیپ ضرور سن سکیں گے۔ ہمیں اس معاملے کو خوش سلوبی سے نمٹانے کے لئے ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ہو گا۔“

”تمہیں میرے تحفظ کا بھی خیال رکھنا ہو گا۔“ تک سن نے

کہا۔

”جس حد تک بھی ضروری ہو آپ کو تحفظ فراہم کیا جائے گا“

سرا۔

”اگر قاصد مارا جا چکا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ بریڈ لے کے آدی ٹیپ کے پیچھے لگ گئے ہیں؟“ تک سن نے تصدیق چاہی۔ ”صورت حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقریباً دو سال سے سیف ڈیپازٹ پاکس کی نگرانی کر رہے تھے۔ اتنے مہر و محنت کے ساتھ اتنا طویل انتظار بھی کیا جاتا ہے جب بہت کچھ داؤ پر لگا ہوا ہو سرا۔“

”اس کا مطلب ہے بریڈ لے کو بچانے کے لئے مجھے بھی راستے سے ہٹانے کی کوشش ہو سکتی ہے؟“ تک سن نے دریافت کیا۔

”اس کا امکان تو ہے لیکن مجھے امید ہے کہ ایسا نہیں ہو گا کیونکہ ان میں اور ہم میں ایک بات مشترک ہے۔ وہ یہ کہ ہم دونوں ہی اپیل نہیں چاہتے۔ وہ لوگ کسی ایکٹنل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ بریڈ لے کے ہاتھ بالکل صاف رکھنا چاہیں گے۔ اگر وہ کسی ایکٹنل میں ملوث ہو گیا تو تصوراتی امیدوار کی حیثیت سے وہ گویا ختم ہو جائے گا۔ ہم بھی اس کی یہی حیثیت ختم کرنا چاہتے ہیں مگر اپیل، جھگڑے اور شور شرابے کے بغیر۔ وہ بھی اپنا کام خاموشی سے کر رہے ہیں اور ہمیں بھی اپنا کام خاموشی سے کرنا ہے۔ اگلے مرحلے کے بارے میں بات کرنے کے لئے میں آج ہی دن میں پھر کسی دقت فون کروں گا۔“

”کیلی فورنیا کے وقت کے مطابق چار بجے کے بعد کرنا۔“ تک سن نے کہا ”میں ذرا گولف کا ایک راونڈ کھیلنے جا رہا ہوں گو کہ ہاتھ پیروں میں پہلی ہی جان نہیں رہی۔“

”وہ تو ہم میں سے کسی میں بھی نہیں رہی سرا۔“ گارفیلڈ بولا، ”ہم سب کے سروں پر ہر وقت کوئی نہ کوئی تلوار بھی تو لٹکی رہتی ہے۔“

”ایک صدر کے سر پر تو کچھ زیادہ ہی تلواریں لٹکی رہتی ہیں۔“ تک سن نے قہقہہ لگایا ”میری تو زندگی اسی طرح گزر گئی ہے۔ میں ان تلواروں کا عادی ہو گیا ہوں لیکن بس ذرا خیال رکھنا کہ یہ جوئی تلوار لٹکتے گئی ہے اس سے مجھے مرنا ہی نہ دینا۔“

☆

جمعرات..... فوج کر بیس منت..... ہنری روپر ایسٹ ڈیپارٹمنٹ کا ایک شعبہ ”یورو آف انٹیلی جنس اینڈ ریسرچ“ بھی تھا جسے مختصراً آئی این آر کہا جاتا تھا۔ یہ گویا انٹیلی جنس اداروں کا کیا ز خانہ تھا ان کا فاضل اور کم اہم ریکارڈز میاں رکھا جاتا تھا۔ اس شعبے کو سب سے غریب سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بجٹ آٹھ ملین ڈالرز سالانہ تھا۔

اس شعبے میں جارج ہائی مین کا آفس کسی کلب کے کونے کھدے میں بنے ہوئے ریڈنگ روم سے مشابہ تھا۔ جارج ہائی

مین کی حیثیت بھی غیر واضح سی تھی۔ تاہم اس شبے میں سب سے اہم اور سب سے زیادہ با اختیار روی دکھائی دیتا تھا۔ وہ تقریباً پچاس کی عمر کا گول مول چربے والا آدمی تھا۔

ہنری روپر اس کے بلاوے پر اس سے ملنے آیا تھا۔ اسے اپنے آنجنباں باپ کے اپارٹمنٹ پر میل باکس میں جارج ہائی مین کا خط ملا تھا۔ باپ کے انتقال پر اس نے بے پناہ خوب صورت الفاظ میں ہنری سے تعزیت کی تھی۔ جارج ہائی مین نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں کم و بیش پچاس ہزار تعزیتی خط لکھے تھے۔ بہر حال ہنری اس خط سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اس کے آخر میں جارج نے آج اسے آفس آنے کی دعوت دی تھی جس کی وجہ سے ہنری اس وقت یہاں موجود تھا۔

جارج نے نہایت گرجوٹی سے اس کا استقبال کیا۔ چائے وغیرہ کا دور چلا اور ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ آخر کار جارج بولا ”اب نہ جانے تم کب تک واپس نہ جاسکو۔ تمہیں یہاں اپنے باپ کے ادھر سے چھوڑے ہوئے معاملات کو دیکھنا ہوگا۔ جائداد وغیرہ کا بھی انتظام سنبھالنا ہوگا۔ چنانچہ فی الحال تمہارے لئے اسی شعبے میں دفتر کا انتظام کر دیا گیا ہے۔“

”کیا میں یہ سمجھوں کہ میرا تادلہ کر دیا گیا ہے؟“ ہنری تیزی سے بولا۔

”بس جو چاہو سمجھ لو۔ تمہیں اس سے کیا، مقصد تو کام کرنا ہے۔“ جارج نے گول مول سا جواب دیا۔ اسی دوران اس کی سیکرٹری نے اطلاع دی ”سراوالٹ مارگولس آپ سے ملنے آئے ہیں۔“

والٹ مارگولس ایک جیم آدمی تھا مگر پلپلا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اوپر عمر تھا اور نہایت خوش مزاج معلوم ہوتا تھا۔ جارج نے اس سے ہنری کا تعارف کر لیا پھر ہنری کو بتایا ”یہ حیثیت ایک مدت سے میرا دوست چلا آ رہا ہے، کبھی کبھی یہ یہاں کوئی نہ کوئی ناکل کچھ نہ کچھ کاغذات کھٹکالے آ جاتا ہے۔ سکون سے بیٹھ کر وہ چیزیں کھٹکالے کے لئے اسے یہاں جگہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے سوچا ہے اسے مصیبت کو تمہارے ہی سر منڈھ دوں۔ تمہارے لئے یہاں جس آفس کا بندوبست کیا گیا ہے، اسی میں یہ بھی کبھی کبھار تمہارے ساتھ بیٹھ کر اپنے مطلوبہ کاغذات دیکھ لیا کرے گا۔ مارگولس نے وہ کمرہ دیکھا ہوا ہے، یہیں تمہیں وہاں لے جائے گا۔“

مارگولس نے بے تکلفی سے ہنری کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا اور قہقہہ لگاتے ہوئے بولا ”آؤ پر خود را! میں تمہیں ان دفاتروں کی ایسی تہی کرنے کے آداب سکھاؤں۔“

وہ دونوں جاچکے تو جارج ہائی مین نے فون پر ایک نمبر ملایا۔ دوسری طرف گارفیلڈ تھا۔ جارج تاگوارا سے بولا ”میں نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تھپی تو کر دیا ہے لیکن خدا کے

لئے آئندہ مجھے اس قسم کا کوئی کام نہ بنانا۔ آخر وہ جان روپر کا بیٹا ہے۔“

”لیکن اس بے چارے کو کچھ بھی معلوم نہیں اور اسے مارگولس کے ساتھ تھپی کر کے تم نے کوئی خراب کام نہیں کیا۔ تم دل ہڑات کر رہے۔ تمہارا کام بس اتنا ہی تھا۔ اب سب کچھ مارگولس پر چھوڑ دو۔“ اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

ادھر راہداری میں ہنری کے ساتھ چلتے چلتے مارگولس نے پوچھا ”کیا تمہیں واقعی اپنا آفس دیکھنا ہے؟“

”مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔“ ہنری نے جواب دیا۔

”ہونی بھی نہیں چاہئے۔ لعنت بھیجو آفس پر۔ آؤ چل قدم کرتے ہیں۔“ مارگولس نے اطمینان سے کہا اور چند منٹ بعد وہ عمارت سے نکل آئے۔ ہنری خاموش تھا۔ جارج اور مارگولس کے مقابلے میں وہ بہت کم مرادور تجربہ کار تھا لیکن اس نے محسوس کر لیا تھا کہ مارگولس کو زبردستی اس کے ساتھ چکا یا گیا تھا۔ اسے دو ایک ایسی نشانیاں بھی نظر آئی تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ پہلے سے سوچی سمجھی تدبیر تھی۔ انہیں مل بیٹھنے کا موقع فراہم کیا گیا تھا۔

سردی غضب کی تھی۔ دو روایت ہاؤس مینڈ کے لیے پلٹنا نظر آرہا تھا۔ ایک ویران چوراہے پر پہنچ کر آخر کار ہنری پوچھے بغیر نہ رہ سکا ”ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟“

”سوچ بچار کے لئے یہ ایک بہترین جگہ ہے۔“ مارگولس نے جواب دیا۔

”اصل بات کرو مشرا مارگولس! تم چاہتے کیا ہو؟“ ہنری نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سپاٹ گیسے میں پوچھا۔

”تو تم سمجھ ہی گئے کہ ہماری ملاقات اتفاقہ نہیں۔“ مارگولس گہری سانس لے کر بولا ”بہر حال اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بات یہ ہے کہ کل آرٹکشن کے قبرستان میں سرکاری اعزاز و انتظام کے ساتھ تمہارے باپ کی تدفین ہو رہی ہے۔ موجودہ صدر اور ایک سابق صدر اس موقع پر موجود ہوں گے۔ نیویارک سے خصوصی پروازوں سے لوگ آ رہے ہیں، ہر قابل ذکر شخصیت وہاں موجود ہوگی اور میں چونکہ قابل ذکر نہیں ہوں اس لئے مجھے مدعو نہیں کیا گیا لیکن میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے بہت سے لوگ تم سے ایسی ہی درخواست کریں گے لیکن کم از کم میرے لئے تمہیں ہر حال میں کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔“

ہنری آخر کار خوش دلی سے مسکرایا ”بس... اتنی سی بات تھی؟ جارج نے سیدھی طرح یہ بات کیوں نہیں کہہ دی؟ اتنا چکر چلانے کی کیا ضرورت تھی؟“

”جارج ایک ہیرو دور کرے اور یہی دور کرے، پروڈکٹوں کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔“ مارگولس نے جواب دیا ”تمہاری درخواست پر مجھے بھی سرکاری دعوت نامہ مل سکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے میں اس کا بندوبست کروں گا۔“ ہنری بولا۔
 ”تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں اس کی آخری رسوم میں شریک
 ہونے کا اس شدت سے کیوں خواہش مند ہوں؟“

”میرے باپ کے بہت سے گہرے دوست تھے جنہیں میں
 نہیں جانتا۔ شاید تم انہی میں سے ایک ہو۔“
 ”تمہارا باپ میرے لئے دوست سے کچھ بڑھ کر تھا۔“

مارگولس نے سفید بالوں سے بھرا سر متاسفانہ سے انداز میں ہلاتے
 ہوئے کہا ”میری اس سے پہلی ملاقات ۱۹۳۷ء میں ہوئی تھی۔ وہ اس
 وقت کینیڈی کے لئے ایک اہم مشن انجام دینے کی غرض سے
 جنوب مشرقی ایشیا کی طرف نکلا ہوا تھا۔ دست نام ’لاؤس‘، کمبوڈیا،
 تھائی لینڈ ان سب مقامات پر اس کا قیام رہا۔ میں اس وقت نام پین
 میں سی آئی اے کے لئے خدمات انجام دے رہا تھا۔ مجھے مشیر کے
 طور پر تمہارے باپ کے ساتھ منتقل کیا گیا۔ ان دنوں سی آئی
 اے کے لئے باقاعدہ لڑنے والے ہر کارندے کو ایڈوانسز ہی کہا
 جاتا تھا۔ مجھے تمہارے باپ کے ساتھ بطور ایڈوانسنگ گارڈ منسلک کیا گیا
 تھا۔ اپنے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے تمہارا باپ وہاں ہاؤس
 کی طرف سے نین باڈی گارڈ رکھنے کا اہل تھا لیکن اس نے کہا کہ
 صرف ایک ہی کافی ہے۔ ہم نے بہت اچھا وقت ساتھ گزارا۔ یا
 یوں کہو کہ اس کے لئے تو وہ وقت زیادہ اچھا نہیں تھا لیکن میرے
 لئے بہت اچھا تھا۔ پھر وہ چینیوں سے مذاکرات کرنے پر اک چلا گیا
 اور برسوں ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔“

وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔ اس کی نظریں ماضی کے
 موندھنوں میں پھٹک رہی تھیں۔ پھر اس کی آواز جیسے بہت دور سے
 آئی ”ان دنوں میں یون میں تھا۔ زیادہ تر سفر میں رہتا تھا۔ ایک روز
 مجھے اطلاع ملی کہ میری بیوی مر رہی ہے۔ رویتا اس کا نام تھا خوب
 صورت نام ہے نا؟ میں اس کے عشق میں گرفتار تھا۔ مگر اسے
 پڑیوں کے گودے کا کینسر تھا کوئی بھی اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا
 تھا۔ میں بس محشوں کے بل اس کے بیڈ کے پاس بیٹھا تھا،
 زاوونظار رو رہا تھا اور اسے مرتے دیکھ رہا تھا۔ تمہارا باپ اس
 وقت مشرقی جرمنی میں سفر تھا۔ اسے پتا چلا تو وہ خود چل کر آیا۔
 اس نے علاج کے مزید بہتر استحضات کئے اور خود میرے ساتھ بیٹھ
 گیا۔ میری بیوی کو میری نظروں سے دور اندر لے جایا جا چکا تھا اور
 میں غم بھلانے کے لئے پیچھے جا رہا تھا۔ تمہارے باپ نے بھی
 میرے ساتھ جینی شروع کردی اور مسلسل مجھے تسلیاں دیتا رہا۔ وہ
 بڑا آدمی تھا مگر میرے ساتھ مل کر روتا رہا۔ یہ جو آنسوؤں میں
 شریک ہوتی ہے نا..... یہ دوستی..... افسوس..... ان سب
 چیزوں سے بلا تر کوئی چیز ہوتی ہے وہ مجھے اسی لئے باہر لے گیا تھا کہ
 میں رویتا کو مرتے ہوئے نہ دیکھوں۔ اگر اس کا اذیت کے عالم میں
 مرتا میرے ذہن پر نقش ہو جاتا تو نہ جانے میری ذہنی کیفیت کیا
 ہوتی۔ میں تمہارے باپ سے لپٹ کر بچوں کی طرح رونے لگا۔ وہ

پھر وہ بولا ”مجھے کہنی کے لئے..... میرا مطلب ہے سی آئی
 اے کے لئے کام کرتے ہوئے اڑتیس سال ہو گئے ہیں۔ لیکن میں
 آفس بننے سے پہلے جب اس کا نام او ایس ایس تھا تب سے میں
 اس سے وابستہ ہوں۔ میری عمر اسیٹھ سال ہو گئی ہے۔ اس عمر میں
 آدمی مگر اپنی زندگی کے سفر پر نظر ڈالتا ہے تو کوئی ایسی چیز دیکھتا
 چاہتا ہے جس پر وہ فخر کر سکے۔ جس کی طرف دیکھ کر وہ کہہ سکے کہ
 ہاں زندگی کی محنت وصول ہو گئی لیکن مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں
 آتی۔ میں شاید ۷۷ء میں نوکری سے فارغ ہو چکا ہوتا لیکن نہ جانے
 کس طرح کچھ اور ملت مل گئی۔ اس سال ایک ہی دن میں خفیہ
 خدمات انجام دینے والے آٹھ سو بیس آدمیوں کو ایک ساتھ فارغ
 کیا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں، انٹیلی جنس سروس کا بچا نوے فیصد کام اب
 نیکالوئی بن چکا ہے۔ اب کمپیوٹر آگئے ہیں، مشینی داغ آگئے
 ہیں، الیکٹرانک آلات آگئے ہیں اب انہیں انسانی خدمات کی زیادہ
 ضرورت نہیں رہی۔ مجھے تم تقریباً پانچ سو سال پہلے۔ میرے پاس
 بس تھوڑی سی سہلت ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ماضی
 کو کھنگالنے کا کام کر رہا ہوں۔ میری یادداشتیں کچھ ایسی قابل فخر
 نہیں کہ میں انہیں قلمبند کر سکوں لیکن میں کینیڈی کے قتل کی
 تحقیقات کرنے والے ویرن کیشن سے رابطہ رکھنے والی ٹیم میں
 شامل تھا۔ میں اس زمانے کی بعض چیزیں کھنگال رہا ہوں۔ اور
 تھیں سن کر حیرت ہو گئی کہ میں دلی ہوئی چیزوں کو بھٹنا زیادہ کرید رہا
 ہوں، میرا یہ یقین پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی سازش
 تھی۔“

پھر وہ استہزائیہ سے انداز میں ہنس کر بولا ”یوں سمجھو کہ میں
 حکومت کے خرچ پر حکومت ہی کے مندرجہ ذیل کالک ملنے کا سامان جمع
 کر رہا ہوں۔ اسی کا نام جمہوریت ہے۔“

”کیا انہیں اندازہ نہیں کہ آپ جو کچھ جمع کر رہے ہیں وہ کس
 کے خلاف جاسکتا ہے؟“ ہنری رو پڑنے لگا۔
 ”میں ہر بات کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں کس بھی شے میں چلا
 جاؤں، کہیں سے بھی کوئی کانغہ، قلم یا فائل نکلاؤں وہ خوب چھان
 پھنگ کر مجھے دی جاتی ہے۔ انہیں یہ تو معلوم ہے کہ میں کیا بڑھ رہا
 ہوں، کیا لکھ رہا ہوں، کیا نقل کر رہا ہوں لیکن انہیں یہ نہیں معلوم
 کہ میں کیا سوچ رہا ہوں، کیا مناجات اخذ کر رہا ہوں۔ یہ بھی خدا کی
 ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان کے ذہن اور اس کی سوچوں پر

گارفیلڈ نے ہدایت کی۔

”ادھر مارگولس کی مصروفیات پر کچھنی میں ہلچل سی شروع ہو رہی ہے۔ ایک گھنٹہ پہلے ملٹ ابراہام نے مجھے فون کیا تھا۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ مارگولس کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں اس کی گھریلو زندگی کے بارے میں از سر نو معلومات حاصل کر کے ایک رپورٹ تیار کروں ویسے بھی وہ جہاں جا رہا ہے اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔“ میٹکین نے بتایا۔

”مارگولس سے کوئی کینیڈی والے معاملے میں ذرا محتاط ہو کر اور سرحد کا کام کرنے ادھر ادھر زیادہ باتیں نہ کرتا پھرے۔ اسے اپنی حدود سے ذرا بھی باہر نہیں لکھنا چاہئے۔“ گارفیلڈ نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ ریسپورر رکھنے ہی لگا تھا کہ اسے کچھ یاد آگیا وہ ذرا نرمی سے بولا ”برسبیل تذکرہ..... مارگولس کی بیوی کا کہاں اور کس طرح انتقال ہوا تھا؟“

میٹکین نے کھٹکار کر گلا صاف کیا ”میری معلومات کے مطابق اس کا انتقال نہیں ہوا سراسر ۶۷ میں ان کے درمیان طلاق ہو گئی تھی۔ عورت نے دوبارہ شادی کر لی تھی۔ بچی البتہ عدالتی کارروائی کے ذریعے مارگولس کی تحویل میں آگئی تھی۔ وہ اب تقریباً اٹھائیس سال کی ہوگی۔“

جھرت..... گیارہ بجے..... ہماری روپ

ہماری روپ نے تنقیدی نظریے صندوق سے مشابہ اس کمرے کا جائزہ لیا جو بلور دفتر اسے دیا گیا تھا۔ سی آئی اے کے ہیڈ آفس کی اس مشہور زمانہ عمارت میں پیشینہ بورڈ کمرے کے دفاتر ایسے ہی تھے۔ صاف ستھرے، مختصر اور ازبائٹ سے۔ ان میں ہر چیز کی تعداد حسب مراتب تھی۔ جس منزل پر ہماری روپ کو یہ دفتر تھا اس سے نیچے کی تیس منزلوں پر زیادہ تر کلرکل قسم کا اسٹاف تھا اور اس سے اوپر کی دس منزلوں پر ایڈمنسٹریشن کے لوگ تھے۔ ان کے آفس خاصے بہتر اور آرام دہ و پیرائے تھے، جہاں بیٹھ کر وہ دنیا بھر میں ہونے والی جنگوں اور سازشوں کے خیال بنتے تھے۔

وہ کچھ دیر دفتر میں بیٹھا رہا۔ لاشوری طور پر وہ مارگولس کا انتظار کر رہا تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر رخصت ہوتے وقت اس نے کہا تھا کہ اگر وہ اپنی میٹنگ سے جلد فارغ ہو گیا تو دوبارہ اس کے پاس آئے گا اور اس کے آفس میں ہی اس سے ملاقات کرے گا۔ مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔

ہماری کا دفتر میں دل نہ لگا۔ وہ اٹھ کر لفٹ کے ذریعے نیچے اسی عمارت میں واقع ریسٹوران میں آگیا۔ اس نے کافی منگوائی اور دھیرے دھیرے چسکیاں لینے لگا۔

”بہت خوب! تم تو بہت جلد اس ماحول سے مانوس ہو گئے۔“ اس نے مارگولس کی چمکتی ہوئی آواز سنی۔ مارگولس ایک انجینی کے ساتھ اس کی میز کی طرف آ رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے ہماری سے انجینی کا تعارف کرایا ”ان سے ملو۔ یہ لیو میٹکین ہیں۔ یہ بھی کچھنی میں

پہرے نہیں بٹھائے جاسکتے۔ حکومتیں اور خفیہ ادارے ہر چیز کا قابو میں کر سکتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ کم زکم سوچ کو تو مقید نہیں کر سکتے۔ میں اور تمہارا باپ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جنہیں پرانے خیالات کے آدمی کہا جاتا ہے۔ ہم جو کچھ بھی سوچتے تھے اس میں ملک کے مفاد کا سب سے پہلے خیال رکھتے تھے۔ آج بھی میں یہی سوچ کر گشہرہ تھان کی کڑیاں تلاش کر رہا ہوں کہ ان کا جان لیوا بی ملک و قوم کے مفاد میں ہوگا۔ گزشتہ چند سال کے دوران میرا تمہارے باپ سے رابطہ نہیں رہا تھا۔ اس دوران اگر اس نے خط یا کسی اور ذریعے سے کوئی اہم بات تمہیں بتائی ہو تو وہ تم میرے علم میں لے آؤ۔ ہر شعبہ زندگی میں بڑے بڑے کام انجام دینے کے لئے لوگوں کو مل جل کر آگے بڑھنا پڑتا ہے۔“

”میرے والد نے کبھی مجھ سے سیاست وغیرہ پر تبادلہ خیال نہیں کیا۔ وہ کوئی غیر ضروری کام نہیں کرتے تھے۔ ہماری روپ نے جواب دیا۔

دفتر مارگولس نے گھڑی دیکھی اور چونکتے ہوئے بولا ”اوہ... مجھے تو ایک میٹنگ میں جانا تھا۔ میں چند منٹ لیٹ ہو گیا ہوں۔ میں اب چلا ہوں کل قبرستان میں ہی تم سے ملاقات ہوگی۔“ اس نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

اس کے کچھ دیر بعد گارفیلڈ کے گھر میں فون کی تھنپی بجی۔ اس نے کال اپنی لا بیری میں ریسپو۔ دوسری طرف لیو میٹکین تھا۔ ”مارگولس نے ابھی فون کیا تھا۔“ میٹکین بولا ”اس کا تجزیہ یہی ہے کہ ہماری روپ کو کچھ معلوم نہیں۔“

”اتنی جلدی اس نے تجزیہ بھی کر لیا؟“ گارفیلڈ غرایا۔

”وہ اس کام میں بڑا ماہر ہے سراسر اس نے لڑکے سے بڑی جذباتی گفتگو کی تھی۔ اسے تقریباً مڑا دیا تھا۔ بڑی اچانیت کی فضا پیدا کر لی تھی۔ اس نے لڑکے کو بتایا کہ کس طرح اس کی بیوی کینسر سے مر رہی تھی اور کس طرح جان روپ نے آکر اس کی ڈھارس بندھائی تھی۔ گھنٹوں اس کے ساتھ رہا تھا لڑکے کو اگر کچھ معلوم ہوتا تو ضرور اس کا اشارہ مل جاتا سراسر! میٹکین نے کہا۔

”بعض اوقات کام کی باتیں لاشوری طور پر لوگوں کے ذہن میں محفوظ ہوتی ہیں۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہو تا کہ وہ باتیں کسی کے کام کی ہیں۔“ گارفیلڈ بولا۔

”اسی لئے مارگولس نے کینیڈی کے قتل کے سلسلے میں اپنے تحقیقی کام کا دگر بھی چھیڑا تھا۔ اگر ہماری روپ کو اپنے باپ کے توسط سے اس سلسلے میں کوئی بات معلوم ہو چکی ہو تو وہ ضرور اسے یاد آجاتی۔ بہر حال ابھی مارگولس اس سے مزید ملاقاتیں کرے گا۔ کل وہ اس کے باپ کی تدفین میں شرکت کر رہا ہے۔ اس کے بعد وہ اسے ڈنر پر مدعو کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تاکہ لڑکا کچھ اور کھل جائے۔“

”ٹھیک ہے۔ اس سے کچھ لڑکے سے قریبی رابطہ رکھے۔“

ہی ہیں۔ دو سال سے میرے پاس ہیں۔ ملٹ ابراہام کے ڈپٹی ہیں۔ پھر اس نے میگلین کو ہنری کے بارے میں بتایا۔

”اوہ“ میگلین گرجوٹی سے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا ”تو یہ جان روپر کے بیٹے ہیں۔ مجھے اپنے باپ کے احسان مندوں میں ہی شمار کیجئے۔“

مارگولس نے ویٹرس کو اشارہ کر کے مزید کافی منگوائی اور کچھ دیر دوسرا دوسری باتیں ہوئی رہیں۔ کافی ختم کر کے مارگولس ایک بار پھر گھڑی دیکھ کر اٹھتے ہوئے بولا ”بھئی مجھے تو شعبہ انصاف و قانون سے ایک فائل نکلوانے کے لئے جانا ہے۔ میرا وقت طے ہے تم دونوں ٹپ شپ کرو۔ ایک دوسرے سے دوستی بڑھاؤ۔“ اس نے ہنری کا کندھا دبایا اور رخصت ہو گیا۔

چند لمبے خاموشی سے کافی کی چمکیاں لینے کے بعد میگلین بولا ”کل آرنگٹن میں تمہارے والد کی تدفین ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو تاؤ۔“

”تمہیں بتانے کے لئے تو کیا، میرے پاس خود کرنے کے لئے کوئی کام نہیں ہے۔“ ہنری طویل سا سانس لے کر بولا ”ہر کام ہر ذمے داری سرکاری اداروں نے سنبھال رکھی ہے۔ بس میں اپنے دل میں جو ایک بے عنوان سا احساس جرم ایک ناقابل وضاحت سی ندامت لے کر آیا ہوں اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ شاید اکثر لوگوں کو والدین کے انتقال پر کچھ ایسی ہی محسوس ہوتا ہے۔ بار بار یہ خیال آتا ہے کہ ہم والدین کے لئے یہ کر سکتے تھے وہ کر سکتے تھے مگر نہیں کیا۔“

”میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں۔“ میگلین ہمدردی سے بولا۔

”ویسے تو میں اپنے والد کا سعادت مند بیٹا ہی رہا ہوں۔ معززانہ نوکری کرتا رہا۔ ان کی دولت، شہرت اور اثر رسوخ سے استفادہ کرتا رہا۔ عیش و آرام سے زندگی گزارتا رہا لیکن ان کے لئے میں نے کیا کیا؟ صرف یہ کہ سال میں دو خط لکھ دئے اور سال میں ایک مرتبہ ملاقات کر لی۔ ملاقات کرنے کے لئے بھی وہی آتے تھے، میں گھر نہیں آتا تھا۔ کئی ہفتے پہلے مجھے والد نے لکھا تھا کہ وہ بیمار ہیں لیکن میں نے دل ہی دل میں گھر نہ آنے کے بیسیوں جواز گھمڑ لئے۔ مصروف تو میں واقعی تھا لیکن کیا مصروفیت اتنی اہم ہوتی ہیں کہ ہم والدین کی زندگی کے آخری دنوں میں بھی ان کے پاس نہیں رہ سکتے؟“

میگلین نے تھمسی انداز میں سر ملایا اور ملاٹمت سے کہا ”یہ پچھتاوا دیر سے دیر سے دور ہوگا۔“

”میں یہ پچھتاوا لے کر دم واپس نہیں جانا چاہتا جبکہ وہاں دوسرے مسائل پہلے ہی موجود ہیں۔“ ہنری بولا۔

”جذباتی مسائل..... یا نوکری وغیرہ کے مسائل؟“ میگلین نے زریعہ۔

”جذباتی بھی کہہ سکتے ہیں۔ گو کہ میرے والد انہیں یہ نام نہ دیتے۔“

”کوئی لڑکی ہے؟“

”ہاں۔ لیکن ایسی لڑکی جس سے صرف رفاقت شب کا رشتہ ہوتا ہے جسے دن میں صرف ایک آدھ فون کر لیا جاتا ہے۔ جو ازپورٹ تک آپ کو رخصت کرنے آتی ہے اور جواز کے ٹیک آف کرتے ہی جسے آپ بھول جاتے ہیں۔“ ہنری نے جواب دیا۔

”تو پھر ریشانی کس بات کی ہے؟“ میگلین نے جانا چاہا۔

”بس ایک بے نام اداسی ہے۔“ ہنری بولا ”میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مجھے اتنی ابن آرائے شے میں آفس کیوں دیا گیا ہے اور میں وہاں بیٹھ کر کیا کروں؟“

میگلین دستانے پینتے ہوئے بولا ”تم دل جی سے وہاں بیٹھو، یہ میرا مشورہ ہے۔ میں تمہارے باپ کا احسان مند رہا ہوں اور مجھے بھی ان کا احسان اتارنے کا موقع نہیں ملا۔ اگر تم میاں رہے تو شاید مجھے ان کا کوئی احسان اتارنے کا.... یا پھر تمہارے مزید احسان مول لینے کا کوئی موقع مل جائے۔ تمہیں جلد ہی اندازہ ہو جائے گا کہ تمہارا میاں رہنا کتنا اہم ہے۔“ وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہنری پر خیال انداز میں اسے جاتے دیکھتا رہا۔ وہ اس کے الفاظ کا صحیح مطلب سمجھنے سے قاصر تھا لیکن پھر وہ کندھے اچکا کر رہ گیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وقت ہی اس کی ایسی باتیں سمجھا دیتا ہے جو ابتدا میں سمجھ میں نہیں آتیں۔

جمعہ..... سات بج کر پانچ منٹ..... گارفلڈ

گارفلڈ بیڈ روم میں لیٹا بڑے اٹھناک سے واشنگٹن پوسٹ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کی بیوی کی حیرت کرے میں جھماک کر اس کی توجہ ناشتے کی طرف دلا چکی تھی جو قریب ہی ٹرے میں رکھا تھا اور ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ دھنچکا گارفلڈ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اس کی نظر اخبار پر ہی جمی ہوئی تھی مگر اس کا ہاتھ ٹیلی فون کی طرف بڑھ چکا تھا۔

چند لمبے بعد وہ تک من سے بات کر رہا تھا۔ تک من کی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی تھی اور وہ ناگوار سی کہہ رہا تھا ”تمہیں معلوم ہے کبھی فوریا میں اس وقت صبح کے چار بج کر سات منٹ ہوئے ہیں؟“

”مجھے معلوم ہے سراسر لیکن بات ہی اتنی ضروری تھی کہ مجھے آپ کو نیند سے جگانا پڑا۔“ گارفلڈ معذرت خواہانہ لہجے میں بولا ”واشنگٹن پوسٹ نے باوثوق ذرائع سے رپورٹ چھپائی ہے کہ بریڈلے دو تین روز کے اندر اندر باضابطہ طور پر اپنے صدارتی امیدوار ہونے کا اعلان کرنے والا ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہے؟“

واشنگٹن پوسٹ بطور باوثوق ذرائع سے معلومات حاصل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو بات نوے فیصد درست ہوتی ہے۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ تک من کی آواز سے غنودگی غائب

ہو گئی۔

”ہمیں اپنے منصوبے پر عمل درآمد کی رفتار تیز کرنا پڑے گی۔“ گارنٹیلہ بولا ”آپ کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ٹیپ کی دھمکی کے ہتھیار سے اس پر براہ راست حملہ آور ہونا پڑے گا۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمیں ہر حال میں اس کو صد اترتی امیدوار ہونے کا باضابطہ اعلان کرنے سے روکنا ہے۔ کیس ایسا نہ ہو کہ تیر کمان سے نکل جائے۔“

”ایک بار پھر سوچ لو۔ تم میری سیاسی پوزیشن، پارٹی میں میرا مقام، میری بچی بچی نیک نامی اور ساکھ سب کچھ داؤ پر لگوا رہے ہو۔“ ٹک سن کے کنبے میں ہچکچاہٹ تھی۔

”مشریف ریڈنٹ! آپ وعدہ بھی کر چکے ہیں اور دعویٰ بھی کہ ملک اور قوم کی بہتری اور مستقبل کی خاطر آپ ہمیشہ ہر خطہ مول لینے کے لئے تیار رہے ہیں اور تیار رہیں گے۔“ گارنٹیلہ نے گویا اسے یاد دلایا ”اس وقت کوئی دوسرا امریکی شہری وہ کدوا راوا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے جو آپ کر سکتے ہیں۔ بریڈلے اس وقت واشنگٹن میں ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ وہ آج رات لاس اینجلس میں ایک اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں آج رات ہی اس کے خطاب کے بعد اس کا آپ سے سامنا ہو جائے۔ اس کے لئے ہم کچھ ٹیکنیکل اختیارات کر رہے ہیں۔ وقت وغیرہ کے بارے میں تفصیلات ہم بعد میں طے کر لیں گے۔“

”میں ٹیپ کب سن سکتا ہوں؟“ ٹک سن نے دریافت کیا۔
”اس کے خاص خاص نکات پر مشتمل مواد آپ کو جلد ہی مل جائے گا۔ بریڈلے سے بات کرنے کے لئے اتنا ہی مواد کافی ہو گا۔“ گارنٹیلہ نے جواب دیا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ میں پوری ٹیپ نہیں سن سکتا؟“ ٹک سن کے لمبے میں ناگوارائی تھی۔

”آپ کے حق میں یہی بہتر ہے سر! اس ٹیپ کا جتنا زیادہ حصہ کوئی مٹے گا اس کی جان کو اتنے ہی زیادہ خطرات لاحق ہوں گے۔ میں آپ سے جلد ہی دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔ خدا حافظ۔“ اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

جسہ..... بارہ بجے..... ہنری روپ

اپارٹمنٹ ہاؤس میں اینڈرگراؤنڈ پارکنگ لاٹ میں ہنری کے باپ کے لئے پارکنگ کی جگہ مخصوص تھی اور وہاں اس کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ ہنری نے اپنی پورے اسی جگہ روکی اور انجن بند کر دیا۔ باپ کا اپارٹمنٹ باپ کی پارکنگ کی جگہ، دیگر تمام چیزیں اور جائیداد سب کچھ اب ہنری کا تھا۔

ہنری نے گاڑی میں ہی بیٹھے بیٹھے سگریٹ سلگائی۔ اس کی انگلیوں میں خفیف سی لرزش تھی۔ وہ اپنے باپ کی تدفین سے فارغ ہو کر آتا تھا اور وہاں کے تمام مناظر ابھی تک اس کی نظروں

میں گھوم رہے تھے۔ صدر سمیت کیسے بڑے بڑے لوگ اور ان کی بیگمات مائتی لباس میں موجود تھیں۔ کس طرح سب نے فردا فردا اسے تسلیاں دی تھیں۔ کس طرح اس کے باپ کے جنازے کو سات توپوں کی سلامی دی گئی تھی۔ آتے وقت کس طرح مارکوس نے گویا اس کی مزید دلجوئی کے لئے اسے ڈنر کی دعوت دی تھی اور ہنری نے جان چھڑانے کے لئے ہائی بھلی تھی۔

پارکنگ کے خانے میں اندھیرا تھا اور اس وقت اندھیرا ہنری کو اچھا لگ رہا تھا۔ سگریٹ ختم کر کے آخر کار وہ گاڑی سے اتر آیا۔ عمارت کی لابی میں عمارت کے نگراں نے اسے دور سے دیکھ کر سلام کیا۔ شاید وہ کچھ کتنا چاہتا تھا لیکن ہنری نظر چرا کر تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ اس وقت کچھ سنتا نہیں چاہتا تھا۔ عمارت کا نگراں بھی اس کے باپ کے احسان مندوں میں سے تھا اور ہنری کے ساتھ بھی اس کا رویہ بے حد احسان مندانہ تھا۔

اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولتے ہی ہنری کو حیرت کا زبردست جھٹکا لگا۔ سامنے گرینڈ نما کر باجھ روم سے نکل رہی تھی۔ اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھی اور اس کی سرخ و سپید صحت مند جلد روشنی میں چمک رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بیئر ڈراڑھا تھا۔ ہنری کو دیکھتے ہی اس نے ایئر ڈراڑا ایک طرف پھینک دیا اور دوڑ کر گھنٹوں کے بل بیٹھنے ہوئے ہنری کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ آنسو یکدم ہی اس کی آنکھوں سے یوں بسنے لگے گویا کسی مشینی فوارے کا پاشن دبا دیا گیا ہو۔ ہنری کو معلوم تھا کہ اس طرح کے کاموں میں وہ بڑی ماہر تھی۔ وہ اطالوی میں تعزیت کرتے ہوئے بین کر رہی تھی۔ ہنری کو اندازہ تھا کہ ان حرکات و سکنات میں دکھاوا کتنا تھا اور اظہار غم کتنا۔
”تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ کیوں آن پتھیں تم یہاں؟“ ہنری برہمی سے چلا یا۔

گرینڈیا کی آواز زاری جاری رہی تو وہ اسے کندھوں سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھاتے ہوئے پہلے سے زیادہ برہمی سے بولا ”میں کہتا ہوں بند کرو یہ رونا دھونا۔ میں پوچھ رہا ہوں تم یہاں کیوں آئی ہو؟“ اس کی مٹھیاں جھنجھکی گئیں ”میری بات کا جواب دو گلدھے کی بچی!“

گرینڈیا نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو چھڑایا، آنسو پونچھے اور اپنے خدو خال کی تمام تر کشش کے ساتھ ایک کاؤچ پر ڈھیر ہوتے ہوئے دیکھی رہی۔ بولی ”میں تمہیں دلاس دیتے، تمہاری ڈھارس بندھانے آئی تھی سنگدل..... سؤر کے بچے! مگر مجھے اب معلوم ہوا کہ تمہیں کسی تسلی یا دلا سے کی ضرورت نہیں۔“ اس کی خوب صورت آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں ”میں پانچ ہزار میل کا سفر کر کے تمہارے دکھ میں شریک ہونے کے لئے آئی تھی مگر تمہیں تو کسی کی بھی ضرورت نہیں۔“

ہنری برہمی کے عالم میں بیڈ روم کے دروازے پر پہنچا۔ اندر بیڈ گرینڈیا کا تمام نسوانی سامان اور لمبوسات پھیلے ہوئے تھے۔ وہ

پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا ”تمہارے پاس چابی نہیں تھی؟ تم اندر کیسے آئیں؟“

”عمارت کے نگراں نے مجھے اندر پہنچایا۔ پاس کی کے ڈریلے۔“ وہ اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر سگریٹ سلگانے لگی ”وہ بے چارہ تو انکار افسوس بھی کر رہا تھا کہ سڑبھری روپر اپنے سر کے جنازے میں شرکت سے رہ گئیں۔“

”وہ تمہیں میری بیوی سمجھا تھا؟“ بھری ایک بار پھر غصے سے چلایا۔

”ظاہر ہے ورنہ وہ مجھے اپارٹمنٹ میں کیسے داخل ہونے دیتا؟“ وہ اطمینان سے بولی اور سگریٹ کاش لینے لگی۔ بھری نے بھیجھا کر اپنا کوٹ بیڈ پر پھیٹک دیا۔

جعبہ..... بارنج کر تیس منٹ..... ڈوئلڈ پٹیرن

سی آئی اے کا سربراہ ڈوئلڈ پٹیرن کا کٹر ظیاری کے رفتار سے سفر کرتا تھا۔ اس وقت وہ انزفوس کے ایک طیارے میں نیویارک سے واشنگٹن پہنچا تھا بے شمار سولتیس ایسی ٹھیں جنہیں وہ ضرورت پڑنے پر کسی سے اجازت لئے بغیر استعمال کر سکتا تھا۔ اگر ضرورت بہت ہی شدید ہوتی تو وہ صدر کا طیارہ بھی استعمال کر سکتا تھا۔ اس کی آمدورفت کو آسان بنانے کے لئے پورا فضا ٹریفک روکا جاسکتا تھا اور پروازوں کے شیڈول میں ردوبدل کیا جاسکتا تھا۔ اسے خوش آمدید کہنے اور اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے ملک کی پوری یورو کرسی اپنی مصروفیات ملتوی کر سکتی تھی، کسی بھی شہر کے کسی مقام تک اس کی باسولت آمدورفت کے لئے تمام ٹریفک روکا جاسکتا تھا۔

انزفوس سے وہ جب لینڈنگ کی طرف روانہ ہوا تو دو کار میں اس کی کار کے پیچھے تھیں اور ایک کار آگے۔ ان میں پولیس، سیکرٹ سروس اور یورو کرسی کے آدمی موجود تھے جو پانچے کا پانچے اسے لینے پہنچے تھے۔ آفس پیچ کر اس نے سب کو رخصت کر دیا۔ صرف ملٹ ابراہام اس کے ساتھ تھا۔ ابراہام کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ابراہام ہی نے اس کے لئے سینٹر امپوز بریڈلے کا واشنگٹن کا نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے ریسیور پٹیرن کی طرف بڑھا دیا۔

”مجھے تمہارا تار ملا....“ پٹیرن نے تیزی سے کہا ”آخر ایسی کیا مصیبت آن پڑی تھی جو مجھے فوراً یہاں پہنچنے کے لئے کہا گیا؟“

پھر یکدم پٹیرن کو احساس ہوا کہ وہ اپنے کسی ماتحت سے بات نہیں کر رہا تھا اس کے لیے جس نری آگئی ”میں اس وقت نیویارک میں تھا۔ فوری طور پر واپس یہاں پہنچنے کے لئے مجھے آدھے شہر کا نظام درہم برہم کرنا پڑا۔“

”میں نے تمہارے لیے کابڑا نہیں مٹایا۔“ بریڈلے پُرسکون لیے میں بولا۔ وہ آواز بلند کئے بغیر بڑے سے بڑے جھوم کو قابو میں کرنے کے پھر سے واقف تھا۔ اس کا لہجہ ڈولا دپر چڑھا ہوا ریٹم ہوتا

تھا ”ایریڈونا نے کل رات مجھے فون کیا تھا۔ حسب معمول رات گئے کیا تھا۔“ وہ بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ اس نے لفظ ”ایریڈونا“ اس طرح استعمال کیا تھا جیسے وہ کسی علاقے کا نہیں کسی شخص کا نام ہو۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایریڈونا اب رات کو سوتا ہی نہیں۔“ بریڈلے کہہ رہا تھا ”اسے تم سے بات کرنا بھی اور تم سے براہ راست بات نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کا کمنا ہی تھا وہ اسٹیٹر ہوٹل والے واقعے کے بارے میں کوئی بات کرنا چاہتا تھا۔ اس کا کمنا تھا کہ تم سمجھ جاؤ کہ تمہاری کچھ سمجھ میں آیا وہ کیا کمنا چاہتا تھا؟“

”ہاں“ پٹیرن نے مختصر جواب دیا۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ بولا۔

”وہ بہت تشویش زدہ معلوم ہوتا تھا۔ ایسا کیوں تھا؟“

”تمہیں تو اس کی طبیعت کا پتا ہی ہے۔ سینٹر! تمہیں اس کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ پٹیرن نے کھٹکار کر گلا صاف کیا ”تم آج رات لاس اینجلس جا رہے ہو؟“

”ہاں ٹیک مجھے بعد میرا جہاز پرواز کرے گا۔“ بریڈلے نے جواب دیا۔

”تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟“

”نہیں۔ بریڈلے ہاتھ میں صرف ایک اجتماع سے خطاب کرنا ہے۔ پھر بریڈلے اصل موضوع پر واپس آگیا ”کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ“ مجھے خوشی ہوگی۔ ایریڈونا بول بھگی طور پر فون میں کیا کرتا۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق میری ذات سے ہے....“

”کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“ پٹیرن تھیکے لیے میں بولا ”میں اسٹیٹر ہوٹل میں ایک چیز کی وصولی کا معاملہ تھا جو راز گرد ہو گیا۔“

”تم لوگ جب لفظ چیز استعمال کرتے ہو تو اس کے معانی بہت وسیع ہوتے ہیں کیا وہ کوئی اہم چیز تھی؟“ بریڈلے کے ماتم لہجے میں اصرار تھا۔

”میرا خیال ہے ہم اس کے بارے میں فون پر بات نہیں کر سکتے مجھے معلوم بھی نہیں ہے۔“

”مجھے امید ہے کہ تم مجھے بے وقوف نہیں سمجھتے ہو گے پٹیرن!“

”سینٹر! جتنا جتنا میرا دواؤ پر لگا ہوا ہے اتنا تمہارا نہیں ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ ہم دونوں ایک طرف ہیں اور اکتھے کام کر رہے ہیں۔ میں یہاں تمہارے مفادات کی حفاظت کے لئے بیٹھا ہوں اور ایریڈونا بھی یہی کر رہا ہے۔“

”میں اس کا مطلب یہی لیتا ہوں کہ ہمارے مفادات ایک ہیں۔“ بریڈلے بولا ”مجھے امید ہے کہ ایریڈونا کسی معاملے میں مجھے آگاہ کئے بغیر اپنے طور پر کوئی قدم نہیں اٹھا رہا ہو گا۔“

”تمہیں معلوم ہے وہ ایسا نہیں کرے گا۔“ پٹیرن بولا۔

”ہم سب کے حق میں یہی بہتر ہے۔ ویسے بھی یہ موقع خود مختار نہ اور انفرادی فیصلوں کا نہیں ہے۔“ بریڈلے نے تنبیہ کے سے انداز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ پیٹر نے تیزی سے پوچھا۔

”واشنگٹن پوسٹ نے آج صبح ایک رپورٹ چھاپی ہے جس میں پیش گوئی کی گئی ہے کہ میں دو تین روز میں باضابطہ طور پر صدر اعلیٰ امیدوار ہونے کا اعلان کر دوں گا۔ یہ خبر انہیں میں نے یا میرے آفس نے نہیں دی۔ اس کی میں قسم کھا سکتا ہوں۔ میں نامعلوم ذرائع سے اس طرح کی خبریں باہر جانا پسند نہیں کرتا۔“

”سنت....“ پیٹر نے بڑبڑایا۔

”میں بھی یہی کہنے والا تھا۔“ بریڈلے کے لہجے میں بدستور ملائمت تھی ”مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں معاملات کو کس طرح دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر بھی احتیاط و وضاحت کر رہا ہوں کہ تمہارے یا ایریزونا کے ذہن میں کوئی بات ہو یا تم کوئی فیصلہ کرنے لگو تو مجھے ضرور پوچھ لیا کرو تمہیں تو معلوم ہی ہوتا ہے کہ میں کس وقت کہاں ہوتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ پیٹر نے لہجے میں تناؤ تھا۔

”ایک بات اور پتہ.....!“ بریڈلے کے لہجے کی ملائمت برقرار تھی ”میں چاہتا ہوں ہم ذرا اور وضاحت کے ساتھ ایک دوسرے کو سمجھ لیں۔ میں بالکل صاف ستھری انتخابی مہم چلا رہا ہوں اور کامیابی کی شاہراہ پر کافی آگے نکل آیا ہوں۔ میں اس صاف ستھری مہم میں گندگی کا کوئی چھینٹا بڑے دیکھنا پسند نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی بھی قسم کی مداخلت برداشت کروں گا۔“

پیٹر نے ایک لمحے کے لئے سختی سے دانت پیچھے لئے لیکن پھر وہ اپنے آپ کو ڈھلا چھوڑتے ہوئے ہمارے لہجے میں بولا ”جیسے تم کو سگے ویسے ہی ہو گا سینیٹر!“

جمعہ..... بارہ بج کر پینتالیس منٹ..... مارگولس میکین کے فون کی گھنٹی بجی۔ ریسور اٹھاتے وقت اس کی پیشانی پر ناگواری کی کشائیں تھیں۔ دوسری طرف سے دھیمی سی آواز سنائی دی ”مارگولس بول رہا ہوں۔ میں نے بڑی جھک بازی سے ایک فائل بغیر چیک کرائے نکلائی تھی۔ اس سے کچھ نئی چیزیں سامنے آئی ہیں۔ واقعات کی کچھ کڑیاں مل رہی ہیں۔ میں تم سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔“

”کیا بہت اہم انکشافات ہیں؟“ میکین نے تذبذب کے عالم میں پوچھا۔

”بہت“ بوڑھے مارگولس کی آواز میں ہیجان کے باعث ہلکی سی لرزش تھی ”کچھ نام بھی سامنے آئے ہیں۔ خاص طور پر ایک نام جو میرے لئے نیا ہے۔ باہر کا آدمی ہے۔ کچھ کڑیاں نہیں مل رہیں۔ تم دماغ لڑاؤ گے تو شاید وہ بھی مل جائیں۔ جتنے زیادہ لوگ سر جوڑ کر پیشکشیں اتنا ہی بہتر ہے۔“

میکین نے گھڑی دیکھی۔ گارفیلڈ نے اسے ہدایت کی تھی کہ

وہ آئندہ بارہ گھنٹے تک اپنے فون کے پاس موجود رہے۔ دوسرا کام بھی خواہ کتنا ہی اہم ہو تا لیکن گارفیلڈ اپنی ہدایت کی خلاف ورزی ہرگز پسند نہ کرتا۔ ایک لمحے کی خاموشی کے بعد میکین بولا ”تم خود ہی یہاں کیوں نہیں آ جاتے۔ میں بہت بری طرح جھنسا ہوا ہوں۔ یہاں سے مل نہیں سکتا۔“

”میں بھی نہیں آسکتا۔ میرے لئے آج کا دن بے پناہ مصروفیت کا رہا ہے۔ آج شام میں نے سبزی روپ کر بھی اپنے گھر دو کر رکھا ہے۔“ ایک لمحے کے توقف کے بعد مارگولس بولا ”ایسا کرتے ہیں..... اس معاملے کو کل پر اٹھا رکھتے ہیں کل صبح تم میری طرف آ جانا۔ میرا خیال ہے اتنی سی تاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

”ٹھیک ہے“ میکین بولا ”تم بالکل پرسکون رہو..... اور ذرا اپنے گرد و پیش کا خیال رکھنا۔ خیرادر رہنا۔“

والٹ مارگولس نے جو نمبی سلسلہ منقطع کیا، اس کے اپارٹمنٹ کے عین نیچے والے اپارٹمنٹ میں موجود ایک ٹیکنیشن نے بھی اپنے کالوں سے ہیڈ فون اُٹار دیا اور اپنے سامنے رکھی ہوئی ریکارڈنگ مشین کے کنٹرول پینل پر سیدھا ہوا کر بیٹھ گیا۔ اس نے بال پوائنٹ سنبھالا اور اپنے پاس رکھے ہوئے رائٹنگ پیڈ پر لکھا۔ ”نمبر ۳۲۹ تا ۳۶۰ سلسلہ نیپ..... فون کرنے والے کا نام والٹ مارگولس۔ کال ریسپو کرنے والا نامعلوم۔ موضوع: ایک فائل کا حصول، کچھ ناموں وغیرہ کا انکشاف... نیچر کی صبح مارگولس کے اپارٹمنٹ پر ملاقات طے پائی ہے۔“

لکھنے سے فارغ ہو کر اس نے گھڑی دیکھی۔ کچھ سوچا، پھر ایک نمبر ڈائل کیا۔ سلسلہ ملنے پر وہ بولا ”میں نے سوچا یہ ریکارڈنگ شمس فوری طور پر سنو اڈوں تو بہتر ہے۔ دو منٹ کی گفتگو ہے۔“ اس نے نیپ کو کچھ واپس مٹھایا پھر ریکارڈنگ مشین کو فون سے منسلک کر دیا۔

ریکارڈ شدہ گفتگو ختم ہوئی تو اس نے ریسور دوبارہ کان سے لگایا اور بولا ”دو ماہ سے میں یہاں بندھا بیٹھا ہوں اور شاید آج پہلی بار کوئی کام کی بات ریکارڈ کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔“

جمعہ..... ایک بج کر پندرہ منٹ..... لاکوئس اس مکان کی ہر گھڑی پر سبز رنگ کے بلائینڈز موجود تھے اور صحرائیں ایک پہاڑی پر اس انداز سے بنا ہوا تھا کہ دور سے نظر نہیں آتا تھا۔ بلائینڈز ہر وقت گرے رہتے تھے تاکہ ایریزونا کی صحرائیں روایات کے مطابق آب و تاب سے چمکتے ہوئے سورج کی شعاعیں مکان کے اندر نہ پہنچ سکیں۔ باہر صحرا جھل رہا ہوتا تھا لیکن اندر مکان میں خشکی اور لمبکی روشنی پھیلی رہتی تھی دھوپ کی تپش یا چاک اندر نہیں پہنچتی تھی۔

لاکوئس اس وقت گھڑی کے قریب وکیل جیفری بیٹھا ہاتھ سینے پر باندھے، آنکھیں بند کئے دل ہی دل میں بائبل کی دعائیہ آیات پڑھ رہا تھا۔ لمبکی روشنی میں بھی اس کی تنہی، چٹنی کوہڑی

پک رہی تھی۔ اس کی رنگت چمپکی کے پیٹ کی طرح زرد اور جلد
 گویا موی جی جیسی عموماً ان لوگوں کی ہوجاتی ہے جنہوں نے مدتوں
 سے سورج کی روشنی نہ دیکھی ہو۔ وہ ایک عمر رسیدہ آدمی تھا۔
 جڑوں کا گوشت ذرا لٹکا ہوا تھا لیکن اس کی کھال میں جھڑیاں نہیں
 تھیں۔ اس کے ہونٹ ہوش خشک اور چٹے ہوئے سے رہتے تھے۔
 دفعتاً فون کی ٹھنٹی بج اٹھی۔ اس نے اپنے ڈھیلے ڈھالے لمبے
 ریشی لمبا دے کی جب سے ایک چھوٹی سی گھڑی نکال کر وقت دیکھا
 اور اپنی وکیل جیٹر کے بازو پر لگا ہوا ایک ٹین دایا۔ موٹر والی بے
 آواز وکیل جیٹر آہستگی سے آگے بڑھی۔ وہ اسے کوئے میں لگی ہوئی
 شاندار میز تک لے آیا۔ وکیل جیٹر کو میز کے عقب میں روکنے کے
 بعد اس نے ریسور اٹھایا۔ دوسری طرف سی آئی اسے کا سربراہ
 ڈونالڈ پیٹرن تھا۔

”میرا خیال تھا کہ تم کچھ جلدی فون کرو گے۔“ لاکروکس نے
 انگلی سے دھیرے دھیرے کچنی مسلتے ہوئے کہا۔
 ”بیڑے لے جاؤ آ رہے ملا تھا اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ تم
 چاہتے ہو میں تمہیں فون کرنے سے پہلے واشنگٹن واپس پہنچ جاؤں۔
 ظاہر ہے اس صورت میں کچھ تاخیر تو ہونی ہی تھی۔“ پیٹرن نے
 جواب دیا۔
 ”خیر..... کوئی بات نہیں تم تنہا ہو؟“ لاکروکس نے پوچھا۔
 ”ظاہر ہے۔“
 ”بے فکر سی بات کر سکتے ہو؟“
 ”ہاں یہ فون بالکل محفوظ ہے۔“ پیٹرن نے جواب دیا۔
 ”ٹھیک ہے۔“ اس نے بڑی نفاست سے اپنے ریشی لمبا دے
 کی کچھ ٹکٹیں درست کیں اور ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولا
 ”کچھ انجینس پیدا ہو گئی ہیں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔“
 ”وی ٹیپ کا مسئلہ؟“ پیٹرن نے تصدیق چاہی۔
 ”ہاں! سنسور ہوٹل والے مسئلے کے بعد میں نے احتیاطاً جو یلو
 کو کیلی فورنیا بھیجا تھا کہ وہ ذرا کن کن کے گرد پیش کو کھٹکے....“
 ”تم نے مجھے مطلع کئے بغیر ہی یہ قدم اٹھالیا؟“ پیٹرن اس کی
 بات کانٹے ہوئے تیزی سے بولا۔

”ہمارے درمیان رابطہ قائم ہونا آسان نہیں ڈیڑھ پیٹرن!
 خصوصاً جب تم سفر میں ہوتے ہو۔ ہم صرف محفوظ ذرائع سے ہی
 گفتگو کر سکتے ہیں۔“ لاکروکس مرمیاً نہ لہجے میں بولا ”دوسرے میں
 نے جو یلو کو صرف مرن گن لینے بھیجا تھا کچھ اور کرنے نہیں۔ میں
 نے سوچا کہ اگر ہم ٹیپ حاصل نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ معلوم
 کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں کہ وہ کس کے پاس ہے۔“
 ”وہ کس طرح؟“
 ”بھینے کی کوشش کرو۔ ہمیں یہ فرض کرنا پڑے گا کہ ٹیپ یا تو
 حکومت کے قبضے میں ہے یا پھر سیاسی طور پر بریڈلے سے شدید
 مخالفت رکھنے والی کسی پارٹی کے پاس۔“ لاکروکس نہایت تھل سے
 بولا ”بہر حال.... ٹیپ جس کے پاس بھی ہے وہ اس کی اہمیت کی

”اور ان باتوں کی تصدیق کون کر سکتا ہے؟“ پیٹرن نے
 اکھڑے اکھڑے سے لہجے میں پوچھا۔

”کھلے اور عام طریقے سے تو کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ ان
 ڈائریکٹ طریقے سے تک سن کر سکتا ہے جو اس وقت صدر تھا۔“
 ”تم نے کہیں تک سن سے رابطہ کرنے کی کوشش تو نہیں
 کی؟“ پیٹرن نے تیزی سے پوچھا۔

”احقانہ باتیں مت کرو۔ میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں
 کی۔“ لاکروکس ناگواری سے بولا۔ ”میرا اندازہ تھا کہ ٹیپ کے
 حقیقی ہونے کے بارے میں اگر کوئی بھی شک و شبہ ہوا تو تک سن کو
 ضرور اس معاملے میں کھیٹا جائے گا اور اگر تک سن کو نہیں تو اس
 کے کسی ایسے قریبی آدمی سے ضرور رابطہ کرنے کی کوشش کی جائے
 گی جو ٹیپ کی اصلیت اور اہمیت کا تعین کر سکے۔ سان ٹیمنٹ
 کیلی فورنیا میں تک سن کے اسٹاف میں تمہارا جو آدمی موجود ہے
 میں نے جو یلو کو اس سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔“
 ”تم جیک ہیبری کی بات کر رہے ہو؟“

”ہاں جو یلو نے جیک ہیبری سے رابطہ کیا تھا اور میری توقعات
 سے بڑھ کر اہم بات معلوم ہوئی۔“ لاکروکس بولا ”چا چلا کہ تک سن
 سے تو پہلے ہی رابطہ قائم کیا جا چکا ہے۔ جو یلو نے کل یہ رپورٹ دی
 ہے۔“

”کنا انہوں نے تک سن کو ٹیپ سنوائی ہے؟“
 ”جو یلو یہ نہیں جان سکا اور جیک ہیبری کو بھی یہ بات معلوم
 نہیں۔“ لاکروکس ٹھنڈی سانس لے کر بولا ”البتہ جیک کو امید ہے
 کہ وہ یہ بات معلوم کر لے گا فی الحال اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ
 ٹیپ کن کے پاس ہے اور وہ اس کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے
 ہیں۔“

”اگر اس کا تعلق ہم سے.... دی میٹرکس سے ہے تو....“
 ”خوش فہمی میں جتلا رہے گا کوئی فائدہ نہیں۔ تعلق تو یقیناً
 ہے۔“ لاکروکس اس کی بات کانٹے ہوئے بولا ”اب تو قابل غور
 مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس ٹیپ کی بنیاد پر بریڈلے کو کوئی دھمکی دی جاتی
 ہے تو ہمیں وہ ٹیپ حاصل کرنی ہوگی اور یہ کام جتنی جلدی ہو جائے
 اتنا ہی اچھا ہے۔“

”میری کچھ ہی دیر پہلے بریڈلے سے بات ہوئی ہے۔“ پیٹرن
 بولا ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی انتخابی مہم میں ہماری دخل
 اندازی قطعاً نہیں چاہتا۔ اگر اسے کسی ذرا سی بھی غلط حرکت کا شبہ

ہوا۔۔۔“
”سینئر سے سنئے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔“ لاکروکس اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا ”ہماری ایک دوسرے سے کچھ.... ذہنی ہم آہنگی ہے۔“

”تمہیں شاید جلد ہی اس ذہنی ہم آہنگی سے کام لینے کی ضرورت پڑ جائے۔“ پیٹرکس جھپٹتے ہوئے لہجے میں بولا ”وہ ہماری حقیقت پرستی کو بحول کر کچھ کچھ اخلاقیات کی حدود میں پاؤں دھرنے لگا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں جلد ہی اسے ناپسند نہ کرنے لگوں۔ وہ بہت اونچی ہواؤں میں ہے۔ اس نے تو شاید ابھی سے اپنے آپ کو صدر امریکا سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اگر وہ پارٹی کی طرف سے نامزد ہو گیا۔۔۔“

”اس میں اگر تم کو تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔“ لاکروکس ایک بار پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا ”تم اسے نامزد ہی سمجھو۔“

”تم نے کبھی سوچا کہ اگر وہ نامزد ہونے کے بعد بالکل ہی ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا تو....؟“
”میں تمام امکانات کا جائزہ لے چکا ہوں۔ میری نظر میں یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔“
”لیکن شپ کا ٹکسن تک پہنچنا تمہاری نظر میں اس سے زیادہ بڑا مسئلہ ہے؟“

”ہاں“ لاکروکس نے ایک لمحے سوچنے کے بعد جواب دیا۔
پیٹرکس استہزائیہ سے انداز میں ہنس دیا۔ لاکروکس کو اس کی ہنسی اچھی نہیں لگی۔ اس کے جسم میں تناؤ آگیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ پیٹرکس کو سخت انداز میں کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے نہیں کہ سی آئی اے کے سربراہ کی حیثیت سے وہ ایک بے پناہ طاقتور آدمی تھا بلکہ صرف اس لئے کہ وہ کتنی کے ان چند آدمیوں میں سے ایک تھا جو لاکروکس کی زندگی کے سب سے بڑے راز سے آگاہ تھے اور وہ راز یہ تھا کہ لاکروکس دھوپ میں چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ کئی طرح کی بیماریوں، امراض قلب اور فالج کے حملے کے بعد اس کے جسم میں کچھ ایسا کیمیائی تغیر رونما ہو چکا تھا کہ سورج کی شعاعیں اس کے لئے موت کا پیمانہ بن چکی تھیں۔ اگر اسے چند منٹ دھوپ میں رکھا جاتا تو نہایت اذیت ناک انداز میں اس کی موت واقع ہو سکتی تھی۔ اس بیماری کو شعاعی حساسیت کا نام دیا گیا تھا۔ یہ شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی تھی اور لا علاج تھی۔

۵۹ء میں وہ چوتن سال کا تھا جب ڈاکٹروں نے اسے بیمار قرار دیا تھا۔ اس وقت اسے ایک خفیہ تنظیم کے تخیل کو عملی شکل دینے کی کوششیں کرتے چھ سال گزر چکے تھے اور ڈی میٹرکس کے نام سے آخر کار وہ اس تصور کو حقیقت میں ڈھال ہی چکا تھا۔ اس کی بیماری کی ابتدا انتہائی دوروں سے ہوئی تھی۔ اس کی ریزہ کی ہڈی میں ارتعاش سا شروع ہو کر دماغ تک چلا جاتا تھا۔ پھر وہ جذبی طور

پر مفلوج ہوا۔ اس کے بال اور ہموں جھڑ گئیں۔ مڈقوں اس کا ذہن گویا ایسے ہوا میں معلق رہا۔ وہ دنیا کے بہترین ڈاکٹروں کے زیر علاج رہا دنیا کی نہ جانے کون کون سی دوا میں اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئیں۔ شاید ان دواؤں نے ہی اسے شعاعی حساسیت کا مریض بنایا تھا۔ آخر کار ڈاکٹروں نے اسے چارٹرز ہسپتال کیلی فورنیا، پھر نیویارک اور آخر میں سوئٹزرلینڈ بھیج دیا۔ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی مگر وہ قہر گیا۔ اس کے خیال میں جسمانی طور پر تو وہ مر چکا تھا لیکن اس کا ذہن زندہ تھا۔

آخر کار ۶۳ء میں وہ امریکا لوٹ آیا۔ ڈاکٹر اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ صرف رات کے وقت کمرے سے نکل سکتا تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ وہ چار چھ ماہ زندہ رہے گا اور اگر بہت ہوا تو ایک سال مزید اس دنیا میں گزار لے گا۔ لاکروکس ایک لو تھڑے سی صورت میں بستر پر بڑا تھا مگر اس کی قوت ارادی زندہ تھی اس کا خیال تھا کہ ڈاکٹر اسے حق تھے۔

پھر اس نے بظاہر ہرجانے کا فیصلہ کر لیا۔

پورے چھ ماہ تک وہ ڈی میٹرکس میں موجود اپنے خاص خاص دوستوں کی مدد سے اپنی ”موت“ کی منصوبہ بندی کر رہا۔ اس کے انتظامات واقعی لا جواب تھے۔ ایک روز اس کی موت کا اعلان کر دیا گیا۔ لوگوں کو میت کا دیدار بھی کر دیا گیا۔ جنازہ بڑے تزک و احتشام سے اٹھا۔ آخری رسوم نہایت عمدگی سے انجام دی گئیں۔
درحقیقت وہ ایریزونا منتقل ہو گیا۔ اس نے اپنا مکان صحرائی علاقے کی ایک پہاڑی پر بنوایا تھا، جہاں سورج ہر چیز کو جھلساتا تھا۔ دوسرے بہت سے کاموں کی طرح اس نے اس کام میں بھی احتیاط کو پیش نظر رکھا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر کبھی کسی کو اس کی موت پر فراڈ کا شبہ ہو بھی گیا تب بھی یہ تو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکے گا کہ وہ ایک ایسے مقام پر رہ رہا ہو گا جہاں سورج صحرا کو جھلساتا ہو گا۔ ایک ایسا شخص جس کے لئے دھوپ موت کی پیا مبر تھی!

.... اور ڈاکٹروں کی تمام تر پیش گوئیوں کے برخلاف وہ سات سال سے یہاں نہ صرف زندہ تھا بلکہ تمام تر ہوش و حواس کے ساتھ ڈی میٹرکس کا نظام چلا رہا تھا۔ تمام ڈوریاں ہلا رہا تھا۔ دنیا سے اس کا رابطہ کتنی کے چند انسانوں کے ذریعے تھا جو ابتدا سے اس کے ساتھی تھے، قابل اعتماد تھے۔ مثلاً ڈونالڈ پیٹرکس، امبروز بریڈلے، جولیو اور تین فلپائینوں پر مشتمل اس کا ہاؤس اسٹاف۔

بہت سے لوگوں کو صرف یہ معلوم تھا کہ ”ڈی میٹرکس“ میں اصل قوت ”اصل ہستی“ بہت اوپر کیس موجود ہے۔ لیکن وہ کون ہے، کیا ہے، یہ کسی کو نہیں معلوم تھا۔ بعض اسے صرف نام کی حد تک جانتے تھے اور بعض اس حد تک بھی نہیں۔

لاکروکس ایک ٹھنڈی سانس لے کر خیالات کو دنیا سے باہر آتے ہوئے بولا ”پیٹرکس! تمہیں ابھی سے بریڈلے کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ اگر ہمارے لئے کبھی مسئلہ بن

جمعہ..... رات دس بج کر چالیس منٹ..... بریلے
بریلے کو خود بھی احساس تھا کہ اس نے کوئی زیادہ اچھی
تقریر نہیں کی تھی لیکن بیٹھے ہوئے حاضرین نے کھڑے ہو کر کئی

چھٹی منزل پر نوجوان نے ہی بیڈ لے سے چابی لے کر اس کے سوئٹ کا دروازہ کھولا۔ شاید وہ اسے بیڈ پر لٹا کر ہی جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اندر پہنچ کر بیڈ لے یہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ سکا کہ اس کے سوئٹ میں تمام قبائل روشن تھیں اور ایک کرسی پر بڑا

کاٹ دی۔

”کمال ہے اپوری بات مجھے بغیر تم کیو کر یہ کہہ سکتے ہو؟“
 ”میں بات سننا ہی نہیں چاہتا۔“ بریڈلے تیزی سے بولا ”اور
 جب میں پریس والوں کو آپ کی اس حرکت کے بارے میں بتاؤں
 گا۔۔۔“

نک سن کا عکس صرف سینے تک دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے
 نظر جھکا کر گویا اپنے گھٹنوں پر رکھی ہوئی کسی چیز کی طرف دیکھا اور
 بریڈلے نے دل ہی دل میں سوچا ہے کسی اور کی بتائی ہوئی دھیر پر
 عمل کر رہا ہے؟ اس کا اپنا آئیڈیا نہیں ہے؟

نک سن سر اٹھاتے ہوئے بولا ”پریس کی دھمکی کو جانے دو۔
 کوئی نہیں کہہ سکتا کہ پریس کب کس کے حق میں جا سکتا ہے اور
 کب خلاف۔ مجھے اس کا تم سے زیادہ تجربہ ہے۔ میں کہنے یہ لگا تھا
 کہ وہ اسٹیشن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق تم دو تین دن میں
 صدارت کے باضابطہ امیدوار ہونے کا اعلان کرنے والے ہو۔ کیا
 یہ درست ہے؟“

”میں اپنے معاملات میں نہ تو وہ اسٹیشن پوسٹ کو شریک کرنا
 پسند کرتا ہوں اور نہ آپ کو۔ آپ جو چاہیں مطلب اخذ کر سکتے
 ہیں۔“ بریڈلے رکھائی سے بولا۔

نک سن کے چہرے پر تاؤ کے آثار مگرے ہوئے تھے وہ سخت لہجے
 میں بولا ”میں تمہیں زیادہ مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا بریڈلے!
 میرے پاس یہاں کچھ نام اور آراء نہیں لکھی ہوئی ہیں۔ میں تمہیں
 وہ پڑھ کر سناؤں۔ جہاں تم مجھے روکنا چاہو وہاں ہوں اٹھنا۔“

اس نے سر جھکایا اور پڑھنا شروع کر دیا ”جان روپر۔۔۔“ اس
 نے اسکرین سے بریڈلے کی طرف دیکھا لیکن بریڈلے کے چہرے پر
 کوئی تاثر نہ پکڑ مزید پڑھا ”دی میٹرکس۔۔۔“ اس بار بریڈلے اپنے
 تاثرات پر قابو نہ رکھ سکا۔ نک سن نے اس کے چہرے کی طرف
 دیکھ کر طمانیت سے سر ہلایا اور مزید کہا ”جان ایف کینیڈی۔۔۔

رابرٹ کینیڈی۔۔۔ مارٹن لو تھرنگ۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ بدھ کی صبح
 اسٹیڈ ہوٹل میں ہونے والے قتل کے بارے میں کیا خیال ہے؟“
 بریڈلے کا رخسار ایک لمحے کے لئے پھوڑ اٹھا کہ وہ اپنے

اعصاب پر قابو رکھنے کی پوری پوری کوشش کر رہا تھا۔ نک سن
 اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا ”تمہارے تاثرات مجھے بہت کچھ بتا
 رہے ہیں بریڈلے!“

”کیا تم رہے ہیں؟“ بریڈلے نے ہماری آواز میں پوچھا۔
 اسے یاد آ رہا تھا، لاگو کس نے ذکر کیا تھا کہ اسٹیڈ ہوٹل میں کوئی
 واقعہ پیش آیا تھا۔ ادھر ڈوٹائلڈ پریس نے بھی کہا تھا کہ کسی چیز کی
 ڈیوری یا وصولی کا کوئی معاملہ اسٹیڈ ہوٹل میں گریز کا شکار ہو گیا تھا
 اور اب نک سن کہہ رہا تھا کہ اسٹیڈ ہوٹل میں کوئی قتل ہوا تھا۔
 ادھر وہ جان ایف کینیڈی رابرٹ کینیڈی اور مارٹن لو تھرنگ کے
 نام لے رہا تھا؟ آخر یہ کیا گورکھ دھندا تھا؟ اس نے اپنی پیشانی پر

بڑی عمر کا ایک دروازہ، مضبوط اور جسم مخصوص نہایت اطمینان سے
 ٹانگیں پھیلائے بیٹھا تھا۔ صوفے پر نیلے رین کوٹ میں ایک دوسرا
 آدمی موجود تھا۔ وہ اٹھ کر اپنی جگہ بریڈلے کو پیش کرتے ہوئے بولا
 ”یہاں بیٹھ جائیے سینئر!“

اس کے ساتھ آنے والے نوجوان نے دروازہ بند کر دیا تھا
 اور اسی کے ساتھ کمر کا کوٹ مضبوطی سے جم کر کھڑا ہو گیا تھا۔
 بریڈلے قدرے ناگواری سے بولا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے اتنی زیادہ
 سیکورٹی کی ضرورت نہیں۔ میں اس وقت آرام کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہم آپ کو صرف دو تین منٹ کی زحمت دیں گے۔“ نیلے
 کوٹ والے نے کہا اور تب بریڈلے نے دیکھا کہ کمرے میں تین
 ٹانگوں والے اسٹینڈ پر ایک مووی کیمرا ڈالکوں والی ایک مشین
 اور بڑا سا ایک چرمی بیگ بھی موجود تھا۔ ان لوگوں نے پلگ وغیرہ
 لگائے، ڈالک چپک کئے اور بڑے سے چرمی بیگ سے ایک ٹی وی
 نکال کر ان سے منسلک کر دیا اس کی اسکرین روشن ہو گئی۔

تمام آلات وغیرہ کو چپک کرنے کے بعد نیلے کوٹ والا بولا
 ”مگر آپ کیمرے کے عین سامنے بیٹھ جائیں تو نوازش ہوگی
 سینئر!“

بریڈلے نے غیر ارادی طور پر اس ہدایت پر عمل کیا۔ اس کا
 ذہن سننا رہا تھا، ٹھٹھا اسکرین پر چڑھ نک سن کی تصویر کلوز اپ
 میں نمودار ہوئی۔ بریڈلے اچھل پڑا۔

”مسکون سے بیٹھے رہو سینئر!“ نک سن نے ٹی وی اسکرین سے
 اسے مخاطب کیا ”اور ذرا سا بائیں طرف کو ہو جاؤ تاکہ میں تمہارا
 چہرہ بہتر طور پر دیکھ سکوں۔“

بریڈلے حیرت کے جھٹکے سے جلد سنبھل گیا۔ اسے اندازہ
 ہو گیا کہ نک سن دو طرفہ ٹی وی سرکٹ کے ذریعے اس سے مخاطب
 تھا۔ تینوں آدمی نک سن کا عکس اسکرین پر نمودار ہونے سے پہلے
 ہی کمرے سے رخصت ہو چکے تھے۔

بریڈلے حتی الامکان پُر سکون لہجے میں بولا ”مجھے امید ہے کہ
 آپ کے پاس اپنی اس حرکت کا کوئی معقول جواز موجود ہوگا۔۔۔۔۔

سر!“ ”ہم دونوں معقول آدمی ہیں سینئر! اس لئے معقول بات ہی
 کریں گے۔ میں نے سوچا کہ میرا ذاتی طور پر تم سے ملاقات کرنا ہم
 دونوں ہی کے لئے انجمنیں پیدا کرے گا۔“ اس لئے میں نے اس
 ذریعے سے بات چیت کا فیصلہ کیا۔“

”میرے خیال میں تو ہم دونوں کو ملاقات کی کوئی ضرورت
 نہیں تھی۔“ بریڈلے بولا۔

”تم نے شاید زیادہ گمراہی سے نہیں سوچا۔“ نک سن نے
 مسکراتے کی کوشش کی ”میرا حال ہمیں ادھر ادھر کی باتوں میں وقت
 ضائع کرنے کے بجائے کام کی بات کرنی چاہئے۔ میرے پاس اصل
 میں تمہارے لئے ایک تجویز ہے۔۔۔۔۔“

”آپ اپنا وقت ضائع کریں گے۔“ بریڈلے نے اس کی بات

ہوں۔ اسٹیلر ہوٹل والے واقعے.... کے بارے میں ممکن ہے تمہیں کچھ معلوم نہ ہو۔ وہ ایک ٹیپ کا مسئلہ تھا بڑی دلچسپ ٹیپ ہے۔ وہ چودہ اپریل ۷۷ء کو ریکارڈ ہوئی تھی۔ ذرا ذہن پر زور دو۔ جان روپر اور دوسرے دو افراد کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی.... دیکھو پلیز..... جھٹلانے کی کوشش نہ کرنا۔ مجھے معلوم ہے جان روپر سے تمہارا تعلق رہا ہے۔ ان تین افراد کا موضوع گفتگو دی میٹرکس اور تم تھے۔ میرے دوست! وہ ٹیپ تمہیں اور تمہاری تنظیم کو ان تینوں رہنماؤں کے قتل کا ذمے دار ثابت کرتی ہے لہذا میری بات غور سے سنو۔ ٹیپ میرے پاس ہے اور اگر تم نے اپنے صدارتی امیدوار ہونے کا باضابطہ اعلان کیا تو اس ٹیپ کو منظر عام پر لے آؤں گا۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ جو لوگ آج تمہیں سر پہ بٹھا کر پوچھ رہے ہیں، ان کا رد عمل کیا ہوگا؟ یہی لوگ تمہیں چہرہ چھارہ کر قدموں تلے چل ڈالیں گے اور اس سے لطف اندوز بھی ہوں گے۔ اب بھی وقت ہے تم دست بردار ہو سکتے ہو۔ خرابی صحت کا بہانہ بنا سکتے ہو۔ خاموشی اختیار کر سکتے ہو۔ میں نے سنا ہے ۷۷ء میں تمہیں دل کی کوئی معمولی سی تکلیف ہوئی تھی۔ اسے کچھ بدھانچا کر تم اس کی آڑ لے سکتے ہو۔“

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بریڈ نے بولا ”ہم مفروضوں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ ایسی کسی ٹیپ کا وجود ہے لیکن فرض کر لیتے ہیں کہ وجود ہے اور میرے انکار کے بعد تم اسے منظر عام پر بھی لے آتے ہو۔ کیا کوئی اس کی حقیقت پر اعتبار کرے گا؟ اسے کسی قابل سمجھ کا؟ تمہارے ہاتھوں میں اس کی قدرویت دو کوڑی کی بھی نہیں ہوگی۔“

”قدرویت تو اتنی ہوگی کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے سینئر! ایک سن طویل سانس لے کر بولا ”اس لئے کہ پھر میں بھی صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان کر دوں گا۔ میں محض ایک آدھ پریس کانفرنس میں اس ٹیپ کا ذکر کر کے خاموشی نہیں ہو جاؤں گا۔ میں اپنی پوری انتخابی مہم اس کی بنیاد پر چلاؤں گا۔ میرا ہدف دہائت ہاؤس نہیں، تم اور میٹرکس ہوں گے۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ جب میں اس ٹیپ کے ساتھ انتخابی دوڑ میں دوڑوں گا تو کیا ہنگامہ برپا ہوگا۔“

”تم.... تم صدارتی انتخاب میں حصہ لو گے؟“ بے یقینی سے بریڈ نے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”ہاں... اور مجھے یقین ہے کہ لوگ آخر کار میری بات سنیں گے۔“ ٹک سن نے اعتماد سے کہا۔

ایک لمحے کے لئے کمرے میں گرمی خاموشی چھا گئی۔ آخر کار بریڈ نے ہوش بولے میں بولا ”تمہارے پیش نظر صرف میری بریادی ہے۔ میں تمہیں اس سے خوش ہونے کا موقع نہیں دے سکتا۔ میں دست بردار نہیں ہو سکتا۔“

”لیکن تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم دست بردار ہو چکے ہو۔“

ہاتھ پھیرا۔ اس کی پیشانی سینے سے تر تھی۔

ٹک سن کہہ رہا تھا ”اب کوئی فائدہ نہیں ہوگا بریڈ لے! تم ان چیزوں پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔“

”مجھے کسی چیز پر پردہ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ بریڈ نے تیزی سے بولا ”اب اگر آپ کی بے سرو پا باتیں ختم ہو چکی ہوں تو۔“

”میں کوئی بے سرو پا بات نہیں کر رہا اور نہ ہی بات ابھی ختم ہوئی ہے۔“ ٹک سن نے ایک بار پھر نیچے دیکھ کر کنا شروع کیا ”چلو ہم مفروضوں کی صورت میں بات کرتے ہیں۔ پچاس کی دہائی کے آخر میں ایک تنظیم بنی جس نے صاحب حیثیت اور بارہ سو لوگوں کو بڑی تعداد میں اپنی طرف کھینچ لیا۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ اس کا نام دی میٹرکس ہے یہ بروے اوپنچے خیالات کی بنیاد پر قائم کی گئی تھی لیکن جو لوگ اس کے پیچھے تھے ان کے عزائم اور بھی زیادہ اونچے تھے۔ یہ عزائم سیاسی تھے! ابتدا میں انہیں اپنا راستہ بنانے کے لئے طاقت استعمال کرنا پڑی کیونکہ ان کا کوئی سیاسی پس منظر نہیں تھا۔ جہاں انہیں کوئی مسئلہ نظر آیا انہوں نے اسے گولی سے حل کیا۔ بندوق سے اپنے راستے کی راکٹ ہٹائی۔ جان کینڈی، رابرٹ کینڈی اور مارٹن لو تھرنگ.... یہ ایسی ہی راکوٹیں تھیں ان کے علاوہ بھی بہت سی راکوٹیں اسی طرح صاف کی گئی ہوں گی۔ لیکن فی الحال ہم تعداد کی بات نہیں کر رہے۔“

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تنظیم اتنی مضبوط ہو گئی کہ سیاست کے میدان میں سب سے بڑے ہدف: اس نے نظر رکھ لی۔ یعنی دہائت ہاؤس پر۔ اب ان کے پاس مناسب ترین آدمی بھی موجود تھا جس کا سیاسی پس منظر بہت عمدہ تھا۔ جو قانون داں تھا، وکیل، جج اور گورنر رہا تھا۔ سینٹ میں نشست حاصل کر چکا تھا۔ وہ لوگ بہت ہوشیاری سے اپنے اس آدمی کو آگے لائے ہیں۔ ہوشیاری کا ایک نمونہ یہ ہے کہ بخوری شروع ہو چکا ہے اور اس شخص نے ابھی تک اپنے باضابطہ صدارتی امیدوار ہونے کا اعلان نہیں کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اعلان کرو بھی مت۔ نہ اس سال اور نہ ہی آئندہ بھی۔“

”مسٹر ٹک سن! میری تمہارے بارے میں رائے یہی تھی کہ تم پیدا انکی سیاست داں ہو اور بہت اچھے سیاستداں ہو لیکن اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تمہارے دماغ میں غلط ہے۔“

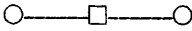
”میرے سامنے زیادہ تیز و طرار بننے کی کوشش مت کرو۔“

ٹک سن نے ڈانٹنے کے انداز میں کہا ”میں نے جو باتیں کہی ہیں کیا تم ان سب کو جھٹلا رہے ہو؟“

”تمہاری باتیں میری سمجھ میں ہی نہیں آئی ہیں تو میں ان پر تبصرہ کیا کر سکتا ہوں؟“

”سینئر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں چھوڑو گے۔“ ٹک سن نے متاسفانہ سے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا ”بہر حال.... میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کرتا

رہو جس طرح پہلے تھے۔ فرض کر لو کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔ یوں تمہیں پہلے ہی کی طرح نیند آتی رہے گی۔ کل دانشمن واپس جا کر تم کچھ مت کرنا۔ تمہیں کئی بات سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد لا کوکس بولا ”بلکہ میرا خیال ہے تم کل شام دانشمن سے بھی رخصت ہو جاؤ۔ اپنے آبائی علاقے لینکس آ جاؤ۔ ایک بھتے کے لئے اپنے گاؤں میں۔۔۔ اپنی زمینوں پر آرام کرو۔ میں اس دوران ان تمام معاملات کو سنبھالوں گا جو ذرا الجھتے جا رہے ہیں۔ تم سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ تم کیوں خواہ مخواہ ہلکان ہو رہے ہو؟“



سنیچر۔۔۔۔۔ بارہ بجے۔۔۔۔۔ ہنری دوپہر جہاں مارگولس کا اپارٹمنٹ تھا وہ علاقہ بیس سال پہلے خامس اچھے علاقوں میں شمار ہوتا ہو گا لیکن گزرتے وقت اور بڑھتی آبادی کے ساتھ اندرون شہر علاقوں کی حالت اچھی نہیں رہی تھی۔ عمارتوں اور گلیوں سے کتنی سخت حالی اور غربت جماعتی تھی۔ بچے گلیوں میں کھیلنے تھے۔ مارگولس نے ہنری کو بتایا تھا کہ یوی کے انتقال کے بعد سے وہ کرائے کے اس اپارٹمنٹ میں رہ رہا تھا۔ یہاں رہتے ہوئے اسے پندرہ سال ہو چکے تھے۔ دیے وہ جینا میں اب بھی اس کا خاندانی فارم ہاؤس موجود تھا۔ مارگولس نے اسے فروخت نہیں کیا تھا۔

ہنری میڑھیاں چڑھنے لگا۔ مارگولس کا اپارٹمنٹ چوتھی منزل پر تھا۔ کل غیر متوقع طور پر گریزیا کی آمد کی وجہ سے ہنری نے مارگولس کے ہاں ڈز کا پروگرام ملتوی کر دیا تھا اور فون پر اس سے معذرت کر لی تھی۔ اس نے کام کا بہانہ کیا تھا۔ گریزیا سے اس کی زبردست لڑائی ہوئی تھی اور اس نے رات ڈرائنگ روم میں صوفے پر گزاری تھی۔ آج وہ مارگولس سے اپنی وعدہ خلافی کی تلافی کرنے آیا تھا۔

اس نے تین چار مرتبہ کال بیل بجائی لیکن کوئی جواب نہ آیا اور نہ ہی اندر کوئی آواز سنا دی۔ شاید وہ ایک اینڈ گزائر نے کہیں گیا ہو تھا۔ اس کی بیٹی آج کل سیٹل میں تھی۔ وہ ٹھیکر کی گلوکارہ قسم کی کوئی چیز تھی۔ مارگولس نے بتایا تھا کہ نوخیز کے دور میں ہی وہ پراسار بننے کا خواب آنکھوں میں لے کر گھر سے نکل کھڑی ہوئی تھی اور انجام یہ ہوا تھا کہ آج کل وہ سنری ٹھیٹھوں میں بھی کہیں کبھی کہیں اپنے ”فن“ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

ہنری مایوس ہو کر واپس چل دیا۔ وہ دو منزل کی میڑھیاں اتر چکا تھا جب اوپر سے کسی نے آواز دے کر اسے روکا۔ وہ گاؤں میں پلٹا ہوا گویا گوشت کا کوئی پھاڑ تھا۔ گاؤں یا کسروں والا تھا۔ اس کے گول منول چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ تھل تھل کرتا نیچے گیا اور مصالحتے کے لئے اپنا لمبا چوڑا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا ”مجھے ایلینو مورگن کہتے ہیں۔ تم کمرہ ہو۔ تم نے میرا نام نہیں

نک من نے ہلکا سا تھپہ لگایا ”شب بخیر سینیٹر!“
دوسرے ہی لمحے نک من اسکرین سے غائب ہو گیا اور تینوں آدمی کمرے میں لوٹ آئے۔ دو منٹ کے اندر اندر انہوں نے اپنا سامان بیک کر لیا۔ جاتے جاتے نوجوان سرسری سے لمبے میں بولا۔ ”میرا تو نہیں ہے کہ کوئی آپ سے کچھ پوچھے گا سینیٹر! لیکن اگر کوئی پوچھ بھی لے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ سی ای ایس ٹی وی“
والے آپ کا اثر دہلیز لیتے آئے تھے۔ ہم کا نظریہ یہی کہہ کر آئے تھے۔ خدا حافظ۔“

چند منٹ بعد ہی بریڈلے فون پر لا کوکس سے بات کر رہا تھا۔ ”تم نے سنا میں نے کیا کہا ہے؟“ وہ کھنکھنی سی آواز میں بولا۔

”ہاں۔ میں نے سنا لیا ہے سینیٹر!“ لا کوکس کا لہجہ ہمیشہ کی طرح ہنس مکھ تھا۔

”کیا تم جواب میں صرف یہی کہو گے؟“

”تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”جان کینیڈی۔۔۔ رابرٹ کینیڈی۔۔۔ مارٹن لو تھرنگ۔۔۔ خدا کے لئے کچھ تو کہو لا کوکس!“

”خدا کو کچھ میں مت لاؤ۔ ایسے کام خدا کے لئے نہیں ہوتے۔ ہمارے تمہارے لئے ہوتے ہیں۔ ملکوں اور قوموں کے لئے ہوتے ہیں۔“

”تمہارا مطلب ہے۔۔۔ یہ سب کچھ واقعی تم نے کرایا تھا؟“

”میں ایسی کوئی بات نہیں کہہ رہا سینیٹر!“

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔ بخدا تم جھوٹ بول رہے ہو۔“

”بریڈلے! میرے منہ سے کیس کس کس طرح خود کو پڑ سکون محسوس کر گئے؟ یہی کہ مجھے کچھ نہیں معلوم یا یہ کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے؟“

”خدا کے لئے۔۔۔ کہہ دو کہ ان معاملات سے میرا تمہارا یا میٹرکس کا کوئی تعلق نہیں۔“ بریڈلے کی آوازیں لرزش تھیں۔
”مجھے لو کہ میں یہی کہہ رہوں۔ اور سنو۔۔۔ میں چاہتا ہوں تم پروگرام کے مطابق کل دانشمن آ جاؤ۔ ہم پھر بات کریں گے۔“
”ہم! ابھی بات کریں گے۔ تم نہیں اور بیڑن۔۔۔“ بریڈلے کی سانس تیز ہرچل رہی تھی۔

”کیا تم اس وقت عام ٹیلیفون پر بات کر رہے ہو؟“ لا کوکس نے دریافت کیا۔

”نہیں۔ یہ ڈائریکٹ لائن ہے۔ محفوظ ہے۔“

”پھر بھی ہم ابھی بات نہیں کر سکتے۔ پگل پین میں جلتا ہونے کی ضرورت نہیں۔ فی الحال آرام سے سو جاؤ۔“

”تمہارا خیال ہے میں اب بھی آرام سے سو سکوں گا؟“
بریڈلے تیزی سے بولا۔

”نا آئی میں بڑی راحت ہے۔ تم اسی طرح لاعلم اور معصوم

سنا ہوگا۔ میں اس زمانے میں لڑتا تھا جب رنگ میں مرسیانو کے نام کا طوطی بولتا تھا۔ تم نے تو صرف آج کل کے انچل کو دیکھنے والے باکسروں کے نام سنے ہوں گے جن کے پاس شوشا کے سوا کچھ نہیں۔“

پھر اسے گویا اصل بات یاد آئی۔ ”تم شاید مارگولس سے ملنے آئے تھے؟“

”ہاں۔ میں اس کا دوست ہوں۔ ہنری روڈ میرا نام ہے۔“

”مارگولس گھر پر نہیں ہے۔“ مورگن نے گویا اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

”یہ تو مجھے اندازہ ہو چکا ہے۔“ ہنری بولا ”آپ کو کچھ معلوم ہے وہ کہاں ہوگا؟“

”کچھ کہہ نہیں سکتا۔ عام طور پر وہ ویک اینڈ پر کہیں نہیں جاتا۔ تم اس کے ساتھ کام کرتے ہو؟“

”نہیں۔ یوں سمجھ لیں ہمارے کام کی نوعیت ایک جیسی ہے۔“

”اوہ۔۔۔ تو تم بھی جاسوس ہو۔“ مورگن نے آنکھ دبا کر اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ ہنری کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔“ سابق باکسر دوبارہ آنکھ دباتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں بولا ”مجھے معلوم ہے مارگولس سی آئی اے میں ہے۔۔۔ بلکہ اب تو تقریباً ریٹائر ہو چکا ہے۔“

”ہم دفتری سائڈ پر ہیں۔“ ہنری جلدی سے بولا ”اس طرح کے جاسوس نہیں، جیسا عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں تاثر ہوتا ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ سمجھ گیا۔“ مورگن بے تکلفی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے بولا ”ویسے کل وہ آدمی مارگولس سے ملنے آئے تھے۔ مجھے نیچے ملے تھے۔ مجھ سے ہی انہوں نے مارگولس کے اپارٹمنٹ کے بارے میں پوچھا تھا۔ وہ ضرور جاسوس تھے۔ میں انہیں دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا۔“

ہنری کی ریزک کی ہڈی میں سرسراہٹ ہوئی۔ وہ مورگن سے ہاتھ چمڑا کر دوبارہ اوپر پٹپٹا کر کال ہیل کاٹن دبانے لگا۔ مورگن بھی اس کے پیچھے پیچھے اوپر آگیا۔

”کیا کوئی کڑ بڑ ہے دوست؟“ اس نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

”فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ ہنری نے جواب دیا ”لیکن بہتر یہی ہے کہ تم اس دروازے کو توڑنے میں میری مدد کرو۔“

ان دونوں کی کوششوں سے پراثر دروازہ اس جگہ سے ٹوٹ گیا جہاں ٹالاف تھا۔ اندر بہت سی زیادہ صفائی ستھرائی نظر آ رہی تھی۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی سلیپے اور خربے سے اپنی جگہ پر رکھی ہوئی تھی۔ مارگولس جیسے آدمی سے ہنری کو ایسے سلیپے کی توقع نہیں

تھی۔

مارگولس اپنے بیڈ روم میں اپنے بستر پر دو گواؤ نکلیں۔ سارے بیٹھا تھا۔ ایک کھلی کتاب اس کے ہاتھوں کے نیچے دھکی ہوئی تھی گویا اسے بڑھتے بڑھتے نیند آ گئی ہو یا اس کی آنکھیں غم تھیں اور پیشانی پر غنائیں تھیں کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ مرنے پہلے وہ کیا سوچ رہا تھا۔

”اوہ میرے خدا۔۔۔ کیا یہ مرچکا ہے؟“ ہینلو مورگن آنکھیں پھیل گئیں۔

ہنری نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا اور فون پر سی آ اے کے ”سیکشن آرپیٹر“ کے شیپے کا نمبر ملنے لگا۔ سی آئی اے کے کسی بھی آدمی کی موت کسی بھی ملک میں واقع ہوئی پولیس مطلع کرنے سے پہلے اس شیپے کو مطلع کرنا ضروری ہوتا تھا جو اطمینان کرتا تھا کہ کوئی راز تو چوری نہیں ہوا؟ اور اگر پولیس افسر کی موت کی تفتیش کرے گی تو سی آئی اے کے لئے کوئی مہم تو کھڑا نہیں ہوگا؟

فون کرنے کے بعد وہ انتظار کرنے لگا۔ مورگن متاسفانہ اند میں سر ملاتے ہوئے کہہ رہا تھا ”دل کا دورہ پڑا ہوگا۔ میں اسے آکھچھایا کرتا تھا کہ میری طرح ورزش کیا کرو۔۔۔ جو گنگ کیا کرو۔۔۔ مگر یہ سنا ہی نہیں تھا۔“

پندرہ منٹ بعد دو آفیسر آن پہنچے۔ ان میں سے ایک مورگم کو اس کے اپارٹمنٹ میں لے گیا اور وہیں اس سے پوچھ گچھ کی کسی چیز کو چھوئے بغیر انہوں نے پورے اپارٹمنٹ کا معائنہ کا ڈیل مانی دوسرے آفیسر نے خیال ظاہر کیا ”میں ڈائلنگ تو نہیں ہوا لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ حرکت قلب بند ہوئی ہے۔ سول پولیس اس معاملے کو سنبھال لے گی۔ اس کے لواحقین کو بھی اطلاع د ہوگی۔“

کچھ بعد دیر میڈیکل کے شیپے کے لوگ آئے اور لاش کو اسٹ پر ڈال کر لے گئے واپس جاتے وقت نیچے میڑھیوں پر ہنری کو دوبارہ مورگن مل گیا۔

”مارگولس کی بیٹی کو اگر یہ خبر تم دو تو زیادہ اچھا ہے۔“ وہ بو ”پولیس تو ایسی خبریں بہت بے ہودہ انداز میں پہنچاتی ہے۔ نہ جا۔ اس بے چاری کا کیا حال ہو۔“

”وہ سنی تھیں میں کام کرتی ہے۔ معلوم نہیں رقا صہ ہے گلو کار۔“ ہنری بولا ”اس قسم کے لوگوں کو تلاش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بہر حال میں اپنی سی کوشش کروں گا۔“

اسی اثنا میں مرلے اور بد حال سا ایک پلا آکر مورگن کے ہاتھوں سے اپنا جسم رگڑنے لگا۔ مورگن نے اسے اٹھا کر باہر کر کے ہونے لگا ہنری سے متعارف کرایا ”یہ میرا اور مارگولس کا مشترک پلا ہے۔ کبھی اس کے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا، کبھی میرے دروازے پر کبھی اسے میں کھانے کو دیتا تھا اور کبھی مارگولس۔“

لے کے گلے میں پٹا پڑا ہوا تھا جس میں پیتل کی ایک منہی سی تختی پر اس کا نام بھی کندہ تھا۔ مورگن اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ”یہ پٹا اور نام کا یہ چھوٹا سا بیج مارگولس نے اس کے گلے میں ڈالا تھا لیکن اس کا کوئی نام ہمیں نہیں سوجھا تھا۔ ہم نے بس دی کیٹ کندہ کر لیا تھا۔“ اس کے چہرے پر دکھ کا سایہ سا آکر گزر گیا ”آج یہ بے زبان اوحاشیتیم ہو گیا ہے۔“

مورگن اسے گاڑی تک چھوڑنے آیا۔ ہنری ایک کانڈ پر اسے اپنا فون نمبر لکھ کر دیتے ہوئے بولا ”شاید کبھی تمہیں مجھ سے کوئی بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے۔“

مورگن کانڈ سے گرے کے حفاظت سے جیب میں رکھتے ہوئے بولا ”اور اگر تمہیں کبھی کسی سلسلے میں کسی بھی سلسلے میں میری مدد کی ضرورت پڑ جائے تو بلا تکلف چلے آنا۔“ وہ مڑا اور اس طرف چل رہا جہاں مارگولس کی لمبی ہوئی لاش دکھنی کی میت گاڑی میں رکھی جا رہی تھی اور دو کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے۔

ہنری نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے سگریٹ سلاکی۔ وہ اپنے آپ کو کچھ مجرم سا محسوس کر رہا تھا۔ اگر وہ کل مارگولس کی دعوت پر اس کے ہاں ڈنر پر گیا ہوتا تو شاید صورت حال کچھ مختلف ہوتی؟ پھر اسے یاد آیا مورگن نے بتایا تھا وہ آدمی مارگولس کو پوچھتے ہوئے آئے تھے نہ جانے وہ دوست تھے یا؟

اسے کچھ سنی سنائی باتیں یاد آئیں کچھ زہر بھی ایسے تھے جو دل کے دورے کی سی علامات پیدا کرتے تھے اسے مارگولس کی باتیں بھی یاد آئیں۔ اس نے کہا تھا ”انہیں یہ تو معلوم ہے کہ میں کون سی فائلیں دیکھ رہا ہوں لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ میں کیا سوچ رہا ہوں کیا نتائج اخذ کر رہا ہوں۔“

لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ وہ محض ہانگوں کی طرح سوچ رہا تھا۔ اجازت کے ساتھ فائلیں پڑھنے والوں کو موت کے گھاٹ تو نہیں اتارا جاتا۔ خصوصاً ایسی باتوں پر اپنے لوگ اپنے ہی لوگوں کو تو مارنے نہیں ہلکتے۔

اس نے انجن اشارت کیا اور گیر لگایا۔ اسی لمحے اس نے سامنے عمارت کے دروازے پر ایک کار رکتے دیکھی۔ ایک شخص کار سے اتر کر اسی عمارت میں داخل ہوا جس میں مارگولس کا اپارٹمنٹ تھا۔ گاڑی آگے بڑھاتے وقت ہنری حیرت سے سوچ رہا تھا یہ کیو میٹکین میاں کیا کرنے آیا ہے؟ اسے اتنی جلدی اطلاع کس طرح مل گئی؟ کیا یہ شخص اتفاق ہے؟

☆

سینچر.... رات گیارہ بج کر تیس منٹ..... لاکروس صحران میں شنگ رات کی سیاہ چادر پھیلی ہوئی تھی مگر اس میں ایک بست بڑی صلیب کی سی شکل میں دھندلی تپوں کی قطاریں جھللا رہی تھیں۔ وہ درحقیقت صلیب کی ساخت کا ایک رن وے تھا اور پتیاں اس کی طرف مکمل رہنمائی کر رہی تھیں۔

لاکروس اپنی دھیل چیز پر کھڑکی کے قریب بیٹھا تارک شیشے کے عقب سے ایک ٹنگ اس جھللاتی صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی چکنی اور چمکتی ہوئی چندیا پر ٹنگنسی سی پڑی ہوئی تھیں۔ تارک صحرا میں جھللاتی پتیاں بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔ رن وے محض ٹینگیل وجوہات کی بنا پر صلیب کی شکل میں تعمیر نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ لاکروس کی فرائض بھی تھیں اس کے نزدیک صلیب لامتناہی طاقت کی علامت تھی دنیا پر بھگرائی کرنے والی طاقت کی علامت۔

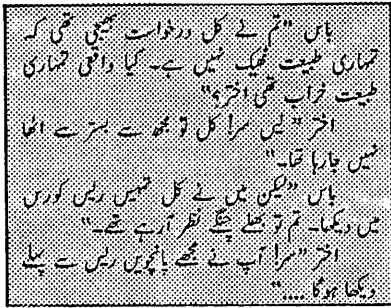
کچھ دیر بعد اس رن وے پر ایک جہاز اترنا تھا۔ لاکروس کو اسی کا انتظار تھا چند لمحے بعد اس نے کھڑکی سے نظر مٹا کر سر جھکاتے ہوئے پیشانی دونوں ہاتھوں پر ٹکالی اور ہولے سے بڑبڑایا ”مرچرڈ نک سن“ ایک عجیب سے خیال سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ مسکرایا۔ اس کے خیال میں یہ ایک ایسے خرکوش کا نام تھا جسے نامعلوم فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے کسی عقاب کو شکار کرنے کے لئے کھلے میدان میں چھوڑا گیا تھا۔ نک سن جو کچھ کر رہا تھا خود نہیں کر رہا تھا۔ وہ کسی شکاری کا خرکوش تھا اور وہ شکاری پردے میں چھپا ہوا تھا۔ لاکروس کی طرح وہ بھی کسی نامعلوم مقام پر بیٹھا ڈوبیاں ہلا رہا تھا۔ نک سن مسئلہ نہیں تھا اصل مسئلہ وہ نامعلوم شخص تھا اس کی تلاش ضروری تھی۔ مقابلہ سخت آنا پڑا تھا۔

دغتنا بیارے کے انجن کی گونج سنائی دی۔ لاکروس نے سر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھا چند لمحے بعد بیارے نے لینڈ کیا اور آتے والے کو لاکروس نے رستے کی بیڑھی کے ذریعے جہاز سے اترتے دیکھا۔ وہ اس کا خاص آدمی جویلو تھا۔ لاکروس نے حسب عادت اپنے رہنمی لبادے کی ٹنگنیں درست کیں اور دھیل چیز کو چلا کر میز کے قریب لے آیا اور ایک کتاب کھول کر یوں سامنے رکھ لی گویا وہ بہت دیر سے مطالعے میں مصروف تھا۔

چند منٹ بعد اس کے فلیپائی ملازم نے کمرے میں بھاگ کر محض بھوکوں کے اشارے سے جویلو کی آمد کی اطلاع دی۔ دوسرے ہی لمحے جویلو کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر قدم رکھتے ہی اس نے تیزی سے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ کسی بھی کمرے میں داخل ہوتے ہی اس طرح جائزہ لینا اس کی عادت تھی خواہ وہ جگہ اس کے لئے کتنی ہی شناسا ہوئی۔

اس کا بچپن سے لے کر جوانی تک کا دور اسی جانور کی طرح گزرا تھا جس کے تعاقب میں شکاری لگے ہوئے ہوں۔ وہ ہمیشہ ہی اپنی ہتھکی جنگ لڑتا رہا تھا جان بچا کر بھاگتا رہا تھا۔ کبھی قانون کے محافظوں سے اور کبھی اپنے سے بڑے بد معاشرے سے۔ اب خود بے پناہ طاقتور ہو جانے کے بعد بھی اس کی عادت مٹی نہیں تھی۔ احساس تحفظ سے وہ کبھی آشنا نہیں ہوا تھا۔ یہ لفظ اس کی لغت میں تھا ہی نہیں۔

وہ ایک دراز قد نوجوان تھا۔ جب اس کے بازو حرکت میں



نہیں ہوتے تھے تب بھی ان کی مچھلیاں حرکت کرتی محسوس ہوتی تھیں۔ اس کے جسم میں بے پناہ منظر پر توانائی متحید معلوم ہوتی تھی۔ لاکروس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بہت کم لوگ بات کر پاتے تھے لیکن جیولہ سے بات چیت کرتے وقت لاکروس بھی زیادہ دیر آنکھ نہیں ملا پاتا تھا۔ جیولہ بہت کم گو تھا اور کسی بات میں زیادہ دماغ بھپانے کا بھی عادی نہیں تھا وہ لاکروس کے مقابل بیٹھ گیا۔

”میں ایک نازک کام تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔“ لاکروس بولا۔

”سان کلیمنٹ والا کام نازک نہیں تھا کیا؟“ جیولہ نے نیچی آواز مگر جارحانہ لہجے میں پوچھا۔

”اب سان کلیمنٹ والے کام کی حیثیت ثانوی ہو گئی ہے۔ پیٹر سن کے آدمی وہاں کے معاملات کو سنبھال لیں گے۔“ لاکروس بولا ”تمہیں وہاں صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ تک سن کا بیپ سے کیا تعلق ہے۔ اب وہ تعلق ایک قطعی مختلف صورت اختیار کر گیا ہے۔ تک سن نے کل رات لاس اینجلس میں بریڈلے سے ذاتی طور پر رابطہ قائم کیا تھا۔“

”یہ کیسے ممکن ہے؟“ جیولہ غرایا ”تک سن تو اپنے گھر سے نکلا ہی نہیں۔ میں وہیں موجود تھا۔“

”وہ بریڈلے سے ملنے نہیں آیا تھا۔“ لاکروس سرد مری سے مسکرایا ”اس نے بریڈلے سے بات کرنے کے لئے بڑی جدید ٹیکنیک استعمال کی تھی کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعے بات کی تھی۔“ ”جیک ہیبری نے تو ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔“ جیولہ کی بھوسیں سکڑ گئیں۔

”جیک ہیبری تک سن کے اسٹاف میں ضرور شامل ہے لیکن ضروری نہیں کہ زیادہ نازک اور اہم معاملات میں وہ ہماری کوئی مدد کرنے کی پوزیشن میں ہو۔“ لاکروس سرد لہجے میں بولا ”تک سن نے بریڈلے کو دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے صدارت کا امیدوار ہونے کا باضابطہ اعلان کیا تو وہ بریڈلے اور دی میگزین کے بارے میں نیپ منظر عام پر لے آئے گا۔ اس کا کہنا ہے کہ نیپ اس پاس موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ وہ بہت کچھ جانتا ہے۔“

”میرا نام تو کس نہیں آیا؟“ جیولہ کی آنکھوں میں چنگاریاں سی ابھر رہیں۔

”نہیں تم محفوظ ہو۔“ لاکروس نہایت مہارت سے اپنی وہیل چیر چلا تا ہوا کھڑکی کے قریب لے گیا ”میں چاہتا ہوں تم ابھی واشنگٹن روانہ ہو جاؤ اور کل پانی سے نئے سرے سے مذاکرات کرو۔ احتمالی اختلافات کا جائزہ لو۔ تک سن نے کہا ہے کہ اگر بریڈلے نے باضابطہ اعلان کیا تو وہ خود بھی صدارت کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔“

”تک سن پاگل ہو گیا ہے کیا؟“

”نہیں بہر حال نیپ کو منظر عام پر لانے کی اس کی دھمکی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے کہ مجھے امید نہیں ہے کہ وہ اس دھمکی پر عمل کرے گا۔ وہ کسی کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ وہ اس حد تک جائے گا کہ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دے۔“ جیولہ اپنے مضبوط ہاتھوں کو دیکھنے لگا اس کی مٹھیاں کھلے اور بند ہونے لگیں۔ پیٹ سے لہجے میں اس نے پوچھا ”کیا اسے ٹھکانے لگانا ہوگا؟“

”میں ابھی یہ نہیں کہہ رہا۔“ لاکروس بولا ”میں چاہتا ہوں تم واشنگٹن جا کر دونوں پارٹیوں میں موجود کمپنی ورکرز سے بات کرو۔ انہیں کڑیو، قابل اعتماد، متحرک اور فعال لوگوں سے بات کرو۔ ایسے لوگ زیادہ بہتر رہیں گے جن کے اخبارات اور ذرائع ابلاغ سے تعلقات ہوں۔ ان کے رجحانات کا اندازہ کرو کہ اگر تک سن کھڑا ہو جاتا ہے تو اسے کس حد تک پذیرائی مل سکے گی؟ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی دھمکی پر عمل درآمد کے سلسلے میں کتنا آگے جا سکتا ہے۔“

”تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟ وہ اگر نیپ منظر عام پر لے آیا تو ہماری ایسی شے ہو جائے گی۔“

”میں نہیں سمجھتا کہ وہ ایسا کرے گا۔ اسے اپنی جان کی بھی تو فکر ہوگی۔“

”پیٹر سن کو یہ سب کچھ معلوم ہے؟“ جیولہ نے دریافت کیا۔

”مناسب وقت پر اسے بھی معلوم ہو جائے گا۔“

”بہتر ہو گا کہ اسے بتا دو۔“ جیولہ اٹھتے ہوئے بولا ”ہر جگہ میری ہی گردن پھنس رہی ہے پیٹر سن نے جہیں بتایا کہ کل رات واشنگٹن میں اسے ایک آدمی کو گھنڈا کرنا پڑا؟“

لاکروس کے تاثرات سے جیولہ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ بات اسے معلوم تھی۔ وہ جاتے جاتے رک کر بولا ”تم ابھی اس سے بات کرو۔ پوری صورت حال سب لوگوں کے علم میں رہتی چاہئے۔ ہم سب ان معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اسٹھ ڈوین گئے اسٹھ تیرس گئے۔ میں اکیلا کچھ نہیں کروں گا۔“

قبضے کی نہ جانے کتنے برس منصوبہ بندی کی ہے۔ اب لب بام پہنچ کر وہ اتنی آسانی سے بازی نہیں ہارے گا۔“

چند لمحے لاٹبری میں خاموشی رہی پھر گولڈ مین بولا، ”مارگولس کے اپارٹمنٹ میں کوئی کتاب، کوئی فائل، اس کی یادداشتوں پر مشتمل کسی قسم کے کاغذات وغیرہ، کچھ نہیں پایا گیا؟“

”اس کے کاغذات وغیرہ اس کے درجنیا والے مکان میں محفوظ ہیں۔ ان کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔“

مارگولڈ نے جواب دیا۔

اتوار..... گیارہ بج کر تیس منٹ..... ابراہام ہنری روپر کو گزشتہ رات صبح طور پر نیند نہیں آئی تھی حالانکہ اس نے اپنے ذہن کو خسار کی آغوش میں پناہ دینے کے لئے خاصی پی بھی لی تھی اور لی وی سے بھی دل ہلانے کی کوشش کی تھی۔ مارگولس کی موت کے بارے میں کوئی بات اس کے لاشعور میں کھلک رہی تھی اور پھر نیم غودگی کے عالم میں اچانک یہ وہ اس خلش کا سبب جان گیا تھا۔

اسے یاد آیا کہ جب اس نے مارگولس کی لاش دریافت کی تو اسے اس کا اپارٹمنٹ کچھ زیادہ ہی صاف ستھرا محسوس ہوا تھا۔ وہاں کسی کاغذ، فائل یا کتاب تک کا بھی نام و نشان نہیں تھا جبکہ مارگولس نے اسے بتایا تھا کہ وہ اپنی یادداشتیں لکھ رہا تھا۔

خلش کا سبب تو اسے معلوم ہو گیا تھا لیکن اس کی وضاحت کے لئے کوشش کیونکر کی جاسکتی تھی؟ ہنری نے بہت سوچا اور آخر کار ملٹ ابراہام سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ ملٹ ابراہام ہی آئی اے میں شعبہ ”کلاسیفیکیشن“ کا ہیڈ تھا۔ سی آئی اے میں ایس بڑے بڑے شعبے تھے جنہیں کسی بہت بڑی کاروباری کمپنی کی طرح خوب صورت، بار بار اور مٹا کر نئے نام دیے گئے تھے۔ مثلاً آفس آف ٹریڈنگ، آپریشنل سروسز ڈویژن، انٹرنیشنل پروگرامز اسٹاف، وغیرہ وغیرہ۔ ان ناموں کا خالق بھی اپنی جگہ مائیکل ا۔ بجلو سے کم نہیں تھا۔ ان ناموں کا مفہوم اور ان شعبوں کے اصل کام کو خود سی آئی اے والے ہی صحیح طور پر سمجھتے تھے مارگولس کلاسیفیکیشن ہی کے شعبے سے وابستہ رہا تھا۔

ہنری نے ابراہام کو لینے میں فن کیا۔ آپریٹولی ”آج اتوار ہے، مسٹر ابراہام کچھ کاغذات چیک کرنے کے لئے آئے ہوئے تو ہیں لیکن ان سے ملاقات کے لئے وقت لیتا پارے گا۔“

”میرا نام ہنری روپر ہے۔ اسے بتا دو میں آدھے گھنٹے میں اس کے پاس آ رہا ہوں اور وائلٹ مارگولس کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“

آدھے گھنٹے بعد وہ ابراہام کے دفتر میں موجود تھا جو ایک سات منزلہ عمارت میں واقع تھا۔ اس کی میز رنگ برنگے کاغذوں اور فائلوں سے بھری ہوئی تھی۔ کلاسیفیکیشن کے شعبے میں روزانہ

اتوار..... گیارہ بج کر تیس منٹ..... مارگولڈ گارفیلڈ، گولڈ مین اور فلچر ایک بار پھر مینگ کے لئے اس

دیران لاٹبری میں جمع ہوئے تھے۔ تینوں عمر رسیدہ تھے، اکثر بیمار رہتے تھے اور انہیں اپنی بیویوں سے ہانے کر کے مینگ میں آنا پڑا تھا۔ آج بھی سر دیست زیادہ تھی۔ اپنی دشاویوں کا ذکر کرنے کے بعد گولڈ مین ناگوار سی بولا ”تم نے اس معاملے کو بہت آگے بڑھا دیا ہے مارگولڈ! کوئی نین فبر کے بعد مارگولس بھی مارا گیا۔ پولیس کمشنر کو اوپر سے ہدایات ملی ہیں کہ اس کی موت کے بارے میں رسمی تحقیقات نہ کی جائے یہ سی آئی اے کا اپنا معاملہ ہے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے اپنے ہمدردوں کی موت کا افسوس نہیں ہوتا؟“ مارگولڈ کراہ کر بولا ”میری سوچوں نے میرے اس کو اتنا تکلیف دہ بنادیا ہے کہ میں راتوں کو سو نہیں سکتا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اپنی اس خفیہ کمپنی کو نہ ہم توڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ملک کو انجانے خطرات کے منہ میں جاتے دیکھ کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ سکتے ہیں۔ میں تمہیں یاد نہیں دلاؤں گا کہ بیکسٹر کے ساتھ بیٹھ کر ہم نے جب یہ کمپنی تشکیل دی تھی تو کیا عظیم مقاصد اور کیا قواعد وضوابط طے پائے تھے۔“

فلچر اور گولڈ مین نے چینی سے پہلو بدل کر رہ گئے۔ مارگولڈ بات جاری رکھتے ہوئے بولا ”مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے کوئی راستہ نکلا نہیں ہے اور ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ہم ’میزکس‘ کے تمام ممبروں کو چکڑ سکتے ہیں لیکن اس سے کیا حاصل ہوگا؟ کچھ بھی نہیں۔ انا ہم عوامی غیظ و غضب کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ وہ سب بڑے بڑے بارسوخ لوگ ہیں ہر شعبہ زندگی سے ان کا تعلق ہے۔ بڑے اور بارسوخ نہ ہوتے تو اتنی بڑی خفیہ تنظیم اتنے برسوں کس طرح سرگرم عمل رہ پاتی؟ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ان کے خلاف کیا ثابت کر سکیں گے؟ معمولی عدالتی کارروائیوں کے بعد سب نکل جائیں گے۔ مختلف تعمیری مقاصد کے لئے اس قسم کی تنظیمیں بنتی ہی رہتی ہیں۔“

”تو پھر آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“ فلچر نے دریافت کیا۔

”ہمارے ہاتھ میں صرف دو ٹکڑے ہیں۔“ مارگولڈ بولا ”ایک تک سن اور دوسرا ہنری روپر تک سن کو میں نے آگے بڑھا دیا ہے۔ ہنری روپر نوجوان ہے اور جان روپر کا بیٹا ہے۔ وہ ہر بات سے انجان اور معصوم ہے۔ میں نے اسے دانشمندی میں روکے رکھنے کا بندوبست کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے ذہن میں سوالات پیدا ہوں، وہ مجسوس ہو۔ وہ اپنے جنس، جذباتیت، جوانی کے جوش، آنجنابی باپ سے جذباتی وابستگی اور اپنی ناگہمی کی بدولت جو کچھ کر گزر سکتا ہے وہ ہمارے لئے بہت قیمتی ثابت ہو سکتا ہے۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ ان دونوں ٹکڑوں کو بساط پر استھائی احتیاط سے آگے بڑھاؤں۔ اصل مشکل کام تاریکی میں چھپی ہوئی اس طاقت، اس ذہن کو سامنے لانا ہے جس نے امریکی اقتدار پر

”میں مارگولس کے لئے تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن جو تم کہہ رہے ہو وہ میں نہیں کر سکتا۔ اب میں تم سے کل کر رہی بات کر لیتا ہوں لیکن بات تمہارے اور میرے ہی درمیان رہے۔ مارگولس محض دربر سر نہیں رہا تھا۔ وہ کمپنی کے لئے خطرہ بن چکا تھا۔ تین ماہ سے ہم اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ بیسیوں اہم فائلوں تک اس کی رسائی رہتی تھی اور وہ خود قابل اعتبار نہیں رہا تھا۔ یہاں سے اسے فائلیں بلا روک ٹوک ملتی تھیں لیکن وہ کاپی ہو کر واپس آتی تھیں۔ ہمارے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں کہ اگر کسی فائل کو کاپی کیا جائے تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کا پیسٹ میٹ وغیرہ ہوتا ہے۔ جب اسے یہاں بیٹھ کر اہم چیز نقل کرنے کی آزادی حاصل تھی تو پھر فائلیں کاپی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر ایک روز ہمیں اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔“

خاموش ہو کر اس نے گہری سانس لی اور قدرے توقف کے بعد یوں ”مذہب زبان میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ لمبی اور سچی مسائل کا شکار تھا۔ مرجانے والوں کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا لیکن اب تم نے اسے جذباتی ہو رہے ہو تو تمہیں حقائق سے آگاہ کرنا پڑے گا۔ نگرانی کے دوران ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے ہاں عجیب و غریب مردوں کی آمدورفت تھی۔ بشرطیکہ انہیں مرد کا جاسکے۔ ایک خاص ذوق کے لوگ غیر فطری رجحانات رکھنے والے بدنام لوگ۔ تم اندازہ کر سکتے ہو مارگولس کی ذات کمپنی کے لئے کتنا بڑا خطرہ تھی۔“

ہنری کے معدے میں گرہ سی پڑی لیکن وہ خاموش رہا۔ ابراہام نے بات جاری رکھی ”ہم نے اس کے اپارٹمنٹ میں جاسوسی کے آلات نصب کرائے اور وہاں سے ریکارڈ ہونے والی گفتگو وغیرہ سے ثابت ہو گیا کہ وہ بہت بڑی لغت کا شکار تھا اور اپنی اس کمزوری کی بنا پر بلیک میل ہو رہا تھا۔ وہ ان لوگوں کو کچھ ایسے کانڈاٹ کی نقلیں فراہم کر رہا تھا جن کی بنیاد پر معاشرے کے بڑے بڑے لوگوں، ایک سے ایک اہم پوزیشن پر بیٹھے ہوئے افراد کو بلیک میل کیا جاسکتا تھا۔“

”ایک شریف اور دیانتدار آدمی کو کس بنیاد پر بلیک میل کیا جاسکتا ہے ابراہام؟“ ہنری نے گھبرے گھبرے لہجے میں پوچھا۔

”حساس محکموں میں شریف اور دیانتدار لوگوں کے ساتھ بھی بہت سے راز وابستہ ہوتے ہیں جن کا فاش ہونا ٹھیک نہیں ہوتا۔“ ابراہام نے جواب دیا ”مارگولس بہت بڑے جرائم کا مرتکب ہو رہا تھا۔ میں تو کہتا ہوں موت اس کے حق میں اچھی ثابت ہوئی ہے۔ وہ اپنے خلاف باضابطہ تحقیقاتی کارروائی اور رسوائی دونوں سے بچ گیا۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ وہ کتنے دباؤ کا شکار ہو گا؟ شاید اسی دباؤ کے باعث اس پر چاکا دل کا دور پڑا۔ اگر تم سمجھ رہے ہو کہ اسے قتل کیا گیا ہے تو غلطی پر ہو۔ اسے قتل کرنے کی کسی کو ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس نے خود اپنے آپ کو قتل

منوں ٹٹوں کے حساب سے کاغذ خرچ ہوتا تھا۔ ابراہام تھکے تھکے سے انداز میں اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے یوں ”کانڈی کام نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔ اب ذرا اس فائل کو ہی دیکھ لو۔ چار سو اٹھارہ صفحات ہیں اس میں.... اور تمہیں معلوم ہے؟ کسی موضوع پر ہے؟ درختوں کے موضوع پر۔ ہاں.... یقین کرو، یہ درختوں کے موضوع پر ہے کسی سکی کو بیٹھے بٹھائے اچانک خیال آیا کہ امریکا میں درختوں کی تعداد کم ہو رہی ہے اور ہماری معیشت پر اس کا زبردست اثر پڑنے والا ہے۔ اس نے ایک رپورٹ بنا کر بھیج دی۔“ وہ بے بسی سے مسکرا دیا ”کسی کو نہیں معلوم کہ اس کا کیا کرتا ہے۔ اس لئے یہ میری میز پر آئی۔“

ابراہام ایک دراز قد اور مضبوط آدمی تھا۔ جوان تھا لیکن اپنی عمر سے بڑا نظر آنے کی کوشش کرتا تھا۔ حلیہ بھی کچھ ایسا ہی رکھتا تھا۔ ہنری پُر سکون لہجے میں ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد یوں ”کیا مارگولس کمپنی کے لئے اہم آدمی تھا؟“

”ہاں ہی.... اور نہیں بھی۔ بہر حال وہ ایک ملازم تھا۔ کسی حد تک وہ ایک دربر سر بھی تھا لیکن ہم لوگ دربر سر کو بھی برداشت کرتے ہی رہے ہیں۔“ ابراہام نے جواب دیا۔

”وہ کس حد تک تکلیف دہ دربر سر تھا؟“ ہنری نے تھکے لہجے میں پوچھا۔ اس کے خیال میں ابراہام جیسے گھاگ آدمی سے کھل کر بات کرنا ہی بہتر تھا۔

”تکلیف دہ؟ نہیں.... یہاں تکلیف دہ تو کسی کو نہیں کہا جاسکتا۔“ ابراہام ملاٹھ سے یوں ”بس وہ ماضی میں زندہ رہتا تھا۔ ماضی میں اس نے فیڈل میں اچھا کام کیا تھا۔ بروحاہ میں بعض لوگ ذرا سکی ہو جاتے ہیں۔ اپنی پرانی باتوں کو نہیں بھولتے۔ بد قسمتی سے اس نے ویرن کیش کے لئے بھی کام کیا تھا۔ بہت سے لوگوں کو کینیڈوں کے قتل میں سازش کا پہلو نظر آتا ہے لیکن مارگولس نے تو اسے کچھ زیادہ ہی اپنے سر پر سوار کر لیا تھا۔ نفسیاتی مسئلہ بنایا تھا۔ ہزاروں خلک ترین اور انجھی ہوئی فائلیں اس نے پڑھ ڈالیں۔ سی آئی اے بہت پہلے ہی بڑے لہجے سے تک ایک تحقیقاتی کمیٹی کو بھگت چکی تھی اب ہم مارگولس سے بھی پور ہو چکے تھے لیکن یہ سوچ کر دل شکنی کی کوئی بات نہیں کرتے تھے کہ بروحاہ میں تقریباً سبھی ایسے ہو جاتے ہیں۔“

ہنری گویا اس کی باتوں سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر یوں ”اس کے پاس کی حیثیت سے تمہیں اس کی موت کی مکمل تحقیقات کرانے کا حق حاصل ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اس حق کو استعمال کرو۔ آزادانہ تحقیقات کرو۔ پورٹ مارٹن کرو۔ کسی بہترین پارٹ سرجن سے رائے لو کہ آخر ایک بالکل محنت منگادی کو یکایک دل کا دورہ کیسے پڑ گیا؟“

ابراہام دوا گیر چارٹ کے پاس جا کھڑا ہوا۔ ایک لمبے بعد وہ ہنری کی طرف گھوما تو اس کے چہرے پر سختی نمودار ہو چکی تھی۔

کر لیا۔ انہی باتوں کی وجہ سے اس کی موت کی تحقیقات نہیں کرائی جاسکتی۔“

ہنری کو کمرے میں ٹھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے ابراہام پر غصہ بھی نہیں آ رہا تھا۔ اس کے خیال میں وہ وہی کر رہا تھا جو اس کے ذمے لگایا گیا تھا۔ ہنری جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆

میر..... چھینچ کر بیٹھائیں منٹ..... ہنری رو پر

ہنری صبح تیار ہو کر گریڈا کو سوتے چھوڑ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے ذہن میں کھلاتے ہوئے سوالات نے اسے ایک عجیب سی اذیت سے دوچار کر دیا تھا۔ آخر کار اس نے فیصلہ کیا کہ وہ مارگولس کے آبائی فارم کا چکر لگائے گا جہاں اس کا خاندانی مکان موجود تھا۔ وہ جگہ بیہوش فارم کے نام سے مشہور تھی۔ مارگولس نے اسے اس کے بارے میں خاصی تفصیل بتایا تھا۔

سڑکوں پر برف کی بہت موٹی تہ جم چکی تھی اور ابھی برف پاری جاری تھی۔ ایک بار تو ہنری نے ارادہ کیا کہ واپس لوٹ جائے مگر اب جین سے گھر بیٹھنا بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے سفر جاری رکھا۔ کار کا ریڈیو آن تھا جس پر دنیا جہان کی خبریں سنائی جارہی تھیں۔ ان میں ایک مختصر خبر یہ بھی تھی کہ دارالحکومت میں افواہ سننے میں آئی ہے کہ رچرڈ نکسن بھی صدارتی انتخاب میں حصہ لیں گے۔

ہنری کھوئے کھوئے سے انداز میں مسکرا دیا۔ یہ رپورٹ بھی عجیب مخلوق ہوتے ہیں بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں۔ بعض اوقات تو یہ افواہیں آؤاؤ کر آؤی کو بچ کچھ کام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں جس کا وہ کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس نے سوچا۔

’بیہوش فارم ہاؤس‘ خاصا طویل و عریض دو منزلہ مکان تھا۔ کسی پرانی چوبلی سے مشابہ۔۔۔ اس کے ڈرائیوے میں ایک کار کھڑی تھی جس پر برف کی تہ جمی ہوئی تھی۔ ہسپلیٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کرائے کی تھی۔ ہنری کو گیٹ کھلا ہی ملا۔ مکان کے اندر آرائشی تالاب اور چار دیواری والا باغیچہ بھی موجود تھا۔

اندرونی دروازے پر پہنچ کر اس نے کئی مرتبہ کال میں بجاٹی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ کھڑکیوں کے دھندلائے ہوئے شیشوں سے اس نے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ مکان میں زندگی کے کوئی آثار محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ اس نے دروازے کو دھکیلا تو وہ کھلا ہی ملا۔ پچھلا ہٹ آمیز انداز میں وہ اندر جا پہنچا۔

وہ ایک کشادہ اور صاف ستھری نشست گاہ تھی۔ اس کی حالت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ مکان میں کوئی نہیں رہتا۔ وہ ابھی ایک قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ ایک طرف سے نسوانی آواز سنائی دی ”دونوں ہاتھ تپائی پر رکھ کر جب تک جاؤ۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش مت کرنا۔ میرے ہاتھ میں جو ریوالور ہے اس سے اگر انسان ہلاک نہ ہو سکے تب بھی عمر بھر کے لئے معذور ضرور ہو جاتا

ہے۔“

اس نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ وہ تپائی پر ہاتھ رکھ کر جھکا تو اسے عقب میں وہ لڑکی نظر آئی۔ وہ الماری سے نیک لگائے کھڑی تھی۔ ریوالور واقعی اس کے ہاتھ میں تھا مگر اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار تھے۔

”میرا نام ہنری رو پر ہے۔ میرا تعلق اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ میں والٹ مارگولس کا دوست ہوں۔“ وہ ملا غمت سے بولا۔

”مارگولس کے مرنے کے بعد سبھی اس کے دوست ہو گئے ہیں۔“ لڑکی کے لیے میں ہلا کی تجویز تھی۔ وہ ایک دراز قد لڑکی تھی۔ اسکرٹ ہلاؤز کے ساتھ قفل پوٹ پہنے ہوئے تھی جن کی وجہ سے کچھ انداز دراز قد دکھائی دے رہی تھی۔ کمرے میں روشنی کم تھی لیکن ہنری دیکھ سکتا تھا کہ اس کے بال اور آنکھیں بھوری تھیں۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ریوالور کی اہل بھی تھی۔ وہ ہنری کی تلاش میں لپٹے کے لئے آگے نہیں بڑھی تھی۔

”تم جاؤ تو جب سے میرا شناختی کارڈ نکال کر دیکھ سکتی ہو۔“ ہنری بولا ”مارگولس سے میری شناسائی زیادہ پرانی نہیں لیکن میں اسے پسند کرنا لگتا تھا۔ جمعے کی رات اس نے مجھے اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا تھا لیکن میں جا نہیں سکا۔ دوسرے روز پہنچا تو وہ مردہ تھا۔ میں نہیں جانتا میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ شاید کوئی تجسس کوئی پچھتاوا مجھے یہاں لے آیا ہے۔“

”یہ کوئی تسلی بخش جواز نہیں ہے۔“ لڑکی میز کے قریب آگئی۔ ”شاید میں کسی تسلی بخش جواز ہی کی تلاش میں آیا ہوں۔“ ہنری نے کہا اور اچانک ہی ہاتھ کھمایا۔ ریوالور لڑکی کے ہاتھ سے دور جاگرا۔ ہنری نے فوراً اس کی کلائی گرفت میں لے لی۔ لڑکی حیرت انگیز طور پر جاندار تھی۔ اسے قابو کرنے کی کوشش میں ہنری کو دانتوں پہنے آگے بڑی مشکل سے وہ اسے عقب سے بازوؤں کے حلقے میں جکڑ کر بے بس کر سکا۔

”غضب خدا کا!۔۔۔“ وہ ہانپتے ہوئے بولا ”تم لڑکی ہو یا لڑی ریلیسر؟“

وہ پھر کسمائی تو ہنری بولا ”مجھ میں مزید کھینچا تانی کی تاب نہیں۔ اگر تم آرام سے بیٹھ کر میری بات سننے پر تیار نہ ہو میں تو میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا کہ گھونسا مار کر تمہارا جبراً تو دوں۔“

لڑکی نے ہنم ڈھیلا چھوڑ دیا اور ہنری نے اسے ایک آرام کرسی پر بٹھایا۔ ریوالور اٹھا کر اس نے کوئی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ کمرے کا جائزہ لے بغیر نہ رہ سکا۔ یہاں کا ماحول مارگولس کے اندرون شروالے اپارٹمنٹ سے بہت مختلف تھا۔ یہ ایک بازوئی آؤی کا کمرہ معلوم ہوتا تھا۔ یہاں کتابیں بھی تھیں۔ پینٹنگز بھی اور لکھنے پڑھنے کا سامان بھی۔

”تم یہاں کیوں نظر آ رہی ہو؟“ ہنری نے دریافت کیا۔
 ”میرا اس جگہ سے گمراہ تعلق ہے۔ میں مارگولس کی بیٹی
 ہوں۔“ وہ بولی۔ ایک لمحے کے لئے ہنری دم بخود رہ گیا۔ اس کے
 ذہن میں مارگولس کی بیٹی کا جو تصور تھا وہ اس سے کہیں بہتر تھی۔
 ”میں کل ہی یہاں پہنچی ہوں۔ پولیس نے مجھے ڈیڑھ کی موت
 کے بارے میں بتایا۔ تب سے میرے حواس صحیح طور پر کام نہیں
 کر رہے۔“ وہ کھوئے کھوئے سے لمحے میں مزید بولی۔
 ہنری کے بغیر نہیں رہ سکا ”اس مکان کا ماحول اور تمہاری
 شخصیت بتا رہی ہے کہ تم ایک باذوق اور نفیس لڑکی ہو میرے ذہن
 میں تمہارا ایسا تصور نہیں تھا۔“

”شاید اسی لئے ڈیڑھ کی مجھے شوہر بننے میں جانے سے روکنے
 کی سرتوڑ کوشش کی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ میں ملازمت کروں،
 شادی کروں، بچوں کی ماں بنوں اور ریلوے دفاتر شکاری سے گھر
 چلاؤں۔ اتوار کو باقاعدگی سے چرچ جایا کروں۔“

”شاید تمہارے حق میں یہی بہتر ہوتا۔“ ہنری بولا۔
 ”نہیں میں آزاد فضاؤں کی پیچھی ہوں۔“ وہ بولی پھر اچانک
 ہی موضوع بدلتے ہوئے بولی ”تم ڈیڑھ کی دفتری ساتھی ہو۔ تم
 شاید مجھے تاسکو۔ ڈیڑھ اپنی خود یادداشتیں لکھ رہے تھے کیونکہ وہ ان
 کے لئے اتنی اہم تھیں کہ ان کے پیکر میں زندگی بھی داؤ پر لگا سکتے
 تھے؟“

ہنری نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ عین قریب سے اس کے
 چہرے کا بغور جائزہ لے رہی تھی ”میرا خیال ہے تمہارا جواب
 اثبات میں ہے۔ میں خود بھی یہی سمجھتی ہوں۔ پچھلے ہفتے میری ان
 سے فون پر بات ہوئی تھی۔ انہیں یہ سن کر حیرت ہوئی کہ وہ مجھ سے
 تمہارا ذکر کر چکے تھے۔ تعریفیں کرتے نہیں تھک رہے تھے۔ ان
 کے خیال میں تم ایک آئیڈل باپ کے آئیڈل بیٹے تھے۔ انہوں
 نے اپنے کام کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ جس کام
 میں وہ ہاتھ ڈال بیٹھے ہیں اگر اسے صحیح طرح ہینڈل نہ کر سکے تو ایک
 طوفان اٹھ کھڑا ہوگا۔ میں کل رات ان کی اسٹڈی میں گئی تھی۔ کیا
 تم ان کے کاغذات دیکھنا پسند کرو گے؟“

اس کا یہ سوال گویا ہنری کی تمام کاوشوں کا پھل تھا۔ وہ
 اسٹڈی میں گھسا تو بارہ بجے تک اسے اسے اسٹڈی میں گھسا تو بارہ بجے تک اسے
 ایس اسے دس بجے تھا چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ ہنری
 فائلوں پر فائلیں کھٹکاتا چلا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ
 مارگولس نے بڑی عرق ریزی سے بہت سا کام کا مواد جمع کیا تھا۔
 اس نے بتایا تھا کہ کینیڈیوں کے قتل اور ان کے مبینہ قاتلوں کی
 بارے اسے سوال اور جبکہ روٹی کے بارے میں کیا کیا باتیں سی آئی
 اے اور ایف بی آئی نے تحقیقاتی کمیشن سے چھپائی تھیں۔

کینیڈیوں کے قتل کے بعد چند سال کے اندر اندر کم از کم
 تیس کتابیں ایسی چھپی تھیں جن میں حتی الامکان مستند انداز میں

جائزہ لینے کی کوشش کی گئی تھی کہ ان دونوں بھائیوں کے قتل کے
 پیچھے کیا سازش کارفرما تھی لیکن مارگولس کا کام ان سب پر بھاری
 تھا۔ مگر اس کام میں بھی کتنی تھکن۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی
 حقیقی تینے پر نہیں پہنچ سکا تھا بہت سی باتیں اس نے درمیان میں
 معلق چھوڑ دی تھیں یا پھر شاید موت نے اسے کڑیاں جوڑنے کی
 مہلت نہیں دی تھی۔

آخری فائل میں اس کے باپ کا بھی تذکرہ تھا۔ مگر اس
 فائل کے مندرجات اس کے بالکل ہی لینے نہ پڑے۔ اس میں تو
 الفاظ اور جملوں کا ایس میں کوئی ربط ہی نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے
 ان کاغذات کو کئی مرتبہ پڑھا لیکن ہر بار الجھ کر رہ گیا۔ وہ ایک عجیب
 گورکھ دھندا تھا۔

آخر کار وہ اسٹڈی سے نکل آیا۔ ایس اسے نشست گاہ میں
 ایک کتاب پڑھتی ہوئی ملی، وہ اٹھتے ہوئے پُر امید لمحے میں بولی،
 ”تمہاری کچھ سمجھ میں آیا؟“

”نہیں، میں بھی ان کاغذات کا کوئی سرپر تلاش نہیں
 کر سکا۔“ ہنری مایوسی سے بولا ”معذرت کے ساتھ کون سا کچھ شاید
 انہیں زیادہ دھماکا خیز سمجھنا تمہارے ڈیڑھ کی خوش فہمی تھی ایک
 تشبیہ تعبیر خواب تھا۔“

”میرا دل کتا ہے کہ ایسا نہیں تھا۔“ وہ ٹکٹ خوردہ سے
 لے بیٹھیں بولی۔

ہنری جب وہاں سے رخصت ہوا تو اس کے دل میں جذبات
 کی ایک چنگاری روشن تھی۔ چند گھنٹوں کی شناسائی اسے اور ایس
 کو ایک دوسرے کے بہت قریب لے آئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد ایس نے واشنگٹن کا ایک نمبر ڈائل
 کیا۔ دوسری طرف گارفیلڈ تھا جو اس وقت ٹھنڈ جانے کی وجہ
 سے کھائیں رہا تھا۔ لڑکی نے نہایت فرائے سے اسے گزرے
 ہوئے چند گھنٹوں کے بارے میں رپورٹ دی اور آخر میں بولی،
 ”میرے خیال میں تو اگر ہم ہنری کو اعتماد میں لے لیں تو کام زیادہ
 آسان ہو جائے گا۔“

”نہیں“ گارفیلڈ فیصلہ کن لہجے میں بولا ”اسے یہی سمجھنے دو کہ
 وہ اپنی تسکین کے لئے سب کچھ کر رہا ہے۔ اس طرح وہ زیادہ بہتر
 طور پر کوشش کرتا ہے۔ اس کی کوششوں کی بنیاد صرف انا اور
 خلوص پر ہوتی ہے۔ جب اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ وہ کسی اور
 کے لئے کام کر رہا ہے، کسی اور کا آلہ کار بن رہا ہے تو اس کی
 کاوشوں میں وہ بات نہیں رہتی۔ اچھا... خدا حافظ۔“

پیر... چارنچ کر تیس منٹ... میکین
 کافی دور تک وہ دونوں اجنبیوں کی طرح آگے پیچھے چلتے رہے۔
 پل پر پہنچ کر دونوں ہی رک گئے اور گویا شہر کا نظارہ کرنے لگے۔
 چاروں طرف برف کی دبیز تھیں جمی ہوئی تھیں پل پر بھی برف تھی۔
 چند لمحے بعد میکین نے اپنے کندھوں پر سے برف جھاڑتے ہوئے

دائیں بائیں دیکھا اور اس کی نظر گویا اتفاقاً ہی لڑکی پر پڑی۔
 ”اے..... تم؟“ دونوں ہی کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور
 دونوں ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ سرراہ اتفاقاً ہی مل جانے
 والے دو شہنشاہوں کی طرح وہ باتیں کرنے لگے۔
 ”ایک مہینہ پہلے مارگولس کی تدفین کیمپنی کی عمرانی میں ہوئی
 ہے۔ میں اس میں شرکت کر کے آ رہا ہوں۔“ بیگیکن دھیمے لہجے
 میں بولا ”ہنری بھی وہاں موجود تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ آئے
 گا۔“

”چلو یہ اچھا ہوا کہ تدفین کیمپنی کی عمرانی میں محدود سے انداز
 میں ہوئی ہے۔“ لڑکی بولی ”میرے وہاں موجود نہ ہونے کا جو اذیت
 ہو گیا۔ میں کہہ دوں گی کہ کیمپنی والوں نے مجھے مطلع ہی نہیں کیا۔ یہ
 بتاؤ ہنری نے کوئی بات کی؟“

”اس نے ایک انوکھا انکشاف کیا۔“ بیگیکن دُھند میں لپٹی
 ہوئی سڑکوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ”وہ مارگولس کے پوسٹ مارٹم
 کا مطالعہ لے کر ابراہام کے پاس گیا تھا۔ ابراہام نے اس کا منہ بند
 کرنے کے لئے اسے مارگولس کے بارے میں عجیب سی کہانی سنا
 دی۔ اس نے ہنری کو بتایا کہ مارگولس..... غیر فطری رجحانات رکھتا
 تھا۔ اس قبیل کے لوگوں کے ہاتھوں بلیک میل ہو رہا تھا۔ کانڈات
 چڑا رہا تھا اور شاید اس نے خودکشی کی ہے۔ اس کی موت کے
 اسباب پر پردہ ہی پڑا رہے تو اس کے حق میں اچھا ہے۔ وغیرہ۔“

”اس قسم کی باتیں کیں اس نے؟“ لڑکی کی آنکھیں پھیل
 گئیں۔

”ہاں... اور ظاہر ہے ان میں سے ایک بھی درست نہیں
 ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ اس کا مطلب کیا ہوا؟“ بیگیکن نے اس کی
 طرف دیکھا۔

”یہی کہ ابراہام بھی انہی لوگوں میں سے ایک ہے۔ وہ بھی دی
 میٹرکس کا آدمی ہے؟“ لڑکی سرگوشی سے اسے انداز میں بولی۔

”ہاں.... اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مرنے سے پہلے
 مارگولس نے مجھے جو نوں کیا تھا اور بے تابی سے اپنے ہاں آنے کی
 دعوت دی تھی وہ گفتگو بھی ریکارڈ ہوئی تھی۔“ بیگیکن تشویش زدہ
 لہجے میں بولا ”اگر اس گفتگو میں میری شناخت متبیین ہوگئی، یہ ظاہر
 ہو گیا کہ مارگولس کس سے بات کر رہا تھا تو تم اندازہ کر سکتی ہو کہ
 میرا انجام کیا ہوگا۔ ادھر یہ نوجوان، ہنری گویا بارودی سرنگوں پر
 چل رہا ہے اور اسے اس کا ذرا بھی اندازہ نہیں۔ شاید بُرا وقت
 آنے پر ہم اسے بچا بھی نہ سکیں۔“

”اس کی بے خبری کی بڑا متدی سے ایک آدمی تو سامنے
 آیا ہے۔ ابراہام کی اصلیت تو کھلی ہے۔ دی میٹرکس کا عفریت کچھ
 حرکت میں تو آیا ہے۔ گارڈینڈ کی پیش گوئی یہی تھی کہ اس کی حکمت
 عملی کے نتیجے میں دی میٹرکس حرکت میں آئے گی۔“ لڑکی بولی۔

”لیکن شاید اس کے ساتھ ہی میری ذات پر سے بھی پردہ اٹھ
 گیا ہے۔ میں ابراہام کا ڈپٹی ہوں۔ اس نے مجھے ہی مارگولس کی
 عمرانی پر لگایا ہوا تھا۔ اگر اس ریکارڈ شدہ ٹیلی فون کال سے میری
 شناخت ظاہر ہوگئی تو صاف پتا چل جائے گا کہ میں عمرانی کے بجائے
 اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ میں موت کی آہٹ محسوس کر رہا ہوں۔“
 بیگیکن کا چہرہ سفید نظر آ رہا تھا۔
 ”تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔“ لڑکی نے اسے
 دلا سہ دیا۔

”آؤ..... ایک بار پھر برانے وقتوں کی طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈال
 کر چل تدی کریں۔“ یکا یک بیگیکن نے اس کا ہاتھ تھامے ہوئے
 کہا ”شاید تمہارے ذہن میں ان وقتوں کی کوئی پرچھائیں موجود
 ہو۔“ خواہیدہ زخموں کو مت کریڈا کرو بیگیکن! لڑکی افسردگی سے
 بولی۔ کچھ دیر وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ملتے رہے۔ پھر بیگیکن
 بولا ”ہنری کو اب تم ہی سنبھالے رکھنا۔“ ایک نظر لڑکی کی طرف
 دیکھ کر وہ حسرت آمیز لہجے میں بولا ”دیے بھی شاید ہنری کو سنبھالنا
 تمہارے لئے ایک چرلطف کام ہو۔“

”بیگیکن! خدا کے لئے ایسی باتیں مت کرو۔“ لڑکی کے
 چہرے پر ہلکی سی سرفی آگئی۔ ایک لمحے کے توقف سے وہ بولی ”میں
 اب چلتی ہوں۔“ اس نے گویا سردی سے بچنے کے لئے اپنا شولڈر
 بیک سینے سے چٹایا۔ یہ وہ شولڈر بیک نہیں تھا جو اسٹیبلر ہوٹل
 لے کر تھی تھی مگر اس میں وہی ریو اور ضرور موجود تھا جو اس نے
 اس موقع پر استعمال کیا تھا۔

منگل..... نون کر تیس منٹ..... پیٹرک
 ڈونالڈ پیٹرک اور ابراہام نگارہ کو گف کھیل رہے تھے لیکن
 درحقیقت وہ ایک بیٹنگ تھی۔ پیٹرک کھیل میں بھی شکست
 برداشت کرنے کا عادی نہیں تھا، خصوصاً اپنے انجمنوں کے ہاتھوں
 لیکن مجبوری تھی کہ بات چیت کرنے کے لئے اسے اس وقت
 ویران گولف کورس میں ابراہام کے ساتھ کھیلنا بھی پڑ رہا تھا اور
 شکست کے آثار بھی دیکھنا پڑ رہے تھے۔
 ”مارگولس کو ٹھنڈا کر نے والا فیصلہ جس نے بھی کیا تھا،
 نہایت احمقانہ تھا۔“ ابراہام کہہ رہا تھا۔

”حمایت تو یہ میری تھی۔“ پیٹرک اسے گھورتے ہوئے بولا۔
 ”اور مجھے اس پر مجبور تم نے کیا تھا۔ تم نے پہلی بار جب مارگولس کو
 مشکوک قرار دیا تھا تب سے میں نے کہا تھا کہ اس پر کڑی نظر رکھنا۔
 اب اگر سی آئی اے میں بھی غفلت کا یہ عالم رہے گا ہے تو ہم کسی
 اور ادارے سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔“

”کیسی غفلت؟“ ابراہام نے ہاتھ روک کر اسے سرد نگاہوں
 سے گھورا ”میں اس کی ایک ایک چل کی نقل و حرکت سے آگاہ
 تھا۔ کانڈا کا ایک پڑھ بھی اگر وہ ریکارڈ سے نکلا، آتا تھا وہ میری نظر

سے گزر کر جاتا تھا۔“

”اس کے باوجود وہ فون پر کسی سے کمر رہا تھا کہ اس کے ہاتھ ایسی زبردست چڑ گئی ہے جو پورے ملک میں تسلسلہ چاڑے گی۔“ پیٹرکس نے اس صورت میں دوہی راستے کھلے تھے۔ ایک تو یہ کہ آنکھیں بند کر کے انتظار کروں، پردہ غیب سے کیا طور میں آتا ہے یا پھر اسے ٹھنڈا کر دوں۔“

”اور اب تک سن والے مسئلے کا کیا ہو گا؟“ ابراہام نے ٹھیکے لیے میں پوچھا۔

”ہاں... تک سن والے مسئلے پر بہت سوچنا پڑے گا۔“ پیٹرکس ایک سنگار سلگا کر ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے بولا ”اس منصوبے میں ہمارے اتنے برس صرف ہو چکے ہیں کہ اب اس کی ناکامی کے ہم محتمل نہیں ہو سکتے۔ دو سال تو ہم نے انتظار والے اس سیف ڈیپازٹ باکس کی نگرانی کی اور ہاتھ کیا آیا؟ کچھ بھی نہیں۔ کاش ہم اس وقت ہی درست کارروائی کر لیتے جب میں نے کہا تھا۔ جب وہ غیبیٹ کا پتہ ہمارے ہاتھوں انجام کو پہنچ گیا تھا، جس نے نیپ وہاں رکھی تھی اور کانڈاٹ غائب کر لے تھے۔“ کانڈاٹ کے ذکر پر جیسے اسے یاد آیا اور اس نے چونک کر ابراہام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ”تم نے ان کانڈاٹ کی حفاظت کا بندوبست تو کر رکھا ہے نا؟“

”ہاں۔ وہ حفاظت سے ہیں۔“ ابراہام نے اثبات میں سر ہلایا۔

”میں نے تو برسوں پہلے ایریڈونا سے کہا تھا کہ وہ مجھے اس بد بخت جان روپر کے معاملے میں آزادی سے فیصلہ کرنے کی اجازت دے۔ یہ سارا پکڑا سی منوس کی وجہ سے شروع ہوا ہے۔ ورنہ تمام معاملات پُر سکون انداز میں چل رہے تھے۔“ پیٹرکس برف پر تھوکتے ہوئے بولا۔

”اور اب اس کا بیٹا میاں آگیا ہے۔ وہ میرے آفس بھی آیا تھا۔“ ابراہام بولا ”مارگولس کے پوسٹ مارٹم کا مطالعہ کر رہا تھا۔“

”اچھا؟؟؟“ پیٹرکس بری طرح چونکا ”تم نے یہ بات مجھے بتائی ہی نہیں۔“

”طیمنان رکھو، وہ اصل معاملات سے لاعلم ہے۔ صرف مارگولس کی ہمدردی میں ایسی باتیں کر رہا تھا۔“ ابراہام بولا۔

”لیکن پھر مجھی.... آخر وہ جان روپر کا بیٹا ہے۔“ پیٹرکس ہنسیا۔

”تم اس کی فکر چھوڑو۔ ہم تک سن کی بات کر رہے تھے۔“ ابراہام بولا۔

”جو کوئی بھی اسے استعمال کر رہا ہے، اس نے تک سن کی زبان سے جو یہ دھمکی دلوائی ہے کہ وہ الیکشن میں کھڑا ہو جائے گا۔ ہم نے اس دھمکی کا جواب دینے کا فیصلہ کیا ہے۔“ پیٹرکس بولا۔

”وہ کس طرح؟“ ابراہام نے جانتا چاہا۔

”دارالحکومت میں یہ افواہ ہم نے ہی پھیلائی ہے کہ تک سن الیکشن میں کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہے، ہم دیکھیں گے کہ اسے استعمال کرنے والا اسے کتنا آگے تک دھکیلے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جو کوئی بھی ہے، بہت ہوشیار ہے۔“ پیٹرکس بولا ”کوئین فیئر اور مارگولس کی موت کے بعد ہم مشکوک تو ہو ہی چکے ہیں، اب تو یہ ہاکی جنگ ہے، ہار یا جیت۔ ہمیں ان میں سے کسی ایک منزل تک پہنچنا ہے۔ کسی خطرے کو آزاد مت چھوڑو۔ سنا ہے۔ مارگولس کی ایک بیٹی بھی تھی، ہو سکتا ہے مارگولس اسے کچھ بتا چکا ہو یا کچھ کانڈاٹ وغیرہ اسے پہنچ چکا ہو۔ ادھر یہ بہتری روپر ہے۔ میں یہ نام بار بار سناؤں آتے دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور ہاں مارگولس نے آخری بار جس شخص سے فون پر بات کر کے اطلاع دی تھی کہ کوئی زبردست چیز اس کے ہاتھ لگی ہے، اس کے بارے میں بھی سوچو۔ اس گفتگو کی ریکارڈنگ سنو۔“

”تم نے پچاؤ نہ کون تھا؟“ ابراہام نے دریافت کیا۔

پیٹرکس نے کھکا سا قہقہہ لگایا ”جو جب بہت تیز گری ہو تو انسان کو سب سے پہلے اپنی ناک کے نیچے دیکھنا چاہئے۔ سمجھے؟“

منگل... گلیا روج کر تیس منٹ... ہنری روپر

ہنری روپر پوئی بے دلی کے سے عالم میں مارگولس کے پڑوسی رٹارڈ باکسر، بیلو مورگن سے ملنے چلا آیا تھا۔ اپارٹمنٹ کے دروازے پر اسے وہی مرل سا پلٹا بیٹھا نظر آیا جسے وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ مورگن نے دروازہ کھولا تو اس کے پہاڑ نما جسم پر ایک خیمہ نما بنیان اور ٹیکر تھی۔ ایک ہاتھ سے اس نے گر جوئی سے ہنری سے مصافحہ کیا اور دوسرے ہاتھ سے لپے کو اٹھاتے ہوئے بولا ”بڑا آزادی پسند بلا ہے۔ اندر نہیں آتا۔ ہمیشہ دروازے پر بیٹھا رہتا ہے۔ مارگولس کے بھی گھر میں نہیں جاتا تھا۔ یہ چاہتا ہے کہ جب اس کا دل چاہے آوارہ گردی پر نکل جائے۔“

وہ لپے اور ہنری دونوں کو اندر لے گیا۔ اپارٹمنٹ کیا تھا اچھا بھلا بتاؤں گا۔ ہر طرف ورزش کا سامان بکھرا ہوا تھا۔ مورگن اسے ایک کرسی پر بٹھا کر لپے کو اس کی گود میں بٹھاتے ہوئے بولا ”تم ذرا اس سے باتیں کرو، میں تمہارے لئے ڈرنک تیار کرتا ہوں۔“

مگر ڈرنک تیار کرتے وقت مورگن باتیں خود ہی کرتا رہا۔ ہنری کو لپے سے باتیں کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اسی دوران اس نے لپے کے گلے میں پڑی ہوئی نام کی چھوٹی سی تختی کو انگلیوں سے پکڑ کر دیکھا۔ مارگولس نے اپنے ڈی کیٹ کا نام دیا تھا۔ اس کے خیال میں ہر بلی بہت ہی خاص بلی ہوتی تھی۔

تختی کو الٹ پلٹ کر دیکھنے پر ہنری کو معلوم ہوا کہ درحقیقت وہ دھات کی پتلی چادری ڈھری ہے، تختی اور اس کے کنارے بھی یہ شدہ تھے، جس طرح پرانے زمانے میں تعویذوں پر دھات کا خول چڑھایا جاتا تھا۔ اس نے ناخن سے کنارے سیدھے کئے تو دھات

اس نے قریب ہی رکھے ہوئے مگ سے تلخ کافی کا ایک گھونٹ بھرا اور ٹاپ کرنا شروع کیا۔

’سب سے پہلے بری خبر پڑھ لو۔ میں نظر میں آچکا ہوں۔ مارگولس سے فون پر میری گفتگو ریکارڈ کر لی گئی تھی۔ اس کے فون میں تو آلات لگے ہوئے ہی تھے۔ ان کا مجھے علم تھا۔ اس لئے میں محتاط رہتا تھا لیکن اس کی دیوار گیر لائٹ میں بھی آنکھ لگا ہوا تھا جس کا مجھے علم نہیں تھا۔

پیٹرسن کے بارے میں تو میں ابھی تک یقین نہیں ہوں لیکن ابراہام کا مارگولس کی موت سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ اس طرح گویا آئی اے سے ’دی میگزین‘ کے تعلق کی پہلی کڑی سامنے آئی ہے۔

’تمہیں معلوم ہی ہے کہ مارگولس کے ذریعے ہم نے تھریق کرائی تھی کہ جس شپ کا تھقیہ شروع ہوا ہے وہ اصلی بھی ہے یا نہیں۔ مارگولس اس کی تھقیق کے لئے تین پرانے لوگوں کے پاس گیا تھا جو اس وقت دہائٹ ہاؤس میں کام کرتے تھے، جب وہ گفتگو ریکارڈ ہوئی تھی۔ وہ تینوں آدمی پچھلے ایک ہفتے کے دوران مارے جا چکے ہیں۔ بظاہر ان سب کا انتقال سیدھے سادے ’حادثات‘ میں ہوا ہے۔ حادثات اتنے متاثر کن تھے کہ انٹورس کمپنیاں تک بے چوں و چرا انکھ کی رقم کی ادائیگی کر دیں گی۔

میں تیس روز کی ماری نامی ایک عورت کے بارے میں بھی یاد دلاتا چلوں۔ یہ عورت کینیڈی کے ممبئی قاتل جیک روبی کے ساتھ کام کرتی تھی اور عدالتی جرح کے دوران اس نے کئی مرتبہ بتایا تھا کہ کینیڈی کے قتل سے کافی دن پہلے ہی وہ سن چکی تھی کہ ایسا ہوگا۔ وہ لی ہاروے اوسوالڈ کو بھی جانتی تھی جسے کینیڈی کے قاتل کی حیثیت سے پکڑا گیا تھا۔ یہ عورت ۶۵ء میں مرگئی تھی، کوئی نامعلوم کارا سے کل کر غائب ہو گئی تھی۔

ڈورس کیلی میلن کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ یہ وہ واحد خاتون رپورٹر تھی جس نے جیک روبی کا انٹرویو لیا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے وہ معلومات حاصل کر لی ہیں جس سے سارا معاملہ حل ہو جائے گا لیکن اسے اپنی معلومات ظاہر کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ یہ بھی ایک روز مرنہ پائی گئی تھی۔ بظاہر وہ فوڈ پوائزنگ سے مری گئی۔

اس طرح مرنے والے لوگوں کی کل تعداد ایک سو سولہ بنتی ہے جو کسی نہ کسی ذرا سے کینیڈیوں کے قتل، ان کے قاتلوں یا واقعات سے کوئی نہ کوئی تعلق رکھتے تھے، تفتیش کر سکتے تھے یا گواہی دے سکتے تھے۔ یہ سب باتیں تمہیں پہلے ہی معلوم ہیں، تمہیں یاد دلانے کا مقصد صرف یہ احساس دلانا ہے کہ یہ تاریخ کا وہ حصہ ہے جسے فراموش کرنے کے ہم ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ اگر ابراہام کے بارے میں میرے شبہات درست ہیں تو مذکورہ بالا فہرست میں غائب ایک اور نام کا اضافہ ہونے والا ہے۔ میرے نام کا۔

کی پتلی خوں کے درمیان ایک کاغذ پھنسا نظر آیا۔ اس نے احتیاط سے اسے نکال لیا اور اس کی تمہیں کھول لیں، کاغذ ابھی تک صاف ستھرا تھا۔ اس پر بال جیسے باریک قلم سے نہایت باریک حروف میں چند نام لکھے ہوئے تھے۔

’برٹلے، پیٹرسن، کلیک، گولبرن، نورس، ڈنن، سین فورٹھ، کیلے، اینگل، بونولٹن.....‘

ہر شخص زندگی سے بہت سے بڑے بڑے نام تھے۔ سیاستدان، اداہوں کے سربراہ، بزنس مین، ماہرین تعلیم اور رازکشز وغیرہ ان کے نیچے ایک اور فہرست تھی۔

’انچ ایک سو ستائیس ہی ڈیڑھ سی تین سو ایک، ایسی چوبیس.....‘ یہ فہرست کاغذ کے دونوں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ آخر میں دائیں طرف کوٹنے میں کراس کا نشان بنا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی سوا لیہ نشان تھا۔ قریب ہی ایک نام لکھا ہوا تھا، مگ اس کے ساتھ بھی سوا لیہ نشان تھا۔

’تمہاری سمجھ میں اس کا کچھ مطلب آتا ہے؟‘ ہنری نے کاغذ مورگن کو دکھایا، پندرہ لمحے بعد اس نے بے بسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا ’میں تو کتابیں تک نہیں پڑھتا۔ اس قسم کی چیزوں کو سمجھنے کے لئے اپنی یہ سائیڈ ذرا کمزور ہے۔‘ اس نے انگلی کھوپڑی پر مارتے ہوئے کہا۔

ہنری نے وہ سب کچھ اپنی جیبی نوٹ بک میں نقل کر لیا اور کاغذ اسی طرح دھات کے خول میں واپس رکھ دیا۔ پہلے کو گود سے اتارتے ہوئے وہ مورگن سے مخاطب ہوا ’تم فرض کر لیتا کہ مارگولس کو بلیوں سے شدید نفرت تھی وہ تو بلیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ اس پہلے کے تو وہ کبھی قریب سے بھی نہیں گزرا تھا اور یہ بھی فرض کر لیتا کہ میں آج تمہارے ہاں آیا ہی نہیں تھا۔‘

’بے فکر رہو۔ میں سمجھ گیا۔‘ مورگن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پُر غلوص سچے میں کہا۔

مکمل..... رات نو بجے..... نیٹکین
میٹکین نے اپنے ٹاپ رازشہر کاغذ چڑھایا اور اس کے ایک کونے پر تاریخ ٹاپ کی۔ وہ گارنیلڈ کے نام خط شروع کر رہا تھا لیکن اس نے گارنیلڈ کا نام نہیں لکھا، اس کا مکان مضامنی علاقے میں تھا اور اس وقت گھر سے سکوت شب نے اسے آغوش میں لیا ہوا تھا۔ آج سارا دن اس نے ذاتی فائلوں اور کاغذات کو کھنگالتے گزرا تھا۔ برسوں پرانے اس کا ٹھکانا ٹاپ اس کے کسی بھی ایسی چیز کی تلاش تھی جو گارنیلڈ یا مارگولس سے اس کا کوئی تعلق ظاہر کرتی ہو۔ آخر کار اس نے تمام کاغذات کو ایک کارڈ میں بھر کر مٹی کی تیل چھڑک کر اسے الگ لگا دی تھی اور راکھ اپنے باغیچے میں جمی ہوئی بھڑکی ہر ہر پر نکھیر دی تھی۔

میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ میں فوری طور پر پیش منظر سے ہٹ جاؤں۔ اگر میں نے اب ہماری روپے کوئی تعلق رکھا تو اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ لڑکی البتہ محفوظ ہے۔ میں نے اسے ہماری سے تعلق بے قرار رکھنے کی ہدایت کی ہے اس کی کارکردگی بہت عمدہ ہے اور وہ جذباتی طور پر بھی ہماری کے قریب آچکی ہے۔

اب میں فون کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا اس لئے میں نے تم سے فون پر رابطہ نہیں کیا۔ اگر تم ہمارے سمجھو تو لڑکی ہی کے توسط سے مجھ سے رابطہ کرنا۔ ہم نے آپس میں بات کرنے کے محفوظ طریقے نکالے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے تمام کاغذات جلا دیے ہیں۔ ہمارے درمیان کوئی تعلق تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ تم جو بھی فیصلہ کرو، میں جب تک زندہ ہوں تمہارے ساتھ ہوں۔

میکلین نے کاغذ ٹائپ رائٹر سے نکالا اور پڑھنے لگی۔ یہ کر کے ایک لفافے میں بند کیا جس پر گارنٹل کا پرائیویٹ ایڈریس وہ ٹائپ کر چکا تھا۔ وہ گھر سے نکلا اور سنسان سڑک کے کونے تک جا کر لفافہ لیٹر بکس میں ڈال آیا۔

فٹ پاتھ پر پہنچی ہوئی... برف پر دھیرے دھیرے چلتا ہوا وہ واپس گھر کے قریب پہنچا تو احاطے میں اسے ایک ہولنا حرکت کرتا نظر آیا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی اور کتنے کی طرح اکڑ گئی۔ مگر وہ گھر کی طرف ہوتا رہا۔ مڑ کر بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ جن لوگوں میں سے تھا ان کے لئے پلٹ کر بھاگنا بے کار ہوتا تھا۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے بیولے کی آواز سنی ”یہ تم ہو میکلین؟“ اس کے سینے سے بے اختیار گہری سانس نکلی۔ وہ ہماری روپ کی آواز تھی۔

چند لمحوں بعد وہ نشست گاہ میں بیٹھے تھے۔ میکلین کی نشست گاہ کسی رطائرڈ شکاری کے کمرے سے مشابہ تھی۔ دیواروں پر مختلف جانوروں کے خطوط شدہ سر آویزاں تھے۔ میزوں پر باغی دانست رکھے تھے۔ دیوار پر ایک ہی غیر شکاریانہ پینٹنگ تھی۔ اس کے نیچے جلی حروف میں لکھا تھا۔

”لی کی طرف سے۔ محبت کے ساتھ۔“

کافی کا دور چل چکا تو میکلین بولا ”ہماری اب میں تمہاری آمد کا اصل مقصد جانا چاہوں گا۔“

ہماری نے اسے اپنی نوٹ بک میں نقل کئے ہوئے نام دکھائے۔ یہ بھی بتایا کہ کس طرح وہ نام اس تک پہنچے تھے پھر اس نے پوچھا ”تمہارے نزدیک ان کی کیا اہمیت ہے؟“

”یہ سب ملک کے مشہور لوگ ہیں۔ اہم ہستیاں ہیں۔“

میکلین بولا۔

”یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔“ ہماری نے ملائمت سے کہا ”میں یہ جانا چاہتا ہوں کہ انہیں ایک جگہ لکھنے اور اتنے راز دارانہ

انداز میں محفوظ کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ ان میں میرے باپ کا نام بھی شامل ہے۔ معصوم بننے کی کوشش نہ کرنا۔ مجھے اندازہ ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو۔ مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں کہ سی آئی اے میں اندرون خانہ کیا جنگ چل رہی ہے۔ تم صرف اس حد تک میرے سوالوں کا جواب دے دو جس حد تک میں سمجھ سوں۔ پس پھر میں تمہاری جان چھوڑ دوں گا۔ میں غیر ضروری چکروں میں نہیں پڑوں گا۔“

”ہماری میں اتنا تیز و ظریف باخبر نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔“ میکلین بولا۔

”اندازے تو لگا سکتے ہو۔“ ہماری نے اصرار کیا۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد میکلین بولا ”کسی حد تک تمہارے الفاظ درست ہیں کہ سی آئی اے میں اندرون خانہ کوئی جنگ چل رہی ہے اور تمہیں معلوم ہے سی آئی اے میں جنگ گولیوں سے نہیں، لیزر شعاعوں سے ہی ہو سکتی ہے۔ تمہارا اس سے دور رہنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ تمہارا باپ شاید کسی معاملے میں لوٹ رہا ہو لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اب ان باتوں کو کریدنے کا کیا فائدہ؟ اس کی روح کو آرام کرنے دو۔ مجھے کچھ زیادہ نہیں معلوم۔“

”مجھے اپنے والد کی زندگی میں انہیں بہتر طور پر جاننے کی مہلت نہیں ملی۔ میں اب انہیں بہتر طور پر جانا چاہتا ہوں۔“ ہماری بولا۔

”تمہارے باپ کی عزت، ساکھ اور وقار محفوظ ہے۔ اسے اسی طرح برقرار رکھنے دو۔“ میکلین بولا۔ اسے یاد تھا کہ گارنٹل اس نوجوان کو حرکت میں دیکھنا چاہتا تھا اور اسے حرکت میں رکھنے کے لئے اس کی نفسی برقرار رکھنا ضروری تھا لیکن کچھ نہ کچھ بتانا بھی ناگزیر تھا۔

آخر کار ہماری رخصت ہو گیا اپنے ذہنی تناؤ سے فرار کے لئے میکلین نے برین کا ایک پورا گلاس پہن لیا اور اسے احساس بھی نہ رہا کہ کب وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے غوغائی میں ڈوب گیا۔ دیوار گیر کلاک کے گھٹنا بجانے کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی۔ رات ابھی باقی تھی اس کے منہ میں کڑواہٹ کھلی ہوئی تھی گلاس اٹھا کر وہ پانی پینے کے ارادے سے کچن میں چلا گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ صبح وہ نیو میکسیکو یا کسی اور دور افتادہ محفوظ مقام کی طرف روانہ ہو جائے گا اور اس وقت تک آرام کرے گا جب تک گارنٹل اسے مطلع نہیں کرتا کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ وہ گلاس کو بینک پر دھونے لگا اس کا ذہن ابھی تک بوجھل تھا۔ اچانک کچن میں ایگزاسٹ فین کے آگے لگے ہوئے بلائنڈز میں یوں خفیف سی حرکت ہوئی جیسے کسی نے باہر سے ان میں انگلی داخل کی ہو۔

میکلین گلاس خشک نہیں کر سکا۔ وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ

کر دور جاگرا۔ میکلن اس کے گرنے کا چھنا کا نہیں مٹ سکا۔
کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی مر چکا تھا!

★

بدھ.... رات دو بج کر پینتالیس منٹ.... ہنری روپ
رات کا پچھلا ہر تھا اور وہ ایک بار پھر مارگولس کے آبائی
مکان میں موجود تھا۔ آستان میں آگ روشن تھی اور کمرے کی
حرارت سے کھڑکیوں پر جی ہوئی برف ٹیکل کر ٹیڑھی نیڑھی لگیوں
کی صورت میں شیشوں پر پھسل رہی تھی۔ ایس کا سر اس کے سینے
پر تھا اور وہ کہہ رہا تھا ”میں پہلے یہ سب باتیں تم سے نہیں کر سکتا
تھا۔“

”کیونکہ تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں تھا؟“ ایس نے اسٹاٹھا کر
تجلی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
”نہیں کیونکہ میں تمہیں جانتا نہیں تھا۔“ ہنری نے جواب
دیا۔ وہ اسے وہ مواد بھی دکھا چکا تھا جو اسے مارگولس کے پلے کے
تے سے ملا تھا اور اسے یہ بھی بتا چکا تھا کہ آج رات وہ میکلن سے
مل کر آ رہا تھا۔

”یہ میکلن کون ہے؟“ ایس نے پوچھا تھا۔
”سی آئی اے میں ایک شعبے کا ڈپٹی ڈائریکٹر ہے۔ ابراہام کا
ڈپٹی ہے۔ مارگولس نے خود مجھ سے کہا تھا کہ میں اس پر اعتبار
کر سکتا ہوں اور ضرورت کے وقت اس کے پاس جا سکتا ہوں۔“
ہنری نے جواب دیا ”مکمل میں پھر اس سے ملوں گا۔“

چند لمبے بعد وہ بولا ”میرے خیال میں اس مکان میں مارگولس
کی اسٹڈی میں جو فائلیں وغیرہ موجود ہیں وہ سب بیکار ہیں۔ وہ اس
نے اپنے پیچھے لگے ہوئے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے تیار کی ہوں
گی۔ اصل چیز صرف یہی فہرست ہے جو مجھے مارگولس کے پلے کے
تے سے ملی ہے۔“

”ہو سکتا ہے اسی فہرست کا سرچر سمجھنے کے لئے وہ فائل
ضروری ہوں۔ ڈیڑی بڑے حسالی کتابی سے آوی تھے۔ وہ کوئی کام
بیکار نہیں کرتے تھے۔“ ایس بولی۔

ہنری اسے اپنی نئی زندگی کے بارے میں بھی سب کچھ بتا چکا
تھا کہ گریبا کس طرح روم سے اس کے پیچھے پیچھے چلی آئی تھی اور
وہ اس سے کتابے زار تھا۔

ہنری رخصت ہونے لگا تو ایس نے مسکراتے ہوئے پوچھا ”کیا
تم واقعی گریبا سے جان چھڑانا چاہتے ہو یا محض اوپر کی دل سے کہہ
رہے ہو؟“

”کاش تم جان سکتیں کہ اس سے پیچھا چھڑانے کی میری
خواہش کتنی شدید ہے۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”ٹھیک ہے میں اس سے تمہارا پیچھا چھڑا دوں گی۔“

”وہ کس طرح؟“ ہنری حیرت سے بولا۔
”عورتوں کو اس قسم کے مسئلے حل کرنے کے بہت طریقے

آتے ہیں۔“ وہ شریر مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

جب ہنری کو رخصت ہوئے بہت دیر ہو چکی تو ایس نے فون پر
میکلن کے گھر کا نمبر ڈائل کیا لیکن دوسری طرف سے ایک ہماری
سی آواز سنائی دی جو اس کے لئے اجنبی تھی۔ پس منظر میں کچھ
کھٹ کھٹ کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ایس نے فوراً
ہی ریسپور دیا رکھا۔ چند لمبے کے توقف کے بعد اس نے پھر نمبر ڈائل
کیا۔ پھر وہی آواز سنائی دی۔ اس نے دوبارہ خاموشی سے ریسپور
رکھ دیا اور سگریٹ سلگا کر پرخیاں انداز میں دھیرے دھیرے کش
لینے لگی۔

★ ★

بدھ.... آٹھ بجے.... ابراہام
فون پر ڈوڈائل پٹرین غصے اور بے یقینی سے کہہ رہا تھا ”تم سچ
کہہ رہے ہو؟ کیا وہ فائل واقعی تمہاری میز کی دراز سے غائب
ہو چکی ہے؟ کیا لینگے میں بھی کسی کے آفس سے فائل غائب ہو سکتی
ہے؟“

”یہ اندر ہی کے کسی آدمی کا کام ہے؟“ ابراہام بولا۔
”تمہارا مطلب ہے مارگولس کا؟“

”محتمل ممکن ہے وہ فون پر کہہ رہا تھا کہ اس کے ہاتھ ایک
زبردست چیز لگی ہے شاید اس کی مراد یہی فائل ہو۔ میں نے وہ خواہ
نخواہ تمہاری ہدایت پر اپنی دراز میں روک کر رکھی تھی۔ صحیح جگہ پر
ہوتی تو تم نہیں ہو سکتی تھی۔“ ابراہام بولا۔

”لیکن اسے تم نے گم میری ہدایت پر نہیں کیا ہے۔“ پٹرین
کا لہجہ سانپ کی پھنکار سے مشابہ تھا ”کان کھول کر سن لو ابراہام!
مجھے وہ فائل ہر حال میں واپس چاہئے۔ خواہ وہ اس وقت کیس بھی
ہو۔ کسی کے پاس بھی ہو۔ اسے تلاش کرو اور واپس لاؤ۔ مجھے اس
سے کوئی غرض نہیں کہ اس کے لئے تم کیا طریقہ اختیار کرتے ہو۔“
پٹرین نے ریسپور دیا ابراہام چند لمبے اپنے ہاتھ میں موجود ریسپور
کو گھورتا رہا۔ اسے لگ رہا تھا کہ کوئی نادیہ تلوار اس کی گردن کی
طرف بڑھ رہی تھی۔

★ ★

بدھ.... دس بجے.... تک سن
گینڈ گویا مار فیلڈ کے کورٹ میں واپس پچھنک دی گئی تھی۔
اس نے نمکس سے بریلے کو دھمکی دلائی تھی کہ وہ ایکشن میں
کھڑا ہو جائے گا اور دوسرے دن یہی افواہ دارا حکومت میں پھیل
گئی تھی۔ بریلے کوئی دی واری اخبارات کے تبصروں میں بھی جگہ پانے
لگی تھی گوکہ کیس کیس انداز استہزائیہ ہی تھا۔ یہ افواہ یقیناً
بریلے ہی کے کیپ سے پھیلائی گئی تھی۔ گویا وہ لوگ دیکھنا چاہتے
تھے کہ تک سن کی ڈوبیاں ہلانے والا اسے کتنا آگے تک دھکیل
سکتا ہے۔

گارفیلڈ نے طے کیا تھا کہ تک سن ایک اجتماع سے خطاب
کرے جس میں وہ گول مول سی تقریر کرے۔ اس سے نہ تو یہ ظاہر
ہو کہ اس نے ایکشن میں کھڑے ہونے کا قطعی اور حتمی فیصلہ کر لیا

ناقابل یقین

ایک سرکاری عمارت کی کمریاں صاف کرنے
پر مامور شخص سے اس کے دوست نے پوچھا
”کمریاں صاف کرنے کے دوران تمہیں بعض
اوقات حیرت انگیز اور ناقابل یقین مناظر بھی نظر
آتے ہوں گے؟“

”یقیناً۔ آج ہی بائیس منزل کی کمریاں
صاف کرتے ہوئے میں نے ایک دفتر دیکھا جہاں
سب لوگ کام کر رہے تھے۔“

حق میں جہوم کی ہمدردیاں جیت لیں۔ جہوم، لنگڑے نوجوان کو اندر
بچانے کے لئے پولیس والوں کو دھکیلے گا۔ لنگڑا نوجوان گھبرا کر خود
ہی بولا ”نہیں... نہیں... میں واپس چلا جاتا ہوں۔ میں ہنگامہ کھڑا
کرنا نہیں چاہتا۔“

لیکن کیریوٹک والے کی قیادت میں جہوم اب اسے اندر بھیجے
پرٹل گیا تھا۔ سرخ بالوں والی ایک بڑھیا تو جڈیانی ہو کر ایک پولیس
والے کا مٹہہ فونپے کے لئے آگے بڑھی اور چلائی ”تم نے کیا اس
ملک کو روس سمجھ رکھا ہے؟“ اور آخر کار پولیس والوں کو لنگڑے
نوجوان کے لئے راستہ چھوڑنا ہی پڑا۔ وہ بیساکھیوں کے سارے
اندر چلا گیا۔

روسٹرم پر کھڑے تک سن نے پانی کا گلاس اٹھا کر دو ٹھونٹ پانی
پینے کی اداکاری کی پھر بڑی نفاس سے سفید رومال سے ہونٹ
خٹک کئے۔ حاضرین کی ایک بڑی تعداد اس کے سامنے موجود تھی۔
روسٹرم پر ریڈیو ٹی وی اور خدشات والوں کے مائیک لگے ہوئے
تھے۔ اس کا دل ایک عجیب سی طمانیت سے بھر گیا۔ وہ گدھا بھولے
بسرے خوابوں کی دنیا میں واپس آیا تھا۔ جہوم پر سکوت طاری تھا۔
”خاتین و حضرات! چند سال پہلے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ
سیاست میں حصہ نہیں لوں گا۔ کوئی سیاسی تقریر نہیں کروں گا۔
لیکن آج مجھے کسی حد تک اپنی قسم توڑنی پڑی ہے...“

اس کی تقریر جاری رہی۔ اس میں ڈرامائی موڑ آتے رہے۔
اس کا جہوم کو اپنا بنانے کا فن ابھی زندہ تھا۔ تقریر اختتام کے
قریب تھی۔ مجمع جوش و خروش سے نعرے لگا رہا تھا۔ لوگوں کو
خاموش کرنے کے لئے تک سن نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے
کہا۔ ”ایک نکتہ اور جس کی وضاحت ضروری ہے...“

لیکن وہ وضاحت نہ کر سکا۔ اس کا اٹھا ہوا ہاتھ اس کے
کندھے پر جم گیا جہاں ایک سرخ داغ نمودار ہو چکا تھا۔ اس نے
روسٹرم پر کڑکھینچنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ لڑکھا کر
گر پڑا۔ تکلیف سے اس کے چہرے کی عضلات کھینچ گئے تھے۔

ہے اور نہ ہی بیڑی لے کا کیمپ یہ سمجھ کر مطمئن ہو جانے تک سن
میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اس مقصد کے لئے تقریر بھی گارنٹیڈ
نے تیار کرائی تھی۔ تک سن نے اس میں صرف اپنا مخصوص انداز
پیدا کرنے کے لئے خود چند نکات شامل کئے تھے۔ جگہ اس نے
لاکشا ہوٹل پسند کی تھی جو اس کے علاقے سان ٹیمنٹ سے
قریب تھا اور بیٹھ سے اسے پسند رہا تھا۔

اس روز موٹر سائیکل سواروں کی قیادت میں پولیس اور
سکرت سروس کے باور دی اور سادہ لباس والے آدمیوں کے جلو
میں اس کی کار ہوٹل کے سامنے آن رکی۔ سکرت سروس کے ایک
آدی نے اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے سرگوشی سے اسے انداز
میں کہا ”میرے پیچھے چلے گا سزاوارا قریب ہو کر زارو لوگوں سے ہاتھ
مت ملائے گا۔“

تک سن نے اثبات میں سر ہلایا۔ ایک اچھی علامت یہ تھی کہ
جہوم نے تائیاں بجا کر اس کا استقبال کیا تھا۔ پولیس نے جہوم کو
قطاروں کی شکل میں روک رکھا تھا۔ جہوم کی گرجوٹی دیکھ کر تک سن
کے چہرے پر رونق آگئی۔ اندر ہوٹل میں تک سن کے استقبال کے
لئے بیٹھ بیٹھنے لگا۔ کیریوٹک فیٹش لائٹس جھلمائے لگیں۔

”ہوٹل کے ہر کمرے میں ہم نے اپنے آدی تعینات کر دیے
ہیں۔“ سکرت سروس کے آدی نے اس کے کان میں بتایا۔
”اس کی کیا ضرورت بھی برخوردارا“ تک سن نے پُروکار
انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے اور جہوم کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلاتے
ہوئے کہا ”میں دوستوں کے درمیان ہوں۔“ وہ اندر چلا گیا اور
جہوم باہر رہ گیا۔

کافی دیر بعد جہوم میں راستہ بنا تا ہوا وہ نوجوان آگے آسکا۔ وہ
لنگڑا تھا اور اسے شاید ابھی بیساکھیوں کے سارے چلنے کی مشق
نہیں ہو سکی تھی۔ اس کے سینے پر تھنے آویزاں تھے جو بیت نام میں
لڑنے والے امریکی فوجیوں کے لئے مخصوص تھے۔ وہ اندر جانا چاہتا
تھا۔

”سوری برخوردارا“ دروازے پر تعینات پولیس والے نے
کہا ”اندروں صرف وہ لوگ جا سکتے ہیں جن کے پاس دعوت نامے
ہوں۔ جب تک سن باہر آئیں گے تب ان سے ملنے کی کوشش
کر لیتا۔“

تک سن کے اندر جانے کے بعد جہوم کو اب اپنی توجہ کا مرکز
بنانے کے لئے کچھ چاہئے تھا۔ لوگوں کی ہمدردیاں نوجوان کے ساتھ
ہو گئیں۔ کیریوٹک بالوں والا ایک شخص جہوم کو مخاطب کرتے
ہوئے چلائی ”اس نوجوان کو تحفے ملے ہوئے ہیں۔ ملک کی خاطر اس
نے جنگ میں ٹانگ گنوائی ہے۔ کیا اسے بھی کسی قریب میں جانے
کے لئے دعوت نامے کی ضرورت ہے؟ کیا اس کا اس ملک پر اتنا
بھی حق نہیں؟“

کیریوٹک والا دیکھتے ہی دیکھتے لیڈر بن گیا۔ اس نے نوجوان کے

یکہ پٹی والے دیوانوں کی طرح اس کی طرف لپکے۔ جوم میں چند عورتیں بیچ رہی تھیں۔ وہ ایک لنگڑے نوجوان کی طرف اشارہ کر رہی تھیں جو اپنا ریو اور بیساکھی کے خول میں واپس رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹی وی کمرے سارا منظر دکھا رہے تھے۔ دوسرے ہی لمحے مجمع اس نوجوان پر ٹوٹ پڑا۔ لوگوں نے اسے نیچے گرا لیا۔

○☆☆○

بدھ... بارہ بج کر دس منٹ... ہنری روپ
نک سن پر قاتلانہ حملے کا منظر ٹی وی پر پچھلے ایک گھنٹے میں چھ سات مرتبہ دکھایا جا چکا تھا لیکن ہنری روپ کو اس کے بارے میں اپنے آفس میں جارج ہائی من سے معلوم ہوا تھا اور وہ دم بخود رہ گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا زخم معمولی تھا، نک سن کے جلد صحت یاب ہو جانے کی امید تھی۔

”لیکن ایسا کیوں ہوا؟“ ہنری نے گویا اپنے آپ سے پوچھا۔
”تم کن سی دنیا میں رہتے ہو برخوردار؟“ جارج بولا ”افواہیں گشت کر رہی تھیں کہ نک سن الیکشن میں حصہ لے گا۔ الیکشن کی مہم بالکل صاف ستھری چل رہی تھی۔ بت سے امیدوار صرف بستہ ہو رہے تھے لیکن اب لگتا ہے کہ پاگل پن شروع ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس تقریب میں نک سن یہی تقریر کر رہا تھا کہ اسے اگر الیکشن میں کھڑے ہوتا ہو گا تو لوگ صرف افواہیں نہیں، دو نوک اعلان سیں گے۔“

جارج ہائی من کمرے سے نکل گیا اور ہنری نے کرسی کے پٹھے سے سر نکالیا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا لیکن اس کا ذہن باریبار نک سن والے واقعے میں الجھ رہا تھا۔ محض اس لئے کہ اسے مارگولس کی چھوڑی ہوئی جو فرسٹ لی تھی اس میں نک سن کا نام بھی شامل تھا۔ اور برسوں کی خاموشی کے بعد نک سن اب یکایک ہی ایسے ہنگامہ خیز انداز میں سامنے آ رہا تھا۔

اچانک دروازہ کھلا اور جارج ہائی من دوبارہ کمرے میں آ گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ ایک ذرہ کاغذ ہنری کی میز پر رکھتے ہوئے وہ بولا ”تم نے یہ رپورٹ دیکھی؟“

وہ چپے ہوئے فارم پر ایک رپورٹ تھی اور ایف بی آئی والوں نے سیٹل سے اس کی ایک کاپی ان کے ریکارڈ کے شعبے کے لئے بھجوائی تھی۔ ایف بی آئی جہاں ضرورت محسوس کرتی تھی، وہاں کے کسی واقعے، حادثے یا واردات کے بارے میں رپورٹ کی ایک نقل اس شعبے کے لئے سی آئی اے کو بھی بھیجتی تھی۔ ہنری اس پر نظر دوڑانے لگا، لکھا تھا:

”آج علی الصبح چار بج کر پچپن منٹ پر سیٹل میں ایک عورت کی لاش اس عمارت کے سامنے فٹ پاتھر پر پڑی ہوئی تھی جس میں چھٹی منزل پر اس کا اپارٹمنٹ تھا۔ لاش اپارٹمنٹ کی کھڑکی کے نیچے ہی پڑی تھی۔ عورت کی عمر ستائیس سال، وزن ایک سو سولہ پونڈ، بال سنہرے اور آنکھیں نیلی تھیں۔ آج بتاتے تھے کہ وہ

اپنے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے گر کر سی مری تھی۔ اس کے اپارٹمنٹ میں پائے جانے والے کاغذات سے معلوم ہوا کہ اس کا نام ایلس مارگولس تھا اور وہ مقامی کلب ’مولڈن گوزڈس‘ رفاہہ اور گلوکارہ کے طور پر کام کر رہی تھی۔ آخری بار اسے وہیں زندہ دیکھا گیا تھا جب وہ دو بج کر پچیس منٹ پر اپنا شو ختم کرنے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئی تھی۔ وہ تنہا رہتی تھی۔ اس کے کاغذات میں پائے جانے والے خطوط سے اندازہ ہوا کہ اس کی موت کی اطلاع اس آفس کو بھی دے دی جائے تو بہتر ہے کیونکہ اس کا تعلق یہاں کے ملازم والٹ مارگولس سے تھا۔ اگر مزید کسی کارروائی کی ضرورت ہو تو آپ ہمیں لکھ سکتے ہیں۔“

رپورٹ کے ساتھ ایک ریڈیو فونو بھی منسلک تھی۔ مرنے والی بیوی سے چہرے کی مالک تھی اور زیادہ خوب صورت نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں آمدہاں سی چلنے لگیں۔ تو اصل ایلس، سیٹل میں ہی تھی اور ماری بھی جا چکی تھی۔ تو پھر وہ کون تھی جس سے وہ مارگولس کے آبائی فارم باؤس پر ملتا رہا تھا؟ جس کی زلفیں اس کے شانوں پر پریشان رہی تھیں؟ جس کے پیلو میں اس نے ہر فعلی منائی تھی اور جس کی شخصیت کے محرکے اسے جکڑا لیا تھا؟

جارج ہائی من سے جان پھڑانے میں اسے پندرہ منٹ لگ گئے۔ پھر وہ اپنی پورٹے میں بیٹھ کر آندھی طوفان کی رفتار سے روانہ ہوا تو دہائٹ ہاؤس کے قریب ٹریفک میں پھنس گیا۔ ایک جلوس دہائٹ ہاؤس پر مظاہرہ کر رہا تھا۔ لوگوں کے ہاتھوں میں بنبر۔ اور پلے کارڈ تھے۔ امریکا کو اصل میں کون چلا رہا ہے؟ ہمیں الیکشن میں نک سن نہیں چاہئے۔

پولیس نے جلوس سے نٹ کر ٹریفک کھولا تو ہنری نے ایک بار پھر آندھی طوفان کی رفتار سے گاڑی بڑھائی۔ اس کے سینے میں اب بھی مڑھواں بھرا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میٹنگن مل جائے تو وہ اپنا سارا بوجھ اس کی جھولی میں ڈال دے اور خود دم واپس لوٹ جائے۔ یہ سارا گورکھ دھند اب اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ اس نے میٹنگن کو اس کے آفس فون کیا تھا لیکن اس کے سیکریٹری نے صرف اتنا بتا کر فون بند کر دیا کہ وہ آفس نہیں پہنچے ہیں۔ اب ہنری کا رخ اپنے گھر کی طرف تھا۔

اپارٹمنٹ میں پہنچ کر وہ حیران رہ گیا۔ گریزیا کے چھوٹے بڑے سوٹ کیس اور بیک تیار رکھے تھے اور وہ فون پر کہہ رہی تھی، ”جلدی میٹنگن بھیجئے ورنہ میرا جہاز چھوٹ جائے گا۔“
”یہ کیا ہو رہا ہے گریزیا؟“ وہ چلا۔

”مجھ سے پوچھ رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے“ وہ ٹیلیفون رکھتے ہوئے پچھلی بچھی آواز میں بولی۔ وہ اس وقت سیاہ لباس میں بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔ مگر اس کے رخساروں پر میک اپ کی تہوں پر آنسو بہ رہے تھے ”میں نے نہ جانے کتنے مردوں کو ٹھکرا کر تمہیں اپنایا۔ اپنا سب کچھ تمہیں سوپ دیا کیونکہ تم دوسروں سے

ملاقات پر ہی مارگولس کی فائلیں اس کے سامنے کھول کر رکھ دی تھیں۔ شاید وہ ان کے لئے بھی درد سہی ہوئی تھیں۔ شاید وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہنری انہیں سمجھنے میں ان کی کوئی مدد کر سکتا ہے یا نہیں؟ وہ سوچتا رہا.... سوچتا رہا.... اور الجھتا رہا....

○☆☆○

بدھ.... بارہ بجے.... پیٹرسن ڈونالڈ پیٹرسن اس اعتبار سے سی آئی اے کا پہلا ڈائریکٹر تھا جسے یہ انفرادیت حاصل تھی کہ اس کی تصویر کبھی نہیں شائع نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی اس نے کبھی کوئی انٹرویو دیا تھا۔ وہ کبھی کسی اجتماع سے خطاب نہیں کرتا تھا، عوامی جگہوں پر نہیں جاتا تھا۔ یہ ایک مشکل کام تھا لیکن بہر حال وہ ابھی تک اپنی شخصیت کو عام لوگوں کی نظروں سے بجائے رکھنے میں کامیاب تھا۔

چہرے کی یہی ناشائستگی اس وقت اس کے بہت کام آ رہی تھی کیونکہ وہ ایک بہت چھوٹے، گمنام سے بار میں موجود تھا۔ ایک کونے میں اس نیم تاریک سے بوتھ میں بیڑے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ بیڑے نے البتہ کسی شاسا نظر سے بچنے کے لئے ہیٹ چہرے پر بھٹا رکھا تھا اور کبھی کبھی وہ ہلا ضرورت رومال سے چہرہ صاف کرنے لگتا۔ وہ کہہ رہا تھا ”میں تم سے ملنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کر رہا تھا۔“

”لیکن لاکوئس کا اصرار تھا کہ ہم ملاقات کریں“ پیٹرسن بولا۔

”میں جانا چاہتا ہوں کہ اسٹیلر ہوٹل والا واقعہ کیا تھا“ بیڑے سخت لمبے میں بولا۔

”وہ کمپنی کا معاملہ تھا۔ میرا ایک آدمی اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہوئے مارا گیا تھا۔ بس اتنی سی بات تھی۔ تم شاید تک سی کی باتوں میں آگئے ہو“ پیٹرسن خشک لمبے میں بولا۔

”کینڈیو اور مارٹن لوئرنگ کے قتل کا کیا قصہ ہے؟ مجھے سچ سچ بتاؤ“ بیڑے کی آواز بچی مگر لمبہ کمبیر تھا ”مجھے تک سن سچا معلوم ہوتا ہے۔ اسے بہت کچھ معلوم ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ جان روپر بھی دی میزکس کا ممبر تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ جان روپر نے ایک ٹیپ حاصل کر لی تھی جو کینڈیو اور لوئرنگ کے قتل سے میرا، تمہارا دی میزکس کا یعنی ہم سب کا تعلق ثابت کرتی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا ان معاملات سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ میرے ہاتھ صاف ہیں اور میں انہیں صاف ہی رکھنا چاہتا ہوں۔“

وہ میز پر کچھ آگے جھک آیا اور کھٹکی کھٹکی سی آواز میں بولا۔ ”ہکان کھول کر سن لو۔ اگر کبھی مجھے یہ محسوس بھی ہو گیا کہ یہ سب باتیں ذہن برابر بھی چچ پیج تو میں میزکس کو توڑ دوں گا اور اس کے ساتھ ہی تم اور لاکوئس بھی ٹوٹ پھوٹ جاؤ گے۔ یہ کام میں سینٹ کے پلٹ فارم سے کروں گا۔ میں اپنے آپ کو عوام کے سامنے مصلوب کر لوں گا۔ بے شک میں تباہ ہو جاؤں گا لیکن میں

بڑے مختلف محسوس ہوئے تھے۔ بڑے سچے، بڑے کھرے اور اصول پرست۔ میں سمجھتی تھی ہمارے درمیان رسمی رشتہ نہ سی لیکن تم مجھے سے مخلص ہو۔ مگر اب مجھے معلوم ہوا کہ میں تو صرف تمہارا توں کی ساتھی تھی۔ دیکھی ہی، جیسی آتی رہتی ہیں، جاتی رہتی ہیں۔“

وہ بخود کھڑا تھا، وہ زہریلے لمبے میں بولی ”معصوم شکل بنانے کی کوشش مت کرو۔ اگر تم شادی شدہ تھے تو یہ بات خود بھی مجھے بتا سکتے تھے۔ خود چوروں کی طرح کہیں چھپ کر اپنی بیوی کو بھیج کر مجھے جتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تم بیوی والے ہو؟ دو گھنٹے پہلے وہ اپنے سامان کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں اسے اس کے شوہر کے بجائے اس کی داشتہ ملے گی۔ ذرا تصور کرو، میں نے اسے تسلی دی۔ میں نے۔ مگر وہ روٹی ہوئی واپس چلی گئی۔“

اتنے میں ٹیکسی ڈرائیور آن پینچا کر بڑا بولی ”یہ سامان نیچے پھینچنا ہے۔“

ڈرائیور سامان لے جانے لگا تو گریبا ہنری سے خطاب ہوئی، ”آئندہ کبھی روم آؤ۔ تو میرے پاس آنا۔ میں چاہتی ہوں تمہاری کمر برات مار کر تمہیں اپنے اپارٹمنٹ سے نکالوں، تاکہ میرے دل کو کچھ تسکین حاصل ہو سکے۔“

وہ چلی گئی۔ ہنری کا ذہن ابھی تک بیوی میں الجھا ہوا تھا۔ اس کی بیوی کہاں سے آگئی؟ پھر اسے وہی سنگداری آئی جو ایس کے نام سے گزشتہ دو دن میں ظلم کی طرح اس کی زندگی پر چھا گئی تھی۔ مگر شبہ ہی تو اس نے پھیلے پھر پوچھا تھا ”کیا واقعی تم گریبا سے بچھا چھڑا چاہتے ہو؟“ پھر اس نے... شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ معنی خیز لمبے میں کہا تھا ”عورتوں کو ایسے کاموں کے بہت طریقے آتے ہیں۔“

ہنری تھکے تھکے انداز میں کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ اس نے ایک بار پھر میٹھن کو فون کیا۔ وہ آفس میں نہیں تھا۔ اس نے اس کے گھر فون کیا۔ وہاں کھٹکی بجتی رہی۔ کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ تب اس نے مارگولس کے فارم ہاؤس کا نمبر ڈال کر کیا جہاں وہ ایس رہتی تھی جو ایس نہیں تھی مگر وہاں بھی کسی نے فون نہ اٹھایا۔ کھٹکی بجتی رہی۔ اس نے ریسپورر کر رکھ دیا۔ مگر کچھ اور لڑھ گیا تھا۔ وہ بلا مقصد تو ایس نہیں بنی ہوئی تھی۔ کسی نے اسے ایس بنایا تھا؟ کون اسے اشاروں پر چلا رہا تھا؟ براہام.... ہاں.... یہ بعد از امکان نہیں۔ اس نے سوچا۔ براہام ایک طاقتور اینٹ تھا۔ بہت کچھ کر سکتا تھا۔ وہ پہلے ہی اس کی نظریں مارگولس کی حیثیت داغ دار کرنے کی کوشش کر چکا تھا۔

اگر اسی نے نقلی ایس کو اس کے سر پر مسلط کیا تھا تو پھر اصل ایس کو بھی اسی نے مروا یا ہوگا؟ لیکن کیوں؟ اس کا کیا مقصد ہو سکتا تھا؟ اسے اس کی کیا ضرورت تھی؟ نقلی ایس نے پہلی

مکان میں بستر پر نیم دراز تھا۔ اس کا ایک بازو پیٹوں کے جھلے میں تھا۔ اپنے زمانہ صدارت میں وہ اس مکان میں تعطیلات گزارنے آتا تھا۔ ان دنوں اسے ویڈیون وہاٹس ہاؤس بھی کہا جاتا تھا۔ گارفیلڈ اس کے بستر کے قریب بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی ندامت اور معذرت خواہی تھی۔

نیک سن کہہ رہا تھا ”بھیری مین نے اپنے کالم میں بالکل درست لکھا تھا کہ امریکا میں جو شخص صدارت کا امیدوار ہو اس کی کھوپڑی کا معائنہ ضرور کروانا چاہئے“ ایک لمحے کے توقف کے بعد نیک سن نے اس میں اضافہ کیا ”بشرطیکہ اس کی کھوپڑی سلامت رہ گئی ہو۔“

”میں بہت شرمندہ ہوں سرا“ گارفیلڈ نے کہا ”لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ لوگ اس حد تک جائیں گے کیونکہ اس مرحلے پر وہ کسی اسکینڈل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔“

”اگر گولی ذرا سی نیچے آجاتی تو میرا قصہ پاک ہو جاتا۔ تم بیٹھے اندازے لگاتے رہتے“ نیک سن نے ہنسی سے کہا اور کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔

”مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنے پیروں پر چل رہے ہیں سرا آپ کی توانائیاں اور آپ کے حوصلے میں کوئی کمی نہیں آئی۔“

نیک سن نے فون پر ایک نمبر ڈائل کیا اور دریافت کیا ”کچھ پتا چلا وہ انگڑا کون ہے؟“

چند لمحوں بعد اس نے غصے سے ریپورٹ دیا ”یہ لوگ اپنے آپ کو سیکرٹ سروس والے کہتے ہیں لیکن میرے خیال میں یہ بغیر دم کے گدھے ہیں..... بلکہ میرے خیال میں ایک گدھا ان سے زیادہ معلومات فراہم کر سکتا ہے۔“

”میرا اپنا اندازہ یہ ہے کہ وہ کوئی عام ہی نوجوان ہوگا“ گارفیلڈ..... پُر خیال لمحے میں بولا ”عین ممکن ہے رپارٹڈ فوجی ہی ہو۔“ ڈائریکٹ اسکینڈل کے حوالے سے اسے آپ کے خلاف بھڑکا کر استعمال کیا گیا ہوگا۔ اصل معاملے کی اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوگی۔“

”میں اب تمہارے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے لئے تیار نہیں ہوں گارفیلڈ! یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔ میں استعمال ہونا پسند نہیں کرتا“ نیک سن پُر خیال لمحے میں بولا ”لیکن جس طرح اس ہونٹ میں... اور ہونٹ کے باہر جو جم نے میرا استقبال کیا تھا..... میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ اس میدان میں اپنے طور پر پیش قدمی جاری رکھوں؟ لوگوں کے دلوں میں نیک سن ابھی زندہ ہے۔“

”لیکن سرا یہ مت بھولے گا کہ آپ پر گولی بھی اسی اجتماع میں چلی تھی“ گارفیلڈ نے مؤدبانہ لمحے میں کہا۔

بدھ..... گیا رہ بج کر بچپن منٹ شب..... بھری رو پر نیک سن کا مؤذ تھا۔ وہ دریا کے کنارے اپنا بیٹھ کر زانہ دیکھ رہا تھا۔ فون

ہے داغ خمیر لے کر اس دنیا سے جاؤں گا۔“
”اتنا آگے مت بڑھو سینیئر..... جہاں سے واپسی کا راستہ نہ ملے“ پیٹرن نے دھچکے لمحے میں کہا۔

”تم میں اور لاکر کس میں یہ خصوصیت مشترک ہے کہ جب تم حقائق کا سامنا نہیں کر پاتے... تو دھمکیوں پر اتر آتے ہو“ بریڈلے بولا ”لیکن اس بار تمہارا واسطہ غلط آدمی سے ہو گیا ہے۔ مجھے اس لئے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں کہ میں کسی نقصان کو اپنا نقصان نہیں سمجھوں گا۔“

پیٹرن ایک نیک اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بریڈلے کے لمحے میں جذبات کا ارتعاش آگیا۔ ”میرا لاکر کس پر بڑا اعتقاد تھا۔ خامیاں تو سبھی میں ہوتی ہیں لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ زمین پر رضائی طاقت حاصل کرنے کے خواب دیکھتا ہے۔ کھلونوں کی طرح انسانی زندگیوں سے کھلتا ہے.....“ جذبات کی شدت سے بریڈلے بات جاری نہ رکھ سکا۔

پیٹرن سگریٹ سلگا کر کش لینے کے بعد پُرسکون لمحے میں بولا ”اپنا منہ بندی رکھنا سینیئر! جب اس قسم کے بڑے کام کئے جاتے ہیں..... تنظیمیں قائم کی جاتی ہیں تو اس پہلو کو پہلے ہی مد نظر رکھا جاتا ہے کہ کبھی کوئی اپنے ذاتی نظریات لے کر اٹھ کھڑا ہوگا اور انفرادی طور پر بغاوت کا نظم بلند کر دے گا، ایسی صورت حال کے لئے ضمانتیں پہلے سے تیار رکھی جاتی ہیں۔ تحفظ کی ضمانتیں۔ تمہارا خیال ہے کہ تم معصوم اور پاک بازن کر عوام کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو؟ ایسے خطوط اور فائلیں موجود ہیں جن پر تمہارے دستخط موجود ہیں جن میں تم نے کینیڈیوں اور مارٹن لوٹھرنگ سے ’سینئر‘ کے احکامات جاری کئے ہیں۔ ایسے گواہ موجود ہیں جن کے سامنے یہ باتیں ہوئی ہیں۔ دی میگزین میں سب کچھ جمووری طریقے سے ہوتا ہے۔“

”لیکن میں نے..... میں نے تو کبھی ایسا کوئی خط نہیں لکھا..... ایسی کوئی تجویز پیش نہیں کی“ بریڈلے کی آواز حلق میں جھپٹنے لگی لیکن پیٹرن کی مسکراہٹ دیکھ کر اسے معلوم ہو گیا کہ میگزین میں کچھ بھی ممکن تھا۔ اس کا سر جھک گیا۔

”میں..... میں اسی کا مستحق تھا...“ اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو جھللا رہے تھے ”تم نے اور لاکر کس نے مجھے تباہ کر دیا ہے..... ختم کر دیا ہے۔“

پیٹرن اٹھ کر کوٹ پہننے ہوئے بولا ”حوصلہ بلند رکھو سینیئر! ایک آدمی مرکز میں ملتا ہے تو اسی مٹی سے دوسرا آدمی جنم لیتا ہے۔ سینیئر مر گیا تو کیا ہوا؟ اسی خاک سے اب صدر جنم لے گا۔ صدر امریکا۔ پریشان مت ہو۔ منزل اب دور نہیں ہے مسٹر پریذیڈنٹ!“

بدھ..... پانچ بج کر چالیس منٹ..... نیک سن کا مؤذ تھا۔ وہ دریا کے کنارے اپنا بیٹھ کر زانہ دیکھ رہا تھا۔ فون

کی گھنٹی نے اسے گہری نیند سے جگایا۔ فون پر وہ ابراہام کی آواز پہ
مشکل پہچان پایا۔

”ہنری! یہ تم ہو؟“ ابراہام نے تصدیق چاہی۔

”ہاں..... میرا خیال ہے یہ میں ہی ہوں“ ہنری غنودگی کو ذہن
سے جھٹکنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

”میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ بات اتنی ضروری
ہے کہ صبح کا انتظار نہیں کیا جاسکتا۔“

”کون سی بات؟“

”میں فون پر زیادہ بات نہیں کر سکتا۔“ ابراہام بولا۔

”کیا تم نے یہی بتانے کے لئے فون کیا ہے کہ تم فون پر بات
نہیں کر سکتے؟“

”بے کار باتیں مت کرو۔ جو کچھ میں بتانا چاہتا ہوں اسے من
کر تمہارے روٹنے کھڑے ہو جائیں گے۔ وہ معاملہ اچانک ہی
سامنے آیا ہے۔ اس کا تعلق تمہارے باپ سے ہے“ ابراہام کی
آواز بدلتی بدلتی تھی ”تو ارا کو میں نے تم سے مارکولس کے بارے
میں جو باتیں کی تھیں وہ بکواس تھیں۔ اس وقت تک میرا خیال تھا
کہ تم شخص ایک احمق ہو جو انجینی کے معاملات میں ناگاہ اڑانے
کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے تمہیں تلا تھا لیکن اب کچھ نکلیاں ملی
ہیں..... تم ڈگلس ہیڈ برج پہنچ جاؤ۔ دیکھا، جونی سائڈر ایک پپ
ہاؤس ہے وہاں سڑک کے موڑ پر میں تیس منٹ بعد تمہیں ملوں
گا۔“ اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

تیس منٹ بعد اس جگہ پہنچ کر ہنری کو احساس ہوا کہ ابراہام
نے جگہ کا انتخاب خوب کیا تھا۔ وہاں دور دور تک نہ تو کوئی فیکٹری
یا عمارت تھی اور نہ ہی کسی انسان کی موجودگی کے آثار تھے۔ اس
نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا تو سرد ہوا کا جھوٹا اس کے رخسار سے
غلرایا۔ اس نے پپ ہاؤس کے سامنے دریا کے کنارے ڈھلان پر
گاڑی روک لی اور انتظار کرنے لگا۔

اسے یوں لگا جیسے کسی بھی لمحے پپ ہاؤس کا متعلق دروازہ
کھول کر ابراہام باہر آجائے گا مگر انتظار کے پندرہ منٹ گزر گئے وہ
نہیں آیا۔ پھر تیس منٹ گزر گئے۔ انتظار کی اذیت سے اس کا جسم
اکڑنے لگا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ بارہ بج کر چھپن منٹ ہو چکے
تھے۔

اس نے واپس جانے کے ارادے سے انجن اشارت کیا ہی
تھا کہ عقب نما آئینے کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ گھبرائے
پر سکت ہو کر رہ گیا۔ اس کے عقب میں ”اس کی آمد سے پہلے ہی
ایک دو پہیہ مشین کھڑی تھی۔ وہ بیک وقت ہلڈوڑ بھی بھتی اور
کرین بھی۔ اس کا انجن بھی عین اسی وقت اشارت ہوا اور چاروں
تقیاب روشن ہو گئیں۔ پیچھے دیکھتے ہوئے ہنری کی آنکھیں پٹپٹ ہوا
گئیں۔“

”ابراہام! کیا یہ تم ہو؟“ اس نے پکارا مگر کوئی آواز نہ آئی۔

ہلڈوڑ کرین گھر گھر کرتی سر پر آگئی۔ ہنری نے جلدی سے کھڑکی کا
شیشہ چڑھایا اور گاڑی موڑنے کے لئے اسٹیئرنگ وھیل گھمایا لیکن
ہلڈوڑ گاڑی پر آچڑھا۔ گاڑی کا عقبی حصہ ایک لمحے میں پھٹ گیا،
ٹوٹنے والی چیزیں چھٹا چور ہو گئیں۔ لوہے کے ساتھ لوہے کی رگڑ
سے چنگاریاں بلند ہوئیں۔

ہنری کے جسم کو جو جھٹکا تھا اس سے اسے اپنی آنکھوں کے
سامنے اندھیرا پھیلنا محسوس ہوا۔ پھر بھی اس نے گاڑی موڑنے کی
کوشش کی لیکن ہلڈوڑ اسے دھکیلتا چلا گیا۔ آخر کار وہ پختہ اور بلند
کنارے سے منڈیر کو توڑتی ہوئی، فلا بازی کھا کر دریا میں جا گری۔
وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ ڈوبتی کار میں پوری طرح پانی
بھرنے سے پہلے اسے ہوش آگیا۔ اس نے دروازہ کھولنے کی
کوشش کی مگر وہ جام ہو چکا تھا۔ اس نے کھڑکی کھولی تو پانی کا نیا
سطح اندر آیا مگر وہ کھڑکی سے بازو نکال کر باہر والے پنڈل سے
دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس وقت تک اس کے
پچھلے گویا پیچھے کے قریب تھے۔ آخر کار اس کا منہ کھل گیا۔
پانی اس کے پیٹ میں جانے لگا مگر اس وقت تک وہ ہاتھ پاؤں مارتا
ہوا سطح آب پر آنے کے لئے اپنا سفر شروع کر چکا تھا۔

سطح آب پر پہنچ کر چند لمحوں کے لیے اس نے سوا کسی بات کا
ہوش نہ رہا۔ جسم کو پانی اور پچھلے ہاتھوں کو پانی ہوا کالے ڈال رہی
تھی مگر اس نے تیرنا شروع کر دیا۔ بازو مقلوب ہوئے جا رہے تھے مگر
اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے بازوؤں کی حرکت چند لمحوں کے لیے
بھی روک لی تو وہ زندگی کی جنگ ہار جائے گا۔ اس کے حواس نے
اس حد تک اس کا ساتھ ضرور دیا کہ روشنیاں دیکھ کر اس نے اس
کنارے کی طرف تیرنا شروع نہیں کیا جبکہ اسے اسے دریا میں
پھینکا گیا تھا۔ تاریکی میں وہ دریا کے دوسرے کنارے کی طرف جا رہا
تھا کہ جہاں بیوی کی صرف ایک عمارت کی مدد میں روشنیاں
جھلما رہی تھیں۔



جمعرات..... رات ایک بج کر پینتالیس منٹ..... ہنری روپر
بہت گرم پانی سے ایک طویل غسل، برائڈی اور آتش دان کی
حرارت نے بہت جلد اسے سنبھالا دے دیا تھا۔ اس کے حواس
نہکانے پر آگئے تھے۔ ابھی سوچیں ایک بار پھر اس کی ساتھی
تھیں۔ اگر ابراہام کو معلوم ہو گیا کہ اس کی کوشش ناکام ہوئی تھی
تو وہ آرام سے بیٹھ کر اس کے کوئی قدم اٹھانے کا انتظار کرے گا یا
اپنے آدمیوں کو فوراً یہ دوبارہ یہ کام درست طریقے سے انجام
دینے کے لیے بھیج دے گا؟

اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ آخر کار
اسے ایک دوست کا خیال آیا جو رات کے اس پر بھی اس کے
JORDU MUFARJUM GROUP

حقیقی تھی۔ ایک ٹک اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولی ”تمہیں معلوم ہے میٹلین مرچکا ہے؟“

”کیا کبواس کر رہی ہو؟ کل رات ساڑھے دس بجے تک تو میں اس کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا“ ہنری تیزی سے بولا۔

”میڈیکل ایگزامینر کے اندازے کے مطابق اس کی موت ساڑھے دس اور گیارہ بجے کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ پیشانی میں راکٹ کی گولی....“ اس نے ایک بار پھر سسکی سی۔

”تم میٹلین کو کیسے جانتی ہو؟.... اور تمہیں اس کی موت کا علم کیسے ہوا؟“ ہنری نے اسے گھورا۔

”اب ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا“ وہ اداسی سے بولی، ”اگر تمہیں اس خبر کی صداقت پر یقین نہیں تو ابھی فون کر کے معلوم کر لو۔“

اس کے انداز نے ہنری کو بتا دیا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی ”وہ اور مارگولس سی آئی اے میں اندرون خانہ دفن کی جانے والی خوفناک اور سنگین حرکتوں کی شادتیں چپکے چپکے تلاش کرنے کے لئے تین سال سے ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے۔ جس رات مارگولس کا انتقال ہوا ہے اس رات اس نے میٹلین کو فون کیا تھا کہ کوئی بہت اہم شہادت اس کے ہاتھ لگی ہے۔“

”پلو مان لیا۔ کیا تم بتا سکتی ہو مارگولس کی فائلوں میں میرے باپ کے بارے میں بھی ایک فائل کیوں موجود ہے؟“ ہنری کے لہجے میں اب بھی کاٹ موجود تھی۔

”مجھے نہیں معلوم“ وہ بے بسی سے بولی۔

”اچھا ہم واپس اسی سوال کی طرف آتے ہیں۔ تم کون ہو؟“

”میرا نام لی رچی ہے۔“

”بہت خوب!“ ہنری نے سر ہلایا ”ایک بات بتاؤ لی رچی! میں نے آج دو مرتبہ لیٹنگ فون کیا تھا لیکن انہوں نے مجھے نہیں بتایا کہ میٹلین مرچکا ہے۔ تمہیں نہ صرف اس کی موت کی اطلاع ہے بلکہ میڈیکل ایگزامینر کی رپورٹ کے بارے میں بھی معلوم ہے۔ تم پر انہوں نے یہ مہمانی کیوں کی؟“

”مجھے مطلع کرنا تو ان کی مجبوری تھی۔ کیونکہ میں کبھی میٹلین کی بیوی تھی“ اس نے جواب دیا۔

وہ ایک ٹک اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ پھر باتیں شروع ہوئیں تو ان میں دوستی کا پرانا رنگ لوٹ آیا کیونکہ جھوٹ کا پردہ درمیان سے ہٹ چکا تھا جو ہنری کی خفگی اور غصے کا سبب بنا ہوا تھا۔ پندرہ منٹ بعد مورگن تو سونے کے لئے اوپر چلا گیا۔ ان کے درمیان تکلف کا فاصلہ کچھ اور کم ہو گیا۔

”کیا میٹلین کو معلوم تھا کہ ہم.... ایک دوسرے کے قریب تھے؟“ ہنری نے خفیف سے احساس جرم کے ساتھ پوچھا۔

”یہ تو معلوم تھا کہ ہم قریب آپکے تھے لیکن اتنا قریب آپکے

تھا بلیو مورگن۔ ہنری نے اپنے اپارٹمنٹ کی بتیاں بھی نہیں چلائی تھیں۔ دھیمی روشنی میں اس نے مورگن کو فون کیا اور وہ واقعی کارے کر گیا۔ وہ مارگولس کے آبائی فارم ہاؤس کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس بارڈرائیوے میں کوئی کار نہیں تھی اور مکان بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان دونوں کے لئے مل کر اندرونی دروازہ کھولنا کوئی مشکل کام ثابت نہیں ہوا۔ ہنری نے مورگن کو نشست گاہ میں بیٹھنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا ”اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔“

وہ خود لاہری میں چلا گیا۔ فائلیں اسی طرح سلیپ سے رکھی ہوئی تھیں جس طرح وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ ایک بار پھر وہ فائل دیکھنے لگا جو اس کے باپ کے بارے میں تھی۔ وہ شارٹ پنڈ میں گویا اس کے باپ کی زندگی کا خلاصہ تھا۔ چند اعداد و شمار اس کے لئے ناقابل فہم تھے۔ بالآخر اس نے پانچوں فائلوں کا بنڈل بنایا اور انہیں اٹھا کر نشست گاہ کی طرف لے چلا۔

وہ پاؤں سے دروازہ کھول کر نشست گاہ میں داخل ہوا تو مورگن نے زور سے کھکا کر گویا اسے خبردار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس سے باتیں کرتا اپنی دھن میں اندر پہنچ گیا۔ اچانک ہی اس کی نظر لڑکی پر پڑی جو مورگن پر رپو اور تانے ایک طرف کھڑی تھی پہلے تو وہ ہنری کے لئے ایس تھی۔ اب ہنری کے پاس اس کے لئے کوئی نام نہیں تھا۔

مضرت خواہانہ سے لہجے میں مورگن بولا ”ہنری.... پیارے دوست! میں ذرا خیالات میں غم تھا جب اس بچی نے آکر رپو اور تان لیا۔ بے خبری میں ایسا ہو گیا ورنہ....“

ہنری کو دیکھ کر لڑکی نے گہری سانس لی اور رپو اور جھکاتے ہوئے بولی ”اچھا.... تو یہ مونا تمہارے ساتھ ہے۔ میں اوپر بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ کھڑ پڑی کو آوازیں سن کر نیچے آئی تو اس مومے کو دیکھا۔“

”بڑی خوشی ہوئی کہ تم ابھی تک یہیں ہو ایلن!“ ہنری زہریلے لہجے میں بولا۔

”ارے.... اکیا یہ مارگولس کی بیٹی ہے؟“ مورگن چونکا۔

”نہیں“ ہنری.... قرآن اور نظروں سے لڑکی کو گھورتے ہوئے بولا ”اگر یہ مارگولس کی بیٹی ہوتی تو اس وقت سیٹل کے مڑو خانے میں ہوتی۔“

لڑکی نے رپو اور تانی پر رکھ دیا اور کرسی پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ ہنری استہزائیے لہجے میں بولا ”بس.... بس.... یہ گھبریں والے آنسو مت بہاؤ۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے تم بہت بڑی اداکارہ ہو۔“ پھر وہ اس کے مقابل بیٹھنے ہوئے بولا ”اب تو بتا دو کہ تم اصل میں کون ہو؟“

وہ آنسو پونچھتے ہوئے افسردگی سے بولی ”یہ جاننا اتنا آسان نہیں ہے“ ہنری نے محسوس کیا کہ اس کے آنسو اس کی افسردگی

حقیقت کی تلاش میں ہوں۔ شاید یہ بھی ایک بیماری ہے۔ بعض لوگوں کو حقائق تلاش کرنے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔“

پھر جب آتش دان میں آگ ٹھنڈی ہو گئی تو وہ سو گئے۔ جب ہنری کی آنکھ کھلی تو اسے فوری طور پر اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ چند منٹ سویا تھا یا چند گھنٹے؟ اس کی آنکھ ڈراؤنے خوابوں کی وجہ سے کھلی تھی۔ وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ ایک حسین اور قیامت بردوش لڑکی کے پبلو میں لیٹ کر بھی وہ ڈراؤنے خواب دیکھ رہا تھا۔ کوئی تلاش تھی جو اسے پریشان کر رہی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بات اسے یاد آنا چاہ رہی تھی، اس کے لاشعور میں کہیں کلایا رہی تھی مگر اس پر فراموشی کی تمیں بہت اونچی تھیں۔ وہ فراموشی کے مدفن سے نکل نہیں پاری تھی لیکن اس کے خوابوں کے دور آؤں پر دستک دے رہی تھی۔

اس نے لی کی طرف دیکھا، وہ بے خبر سو رہی تھی۔ نہایت آہستگی سے وہ اٹھا اور فائلیں اٹھا کر ایک بار پھر لا بیرری میں چلا گیا۔ مارگولس کی کھسی ہوئی ناموں وغیرہ کی فرست جو اس نے اپنی نوٹ بک میں نقل کر رکھی تھی وہ بھی اس نے سامنے رکھ لی اور ایک بار پھر فائلوں میں سرکھینے لگا۔ مگر اب بھی اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ بس چند لوگوں کی پوری زندگی کے بارے میں مختصر نوٹس تھے۔ بیڑے کی فائل میں اس کی تصویر بھی تھی۔

وہ بہت دیر تک مغز ماری کرتا رہا پھر نینے نینے تھکے انداز میں آنکھیں ملے ہوئے اس نے کرسی کے پتے سے ٹیک لگا لیا۔ کافی دیر تک وہ یونی بیٹھا شیفلن میں قطار در قطار رچی ہوئی کتابوں کو دیکھتا رہا۔ ہر موضوع پر ضخیم اور پتلی، ہر طرح کی بے شمار کتابیں لا بیرری میں موجود تھیں۔ ہر کتاب کے پتے پر پبلشر کا مخفف کوڈ بھی چھپا ہوا تھا جس سے پبلشر ہر کتاب کی درجہ بندی کرتے ہیں۔ ایک کتاب کے پتے پر ’ی ڈبلیو ی‘ چھپا ہوا تھا۔ یہ حرف ہنری کو کچھ مانوس سے لگے۔

اچانک اس نے چوٹکتے ہوئے نوٹ بک اٹھالی۔ اس میں ناموں کی فرست تھ جو حروف تہجی اور نمبر لکھے ہوئے تھے ان میں سب سے پہلے یہی حروف تھے ’ی ڈبلیو ی‘ تین سو ایک اس کے جسم میں ایک نئی امید نے توانائی کی لہری دوڑادی۔ اس نے تیزی سے اٹھ کر وہ کتاب شفٹ سے نکالی اور اس کا صفحہ نمبر تین سو ایک کھولا۔ صفحہ نمبر تین سو اور تین سو ایک کے درمیان باریک سا ایک کاغذ رکھا ہوا تھا، جس پر پینٹل سے باریک حروف میں چند نوٹس چھپائے گئے تھے۔ نوٹس اپنی لوگوں میں سے ایک کے بارے میں تھے جن کے نام فرست میں موجود تھے۔

ہنری نے بے تابی سے نوٹ بک دیکھا۔ دوسرا حرف ’ا‘ لیں تھا اس کے آگے جو تین نمبر درج تھا۔ اس نے شفٹ میں ایسی کتاب تلاش کرنا شروع کی جس کے پتے پر پبلشر کا کوڈ ’ا یس‘ چھپا ہوا ہو۔ توڑی سی تلاش کے بعد اسے وہ کتاب بھی مل گئی۔

تھے، یہ معلوم نہیں تھا۔“ اس نے جواب دیا۔ ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بتانے لگی ”چھ سال قبل ہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ جب ہم نے دیکھا کہ ہمارا مزید ایک دوسرے کے ساتھ چلنا ممکن نہیں رہا تھا تو ہم نے اپنی زندگی کو جنم بنانے کے بجائے اپنے راستے جدا کر لئے۔ ہماری شادی بہت کم عرصہ چل سکی۔ شادی سے پہلے میں بھی سی آئی اے میں ہی کام کر رہی تھی۔“

ہنری کو حیرت کا جھٹکا لگتے دیکھ کر وہ گویا ایک لمحے کے لئے محظوظ ہوئی اور بات جاری رکھتے ہوئے بولی ”میٹکین کی اور میری ملاقات لینکے ی میں ہوئی تھی۔ ہمارا کام ایک ہی نوعیت کا تھا اور اس وقت مزاج بھی یکساں ہی محسوس ہوئے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہماری شادی تو ناکام ہو ہی نہیں سکتی لیکن ہوا یہی کہ شادی کو کامیاب بنانے کے لئے ہم نے جتنی زیادہ کوششیں کیں اتنی ہی ہماری رفاقت قابلِ رحم ہوئی چلی گئی۔ بالآخر ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے چند ماہ بعد میں نے کمپنی کی ملازمت بھی چھوڑ دی کیونکہ مجھے میٹکین کے ساتھ ایک ہی کمرے میں سامنے والی میز پر بیٹھ کر کام کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ دل دھکتا تھا۔ جب ہم گھر میں ساتھ نہیں رہ سکے تو دفتر میں ساتھ رہنے کا کیا فائدہ تھا، کم از کم میرے محسوسات یہی تھے۔“

”اس کے بعد میٹکین نے پھر رابطہ قائم کر لیا؟“

”نہیں۔ تقریباً تین سال پہلے اس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا، وہ کمپنی میں رہتے ہوئے کمپنی کے بارے میں کچھ خفیہ تحقیقات کرنا چاہتا تھا۔ اس کام میں مدد کے لئے اسے کسی ایسے ساتھی کی ضرورت تھی جس پر وہ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر سکے۔“ لی نے جواب دیا ”کچھ ایسے چکر معلوم ہوتے تھے جن کے برے سیاست سے بھی جا کر ملتے تھے۔ لینکے بھی ان میں ملوث معلوم ہوا تھا اور کچھ باہر کی طاقتیں بھی تھیں۔ میٹکین نے مجھے کچھ زیادہ نہیں بتایا تھا۔“

”وہ تمہیں زیادہ خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا اور میں بھی یہی چاہتا ہوں“ ہنری بولا ”میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی گزند پہنچے۔ تم ان چکروں سے نکل جاؤ۔ میں خود ہی ان معاملات کو دیکھ لوں گا۔“

”یہ نہیں ہو سکتا“ وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی ”جب تم نے اپنے آپ کو ان معاملات میں اس حد تک الجھا لیا ہے۔۔۔ اور میٹکین انہی چکروں میں جان کڑا چکا ہے تو میں کس طرح لا تعلق رہ سکتی ہوں۔ اب تو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“

پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بولی ”تم اپنے باپ کی وجہ سے ان معاملات میں الجھے ہو تا؟ باپ کا تمہاری نظریں بہت اونچا مقام ہو گا۔۔۔ اور تم اس کے تصور کو دھچکا لگتے نہیں دیکھ سکتے؟“

”مجھے نہیں معلوم“ وہ بے بسی سے بولا ”شاید میں صرف

اس کے چوبیسویں صفحے پر بھی ایک چھوٹا سا باریک کاغذ موجود تھا۔ اس طرح جلد ہی اس کے پاس چند کاغذ جمع ہو گئے۔

اس نے انہیں اپنی دانست میں ترتیب سے رکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ فہرست میں جن لوگوں کے نام تھے انہی کے بارے میں کچھ اس قسم کی باتیں بتانے کی کوشش کی گئی تھی کہ کس طرح ان لوگوں نے ایک بہت بڑی تنظیم قائم کی تھی۔ تنظیم کا نام ان نوٹس میں کہیں نہیں تھا۔ ان کاغذوں پر ایک ایسے شخص کی زندگی کا خاکہ بھی تھا جس کا نام ہنری کے لئے شناسا نہیں تھا۔ یہ نام لاکروکس تھا۔ نوٹس سے ظاہر ہوتا تھا کہ بیس سال قبل وہ مر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے بارے میں اندراجات ختم ہو گئے تھے۔ دو جگہ سرسری سے انداز میں اس کے باپ کا بھی ذکر تھا۔ اب کم از کم بات کا کچھ سرا، کوئی مفہوم نظر آنے لگا تھا۔ باقی بہت سے نکات یقیناً مارگولس کے ذہن میں محفوظ رہے ہوں گے جن کی بنا پر وہ اتنا پر جوش تھا۔

ایک اور عجیب اتفاق کی طرف جلد ہی ہنری کی توجہ مبذول ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ بریڈلے اور لاکروکس دونوں ہی کی پیدائش ایک ہی علاقے کی تھی۔ دونوں ایریڈونا کے علاقے ٹرٹل بیگ میں پیدا ہوئے تھے۔ دونوں کی آبائی زمین وغیرہ وہیں تھی۔

اس کے ساتھ ہی اپنے لڑکپن کی ایک یاد بھی ہنری کے ذہن میں ریگ آئی۔ اسے یاد آیا کہ ایک بار ان کا باپ اچانک ہی اپنے کنبے کو کار میں ٹرٹل بیگ لے کر گیا تھا حالانکہ وہ کار میں طویل سفر کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ طویل سفر کے لئے وہ ہمیشہ جہاز یا ٹرین کا انتخاب کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ایک تفریحی سفر تھا۔ ہنری اس وقت بارہ سال کا تھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ بورڈنگ ہاؤس نما ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ جان روپر نے انہیں ایک گائیڈ کے حوالے کر دیا تھا کہ وہ انہیں ادھر ادھر ٹھہرائے اور خود وہ تین دن کے لئے غائب ہو گیا تھا!

○☆☆○

جہرات..... چھین کر بندہ منٹ..... ہنری روپر لی رچی کی آنکھ کھلی تو اس نے ہنری کو اپنے پہلو سے غائب پایا۔ وہ بے آواز بلند اپنے آپ کو سنے لگی۔ تب اس نے اچانک بیڈ کی پائنتی کی طرف سے ہنری کو سراٹھاتے دیکھا۔

”کیوں کو س رہی ہو اپنے آپ کو؟“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ”میں سمجھ رہی تھی تم چلے گئے ایسی صورت حال میں عورت اپنے آپ کو ختم بے وقوف محسوس کرتی ہے“ وہ اپنے آپ کو چادر میں چھپاتے ہوئے بولی ”تم وہاں قایلین پر کیا کر رہے ہو؟“

”میں اپنے موزے تلاش کر رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں“ ہنری بولا ”رات اتفاقاً مجھے کچھ نئی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ میں اب آگے جا کر قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیسی معلومات؟ مجھے بھی بتاؤ؟“ وہ بولی۔

”میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ نا آگئی تمہاری زندگی کی

ضمانت ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ جو جتنا زیادہ جاتا جا رہا ہے وہ مرنا جا رہا ہے۔ رات مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔“

”خطرات کا مقابلہ کر کے جتنے اہل تم ہو“ اتنی ہی میں بھی ہوں۔ اگر تم نے مجھے کچھ نہ بتایا تو میں زبردستی تمہارے پیچھے پیچھے آؤں گی اور کچھ گریز کروں گی“ اس کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

آخر کار ہنری کو اسے وہ سب کچھ بتانا پڑا جو اسے رات معلوم ہوا تھا۔ اس نے وہ کاغذ بھی اسے دکھائے جو اسے کتابوں سے ملے تھے لیکن انہیں پڑھنے کے لئے کم از کم ایک گھنٹہ درکار تھا۔ ہنری انہیں واپس جیب میں ٹھونٹے ہوئے بولا ”میں تمہیں تیار ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ دس منٹ دے سکتا ہوں۔ نما کر پکڑے بدل لو۔ سات بجے واشنگٹن سے ایک فلائٹ فینکس جاتی ہے۔ اگر ہم وہ پکڑنے میں کامیاب ہو گئے تو آپک بجے فینکس پہنچ جائیں گے۔

وہاں سے بریڈلے کی جاگیر اور ٹرٹل بیگ کا علاقہ زیادہ دور نہیں رہ جاتا۔ مورگن ایئرپورٹ تک ہمارے ساتھ جائے گا۔ میں اس امید کے سارے روانہ ہو رہا ہوں کہ حقیقت کا سراغ دیں سے ملے گا جہاں سے ان لوگوں کی زندگیوں کا آغاز ہوا۔“

وہ اسے ہاتھ دوم میں دھکیل کر کمرے سے چلا گیا۔ لی صرف دو منٹ میں نما کر اس طرح نکلی کہ اس کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ جلدی سے اس نے فون پر نمبر ڈال کیا۔ دوسری طرف... گار فیلڈ تھا۔ وہ تیزی سے بولی ”میرے پاس وقت بالکل نہیں ہے۔ ایک نیا نام سامنے آیا ہے۔ لاکروکس۔ اس کا تعلق بھی میزکس سے لگتا ہے۔ ہنری کا کہنا ہے کہ شاید یہی....“

اس نے باہر قدموں کی آواز سن کر جلدی سے ریسور رکھ دیا اور تیار ہونے لگی۔

○☆☆○

جہرات..... سات بج کر تیس منٹ..... پیٹرین جس وقت ہنری اور لی رچی ٹی وی پر اڑنا سکر کے کاؤنٹر سے فلائٹ نمبر تو تھری سیون کے ٹکٹ لے کر ڈیپارچر لارونج کی طرف پک رہے تھے، عین اسی وقت ایک چارٹرڈ بونٹک طیارہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ طیارے پر کوئی نشان نہیں تھا اور اسے سی آئی اے نے چارٹر کر لیا تھا۔ اس میں صرف آٹھ مسافر تھے جن میں پیٹرین اور بریڈلے شامل تھے۔ باقی چھ بھی میزکس کے خاص ترین ممبر تھے۔ ان میں ایک ملک کا سب سے بڑا صنعت کار تھا، ایک بہت بڑا بینکار اور باقی چار بھی معاشرے میں بہت نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک اس مقام کا حامل تھا کہ جب چاہتا، محض ایک فون کر کے صدر امریکا سے ملاقات کر سکتا تھا۔

اس طیارے کو بھی فینکس جاتا تھا اور وہاں سے فوراً ہی واپس آتا تھا۔ صرف بریڈلے کو فینکس ایئرپورٹ ہی پر اتارنا تھا۔ وہاں

ازپورٹ برائے راکرواپس روانہ ہوا، اس نے وی آئی ٹی لائیو سروس سے لاکروکس کو فون کیا۔ لاکروکس کی سماعت بھی متاثرہ تھی۔ وہ اپیل فائزوالے ٹیلیفون پر گفتگو کرتا تھا۔

”دیکھا تمہی اسی پر ٹیکس پہنچے گئے ہو؟“ لاکروکس نے پوچھا۔
 ”نہیں۔ میں ازپورٹ سے ہی بول رہا ہوں“ بریڈلے کا لہجہ
 بھد کو شش پُرسکون تھا ”مبارک ہو۔ تمہاری ہدایات پر پیٹرن نے
 تھوڑی دیر پہلے جہاز پر جو کافرٹس منعقد کی تھی تمہاری توقعات کے
 مطابق کامیاب نظر آ رہی تھی۔“
 ”وہ لوگ تعاون کریں گے؟“ لاکروکس نے تصدیق چاہی۔

”نہیں، دھکیل کر دہرائے گا ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس
 صورت میں کسی کے پاس تعاون کے سوا چارہ ہی کیا جاتا ہے؟“
 بریڈلے اپنے لہجے کی کٹھن کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا ”لیکن ایک
 بات یاد رکھو لاکروکس! زبردستی کا چھینا ہوا تعاون بھروسے کے قابل
 نہیں ہوتا۔ وہ سب اتنے بڑے اور اثر رسوخ والے لوگ ہیں کہ
 اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی بغاوت کی جرات کی تو....“

”کوئی نہیں کرے گا جرات“ لاکروکس اس کی بات کا نٹے
 ہوئے لائن سے بولا ”ہم نے انہیں قنب کرتے وقت صرف یہی
 نہیں دیکھا تھا کہ وہ مال دولت اور اثر رسوخ کے لحاظ سے کتنے
 بڑے ہیں بلکہ یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ان میں اخلاقی جرات کتنی ہے۔
 ہر ایک کے ساتھ کروڑیاں ہیں۔ ہمارے لیے ٹیپ تلاش کرنا اور
 اس شخص کو ڈھونڈنا بہت ضروری..... بلکہ ناگزیر ہو گیا ہے جو کس
 کی کروڑیاں ہلا رہا ہے اور ہماری طرف بھڑا چلا آ رہا ہے۔ اس
 کے لئے بہت بڑے آپریشن کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے لوگوں کی
 دولت اور دیگر وسائل کی بہت بڑے پیمانے پر ضرورت ہے۔ ہم
 سب ایک ہمتی کے سوار ہیں۔ ایک دوسرے کا ساتھ دینے میں ہی
 ہمارا فائدہ ہے۔ ہم ایک نظریے کے کھیلے تھے بریڈلے اور نظریات
 کی خاطر لوگ جاس دیتے آئے ہیں خواہ وہ نظریات غلط رہے ہوں۔“

”تم اپنی منافقانہ اور عیارانہ چالوں سے دنیا کے ہر دیانت دار
 اور شریف آدمی کا گلا گھونٹ سکتے۔ بریڈلے سختی سے بولا،
 ”جب تک دنیا میں ایک بھی شریف اور دیانت دار آدمی زندہ ہے،
 غلط نظریات اور ان کے ماننے والوں کے خلاف جدوجہد ہوتی
 رہے گی..... ہر حال..... میں نے یہ بحث کرنے کے لئے تمہیں فون
 نہیں کیا تھا۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”اگر مجھ سے مل کر ہی تمہاری تقاضی ہو سکتی ہے تو سنچری کی شام
 کو آ جاؤ“ لاکروکس پُرسکون لہجے میں بولا ”اور یاد رکھو بریڈلے! خدا
 طاقتور لوگوں کا ساتھ دیتا ہے۔ پیشہ طاقتور رہنے کی کوشش کرو۔“
 ”تم نے لاطینی کا جو یہ مقولہ دہرایا ہے اس کے جواب میں میں
 بھی تمہیں لاطینی ہی کا ایک مقولہ سنانا چاہوں گا۔ خدا جب کسی کو
 تباہ کرنا چاہتا ہے تو پہلے اسے طاقت کے زخم میں مبتلا کر دیتا ہے“
 بریڈلے نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

سے اسے آگے دی اسپرٹس، جانا تھا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں اس کی
 جو بی اور زمین وغیرہ تھی۔ ٹرل بیک بھی وہاں سے زیادہ دور نہیں
 تھا جہاں بریڈلے پیدا ہوا تھا۔ وہ کچھ دنوں کے لئے آرام کی غرض
 سے اسپرٹس جا رہا تھا۔

اس سفر کا مقصد درحقیقت جہاز پر صرف ایک میٹنگ منعقد
 کرنا تھا، جس کے لئے پیٹرن اور ابراہام نے باقی لوگوں کو بستر سے
 اٹھا کر بلوایا تھا۔ میٹنگ کا مقصد انہیں آدھ تین صورت حال سے
 آگاہ کرنا اور یہ بتانا تھا کہ ان کے پاس صرف ایک بیٹے کی مملکت
 ہے جس کے دوران انہیں ہر حال میں ٹیپ حاصل کر کے اسے
 ضائع کرنا ہو گا۔

میٹنگ میں خاصی گرگڑ مچ رہی۔ پانچ ممبروں کے لئے بہت
 سی باتیں بنی تھیں۔ ان کے لئے یہ بھی ایک اختلاف تھا کہ
 کینڈیوں اور مارن لوٹرنگ کے قتل کی سازش میں وہ بھی شریک
 تھے، اس معاملے میں ان کا بھی کوئی نہ کوئی کردار تھا، جس کی
 گواہی بہت سے کاغذات دے سکتے تھے۔ وہ آج تک اس قسم کے
 کاغذات کے وجود سے لاعلم رہے تھے۔ بالآخر پیٹرن نے انہیں
 قائل کر لیا کہ وہ سب ایک زنجیر سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے
 پاس اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا اور اب بقاء کی
 جنگ میں شریک رہنے میں ہی ان کے لئے غایت تھی۔

میٹنگ ختم ہوتے ہی پیٹرن اٹھ کر جمائے کے پچھلے حصے میں
 واقع کیونیکشن روم میں پہنچا اور فون پر اس نے لاکروکس سے
 رابطہ قائم کیا۔ لائن دھمکی سے کام کر رہی تھی۔

”ان لوگوں کا برٹل کیا رہا؟“ لاکروکس نے پُرسکون لہجے
 میں پوچھا۔

”تمہاری توقع کے عین مطابق“ پیٹرن نے جواب دیا ”وہ
 ایف بی آئی یا صدر کے پاس دوڑے نہیں جائیں گے۔ وہی کریں
 گے جو انہیں کہا جائے گا۔ انہیں اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ گردن تک
 چھپنے ہوئے ہیں اور اب بغاوت کا مطلب ان کی مکمل تباہی ہو گا۔
 ظاہر ہے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا حوصلہ ان میں سے کسی میں
 نہیں ہے۔“

”بریڈلے کا رویہ کیا تھا؟“

”وہ بھی ٹھیک ہی رہا۔ فی الحال اس پر ذرا اصول پرستی اور
 دیانت داری وغیرہ کا دودھ پڑا ہوا ہے۔ اس کی روح ذرا ادا سی میں
 ڈوبی ہوئی ہے لیکن یہ کیفیت بہر حال مستقل نہیں ہے۔ وہ ٹھیک
 ہو جائے گا۔ ہمارے شانہ بشانہ ہی چلے گا۔ چند دن میں تو رہے
 گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ ویسے بھی آخر وہ سیاست داں ہے۔ پیچھا تاؤ،
 ندامت یا ضمیر کی غلغلہ ان لوگوں پر زیادہ دیر حاوی نہیں رہتی۔
 میرا خیال ہے دوپہر تک وہ بھی تمہیں فون کرے گا“ اس نے سلسلہ
 منقطع کر دیا۔

اس کا خیال درست تھا۔ طیارہ جیسے ہی بریڈلے کو ڈینکس کے

آپ کے سامنے ہر حال بیٹے ہیں ”اس نے ہنری کی طرف اشارہ کیا“ یہ باب بملٹن ہے۔ میں جین ہیرس ہوں۔ ہم بریڈلے کے پس منظر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے ہیں۔ فیچر پائیس گئے۔ بلکہ باب کو تو امید ہے کہ وہ بریڈلے کا انٹرویو لینے میں بھی کامیاب ہو جائے گا۔“

بوڑھا فانی میں سرھلاتے ہوئے بولا ”انٹرویو وغیرہ کے لئے اسے پکڑنے کی بہترین جگہ تو واشنگٹن ہے۔ یہاں تو وہ کسی کو پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتا۔ کہتا ہے کہ یہاں تو وہ آرام سکون اور پرائیویسی کے ساتھ کچھ وقت گزارنے آتا ہے۔ ایک لحاظ سے وہ ٹھیک ہی کہتا ہے۔“

”پھر بھی قسمت آزمائی میں کیا حرج ہے۔“ لی نے کہا ”آپ ہمیں اس کی رپورٹ دینا تو وغیرہ کے بارے میں کچھ تفصیل تو بتادیں۔“

”میں سب کچھ سمجھا تو دیتا ہوں“ بوڑھا تذبذب سے بولا ”لیکن بریڈلے کو معلوم نہیں ہوتا چاہے کہ میں نے تمہاری رہنمائی کی تھی۔ آپس کی بات ہے..... تم بھی جرنل تھو..... تمہیں اندازہ ہی ہو گا کہ ہم چھوٹے اخبار والوں کو، چھوٹے علاقوں میں رہتے ہوئے وہاں کے لوگوں کی خوشنودی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔“

”آپ بالکل فکر نہ کریں“ لی نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور بوڑھا باقاعدہ نقشہ بیان کر انہیں سمجھانے لگا۔ وہ جب آفس سے نکلے تو کچھ دور تک چلنے کے بعد ہنری... فیصلہ کن لہجے میں بولا ”ہمیں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ کوئی قدم اٹھانے کے لئے کم از کم دو دن انتظار کر لینا چاہئے اور اس دوران ہم الگ الگ موٹیشنز نہیں مقرر کریں گے۔ اسٹے رہنے سے ہماری جانب بہت ہی زیادہ توجہ مبذول ہوگی۔ تم اپنے کمرے میں ہی رہنا اور میرے فون کا انتظار کرنا نام بھی ٹھیک رہیں گے“ باب اور جین... لی نے بہت بحث کی، ناراض بھی ہوئی لیکن ہنری اپنے فیصلے پر قائم رہا اور اسے حتمی کے عالم میں ہی موٹیل کے دروازے پر چھوڑ کر لوٹ گیا۔ کار بھی اس نے لی کے لئے ہی چھوڑ دی۔ اپنے لئے اس کا بیپ کرائے پر لینے کا ارادہ تھا۔

جمعرات..... پانچ بج کر دس منٹ..... ہنری روپر اگر ہنری کے پاس بوڑھے ایڈیٹر کا بیٹا ہوا نقشہ نہ ہو تا تو شاید وہ بریڈلے کی جاگیر تک نہ پہنچ پاتا۔ راستے پختہ صاف ستھرے مگر پڑتی تھیں۔ بریڈلے نے شاید ذاتی دلچسپی اور مفاد کے تحت علاقے میں خوب سڑکیں بنوا رکھی تھیں۔ سڑکیں تنگ تھیں مگر انہیں عمدہ حالت میں رکھا گیا تھا۔

علاقے میں فطرت کی تمام خوب صورتیاں موجود تھیں۔ پیاز، دریا، کہیں بہزہ، کہیں صحرا، کہیں متروک کائیں، کہیں برساتی تالے اور کہیں خطرناک نشیب و فراز۔ تاہم یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اپنے تمام تر فطری حسن کے باوجود یہاں یہ علاقہ دیرانہ ہی رہا

جمعرات..... بارہ بج کر چالیس منٹ..... ہنری روپر ریاست ایریزونا کا بیشتر علاقہ صحرائی تھا۔ فیکس کا ازپورٹ بھی صحرا کے درمیان تھا۔ ہنری اوہلی نے ازپورٹ پر ازتر کرکے کی ایک کار اور علاقے کا نقشہ لیا۔ اس کی مدد سے وہ ٹرل بیک نامی گاؤں پہنچے۔ ہنری کے ذہن میں اس گاؤں کی جو یادیں باقی تھیں ان کی نسبت وہ کافی ترن کرچکا تھا۔ صاف ستھری پختہ سڑکیں اور عمدہ عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں۔

”بریڈلے یہاں رہتا ہے؟“ لی نے دریافت کیا۔ ”نہیں۔ یہاں سے چند میل دور کہیں اس کی زمینیں اور خولی ہے۔ اس مقام کا نام دی اسپرٹس ہے لیکن نقشے میں کہیں اس کی نشاندہی نہیں ہے“ ہنری بولا۔ البتہ جب وہ ٹرل بیک میں داخل ہوئے تو انہیں ایک بوڑھے نظر آیا تھا جس پر لکھا تھا:

خوش آمدید۔ ٹرل بیک۔ جہاں سینئر بریڈلے نے جنم لیا۔ اپنی گاڑی ایک گیس اسٹیشن پر چھوڑ کر وہ پیدل ٹین روڈ پر چلنے لگے۔ لی کو ہلکی ”کمال ہے!“ ایک شری جوڑا گاؤں میں نیا نیا داخل ہوا ہے لیکن کوئی آنکھ اٹھا کر بھی ہماری طرف نہیں دیکھ رہا۔“

”مجھے بھی یہی چیز غیر فطری لگ رہی ہے“ ہنری بولا ”میرا خیال ہے ہم نے جب ٹرل بیک کی حدود میں قدم رکھا تھا تب ہی ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہماری آمد کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اس لئے ہمیں دیکھنا کسی کے لئے باعث حیرت نہیں رہا۔ مجھے لگتا ہے کہ سربراہ بریڈلے کے بارے میں پوچھنا بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ آؤ کسی مقامی اخبار کا دفتر تلاش کرتے ہیں۔“

ایک گلی میں انہیں مقامی اخبار کا دفتر مل گیا۔ سرکنڈے کی طرح سوکھا ہوا ایک پستہ قد آدمی باہری بیچ پر بیٹھا تھا۔ مسٹر سمن کے نام سے اس نے اپنا تعارف کرایا۔ وہ اخبار کا ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر بھی کچھ تھا۔ وہ انہیں اندر لے گیا۔ ان کے کچھ کتنے سے پہلے ہی اس نے میز کی دراز سے ایک رنگین اور خاصی عمدگی سے چھپا ہوا کتابچہ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ بریڈلے کے بارے میں تھا۔

ہنری اور لی نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ سمن بولا ”جب سے بریڈلے کے صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کے آثار پیدا ہوئے ہیں تب سے یہاں جو بھی نئے شری چرے دکھائی دیتے ہیں وہ عموماً بریڈلے ہی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں یہاں خاک چھانٹتے نظر آتے ہیں۔ اس لئے میں نے مکمل معلومات پر مشتمل کتابچہ ہی چھاپ کر رکھ لیا ہے۔ وقت کی بچت ہوتی ہے۔“

”بہت خوب“ لی نے محبت اور عقیدت سے اس کا ٹھہروں بھرا ہاتھ تھپتھپایا ”پرانے صحافی آخر پرانے صحافی ہی ہوتے ہیں۔ ہم بھی آپ کے ہم پیشہ ہیں۔ تعلق تو بڑے اخبار سے ہے لیکن

ہوگا۔ اسے سچائے، سنوارنے اور نکھارنے میں انسانی ہاتھوں کی محنت اور دلچسپی شامل تھی۔ دی اسپرنگس درحقیقت بہاڑوں اور دو طرف سے دریا کی شاخوں میں گھری ہوئی ایک وادی تھی جس میں میلوں میں بریلے کے فارم اور کھیت پھیلے ہوئے تھے۔

ہنری نے جب بہت پیچھے ہی چھوڑ دی تھی کیونکہ اس پر سکون علاقے میں اس کی آواز میلوں دور سے سنی جاسکتی تھی۔ چچا چچا تا وہ اس مقام تک پہنچا تھا جہاں سے حویلی کا کچھ حصہ دیکھ سکتا تھا۔ درحقیقت وہ حویلی نہیں، ایک منزلہ فارم ہاؤس تھا مگر بہ حد طول وعرض اور خوب صورت یقیناً اسے بے پناہ لگت سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس میں ہونپوئی طرز تعمیر کی بھی جھلک تھی۔ اس کے آس پاس سات آٹھ مکان اور تھے۔ کھلے حصوں میں لوگ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ اس رہائشی علاقے کے گرد دس بارہ فٹ اونچی آہنی تاری کا باڑہ تھی جس میں ایک ہی مین گیٹ تھا۔ اس گیٹ سے خاصی کشادہ سڑک مکانات تک جاری تھی۔ گیٹ پر کوئی گارڈ نہیں تھا۔ شاید یہاں بریلے کو گارڈ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

ہنری ابھی جائزہ لے ہی رہا تھا کہ اندر کہیں سے ایک بلی کا پڑ فضا میں بلند ہوا۔ وہ جلدی سے ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ بلی کا پڑ مشرق کی طرف پرواز کر گیا۔ ایک لمحے کے لئے ہنری کو افسوس ہوا کہ وہ کوئی حکمت عملی تیار کر کے یہاں نہیں آیا تھا۔ اسے خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا تھا اور کس طرح کرنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے گویا درختوں اور بزمے میں گھری ہوئی ایک فوجی چھائی تھی اور وہ دشمن کے جاسوسوں کی طرح گھات لگائے بیٹھا تھا۔ اندر جا بجا بڑی بڑی لائٹس روشن تھیں۔ اسے ان کے بجھے کا انتظار تھا۔ آخر کار ساڑھے دس بجے کے قریب تباہ بھٹا شروع ہوئیں۔ مگر چند ایک بہر حال روشن رہیں۔ لوگوں کی آمدورفت معدوم ہو رہی تھی۔

آخر کار ہنری نے ایک محفوظ مقام پر جنگلے کو چپک کیا۔ اس میں کرنٹ نہیں تھا۔ وہ اس پر چڑھ کر اسے پھلا جھگ گیا۔ اس کا واحد ہتھیار ٹائز اتارنے کی لوہے کی ایک وزنی پٹی تھی جو تقریباً دو فٹ لمبی تھی۔ وہ اسے کرائے کی جیب میں رکھی ہوئی ملی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے پاس بس معقول جسمانی توانائی اور لڑائی بھڑائی کی معمولی سی تربیت تھی۔

تاریکی میں درختوں کے درمیان وہ مکانات کی طرف بڑھ رہا تھا جب اس نے کچھ دور ایک بندوق برادر کو شلتے دیکھا۔ وہ وہیں دیک گیا۔ اسی لمحے بڑے مکان سے کوئی شخص نکلا اور میڑھیوں پر آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے منہ میں پاپ دبا ہوا تھا۔ اس نے انگڑائی لی اور شاید کھلی ہوا میں گھری گھری سانس لینے لگا۔ شاید وہ بریلے تھا مگر ہنری پر یقین نہیں تھا۔ بندوق برادر نے ہانک لگا کر اس شخص کو اپنی موجودگی سے آگاہ کیا۔ اس نے دور ہی سے ہاتھ ہلایا مگوا بندوق برادر کو اپنی ڈیوٹی جاری رکھنے کی ہدایت کر رہا ہو پھر وہ خود

میڑھیوں سے اتر کر گیٹ کی طرف چل دیا۔ اس کے پاس گیٹ کی چابی تھی۔ گیٹ سے نکل کر وہ دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے ٹھٹھا ہوا دریا کی طرف چل دیا۔ ہنری بھی جنگل چلا گیا کہ باہر آیا اور بہت فاصلہ رکھتے ہوئے اس کے پیچھے پختہ راستے پر چلنے کے بجائے جھاڑیوں اور نیلیں کی آڑ لینے ہوئے بڑھنے لگا۔ گلجے اندھیرے میں اچانک ایک درخت کی اوٹ سے ایک راقفل برادر نے نکل کر بریلے کو لاکار کہا "ہاٹ!"

"یہ میں ہوں" بریلے نے پاپ ہونٹوں سے نکالتے ہوئے کہا۔

"وہ سینٹیئر آئی ایم سوری" راقفل برادر قریب آکر بولا "میں کچھ وہی سا بوتا جا رہا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں" سینٹیئر نے ملائمت سے کہا "مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ سوچا ڈراما کر آؤں" وہ آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد ہنری کچھ اور محتاط ہو گیا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ اندھیرے میں اچانک بھی کوئی مسلح گارڈ اس کے سامنے آسکتا ہے۔ دریا میں ایک مونو لٹ لنگر انداز تھی۔ اس کے قریب کھڑے ہو کر بریلے نے پاپ کے کش لینے لگا۔ اس کی پشت ہنری کی طرف تھی۔ ہنری کے خیال میں اسے جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لئے اس سے بہتر موقع کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ گلجے اندھیرے میں وہ جھکا جھکا اس کی طرف بڑھا۔ بریلے نے مڑ کر اس کی طرف دیکھے بغیر سرسری انداز میں بولا "کوئی احتیاط نہ کرنا مت کرنا میرے دوست! یہاں چاروں طرف مسلح گارڈز گشت کرتے رہتے ہیں اور مشکوک آدمی کو دیکھ کر وہ کچھ پوچھے بغیر گولی چلا دیتے ہیں۔"

تب ہنری سیدھا کھڑا ہو گیا اور احتیاط سے انداز میں بولا "شکریہ"

بریلے گھوما اور اس کے قریب آکر آنکھیں کھینچ کر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا "یہاں چرانے والی تو کوئی چیز ہے نہیں۔ اس لئے یقیناً تمہارا مقصد کچھ اور ہوگا۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے برادر؟"

"میں آپ سے ملنے آیا ہوں سر" ہنری نے گہری سانس لے کر کہا۔

"پہلی بار کسی نے ملنے کا یہ انداز اختیار کیا ہے" بریلے نے ملائمت سے کہا "یہ اتنی بے سامانہ جگہ نہیں ہے۔ یہاں ٹیلیفون بھی ہیں۔ تم فون کر کے وقت لے کر آسکتے تھے۔"

"مجھے امید نہیں تھی کہ آپ مجھ سے بات کریں گے" ہنری بولا۔

بریلے نے ایک لمحے خاموش رہا پھر بولا "میری عمر کو پہنچ کر انسان کو بھوت بچ کی کچھ پہچان ہو جاتی ہے۔ آؤ..... یوٹ میں بیٹھ کر زوردار جاکر بات کرتے ہیں۔"

اسے یوٹ میں بٹھانے سے پہلے بریلے نے احتیاطاً اس کی

کچھ تک نہیں، ان سے منٹ کیسے سکتے ہو؟ ان معاملات کو ان پر چھوڑ دو جو انہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں کسی غلط کام میں ملوث نہیں رہا ہوں۔

”اور میرا باپ؟“

”میں اپنے آپ کو ایک اچھا آدمی سمجھتا ہوں ہنری! لیکن تمہارا باپ مجھ سے لاکھ درجے زیادہ اچھا آدمی تھا“ بریڈلے بولا ”تم میرے بارے میں جو چاہے سوچ لو لیکن اگر تم نے اپنے باپ کے بارے میں کسی بڑے خیال کو دل میں جگہ دی تو مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہوگا۔ تم نے اگر اس کے بارے میں شک والی کوئی بات کی تو میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔“

کنارے پر واپس آکر وہ کچھ دور تک خاموشی سے چلتے رہے پھر بریڈلے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا ”میں نے بڑے بڑے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈنے کے لئے جو احاطہ نہ طریقہ اختیار کیا تھا اس کی وجہ سے مجھ پر زندگی کا بہت سا قرض چڑھ گیا ہے اور یہ قرض اب میں خود ہی ادا کروں گا۔ تم راستے سے ہٹ جاؤ۔ تم میرے لئے دشواریاں پیدا کرو گے، آسانیاں نہیں۔ تم تھرو واپس چلے جاؤ اور کبھی لوٹ کر مت آنا۔ سمجھے؟“ وہ واپس چل دیا اور پھر اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔

○☆☆○

جمعرات..... رات آٹھ بجے..... لی رچی

تنبائی اور انتظار جلدی ہی کی کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ وہ آخر کار اپنے مونٹیل سے نکلی اور ہنری کے مونٹیل جا پہنچی۔ وہاں کے کلرک نے بتایا کہ ہنری تو کرا لینے کے کچھ دیر بعد ہی تین بجے نکل گیا تھا اور اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ لی کا دل غم و غصے سے بھر گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ ہنری کا شروع سے یہی پروگرام تھا۔ وہ درحقیقت اسے اپنی جدوجہد میں شامل کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اسے لی کی رفاقت کی ضرورت نہیں تھی۔

بہر حال گارفیلڈ کو رپورٹ دینا تو لازمی تھی۔ اس نے فون پر گارفیلڈ سے رابطہ قائم کیا اور اسے اب تک کے حالات سے مطلع کرنے کے بعد بولی ”مجھے یقین ہے کہ وہ بریڈلے سے ملنے چلا گیا ہوگا۔“

”تمہیں تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں“ گارفیلڈ جذبات سے عاری لہجے میں بولا ”بریڈلے سے اسے کوئی خطرہ نہیں۔“

”مسئلہ صرف بریڈلے کا نہیں ہے۔ دوسرے لوگ جو ہیں“ لی کی تشویش پر قرار دی۔

”تم ہنری کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور معاملات کو فطری انداز میں آگے بڑھنے دو۔ کل میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں“ گارفیلڈ نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ لی نے ریسپورر رکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گیا۔ وہ سب غیر جذباتی لوگ تھے۔ کسی کو اس

تلاشی لے لی۔ لوہے کی پٹی وہ کچھ پیچھے ہی پیچیدہ چکا تھا۔ کشتی میں دس منٹ خاموشی سے سفر کے بعد بریڈلے نے انہیں بند کر دیا۔ کشتی یونٹو دریا کے سینے پر پھسلے گئی۔

”تمہارا یقینا کوئی نام بھی ہوگا“ بریڈلے نے کہا۔

”ہنری روپر“ ہنری نے اس کے تاثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ”آپ کے لئے شناسا نام ہے؟“

”بہت خوب! تمہارا باپ ایک مستعد اور ذہین آدمی تھا۔ تم اس سے بھی زیادہ مستعد اور ذہین معلوم ہوتے ہو۔“

”میرے باپ کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ آپ کے ساتھ کس کام میں شریک تھے؟“

”سیاست سے قطع نظر بھی انسان کے کچھ اونچے اونچے آئیڈیلز ہوتے ہیں۔ ہمارے بھی تھے۔ ہمارا خیال تھا ہم دنیا میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ ہم ایسی ہی سوچیں رکھنے والے دوسرے چند لوگوں کے ساتھ مل گئے لیکن تجربہ کامیاب نہیں رہا.....“ اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش آئی ”لیکن کیا تم اپنی دوسرے چوروں کی طرح صرف اپنے باپ کے بارے میں باتیں کرنے آئے ہو؟“

”نہیں۔ میں اور بھی بہت سے لوگوں کے بارے میں معلوم کرنے آیا ہوں“ ہنری کو مارگولس کی فائلوں سے جتنے بھی نام یاد آئے، اس نے گنوا دیے۔ ان میں بریڈلے اور لا کوکس کا نام بھی شامل تھا، پھر وہ بولا ”میں ان کے اور دوسرے بہت سے لوگوں کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں، میں آپ کی صدارت کے امکانات کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں۔ میں مارگولس اور میگلین کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں جو بارے جانچے ہیں۔ اور شاید میں رچرڈ نکسن کے بارے میں بھی بات کرنے آیا ہوں.....“ اس نے خاموش ہو کر تھوک لٹکا۔ بریڈلے نے اپنے دونوں گھٹنے مضبوطی سے پکڑ لئے تھے۔

”ایسے معاملات میں ٹانگ مت اڑاؤ جن کی حقیقتی کا تمہیں اندازہ نہیں“ بریڈلے کی آواز سرگوشی سے مشابہ تھی۔

”میں ایسا نہیں کر سکتا۔ لا تعلق نہیں رہ سکتا“ ہنری کے لہجے میں ضد تھی۔

”تم ان معاملات کی طرف کس طرح آگئے؟“ بریڈلے نے پوچھا۔ ہنری نے اسے بتایا۔ جو کچھ بھی اسے معلوم تھا سب کچھ بتا دیا۔ بریڈلے کے جسم میں تناؤ سا آ گیا۔

”بیڈ! میرا مشورہ تمہارے لئے یہی ہے کہ فوراً ان معاملات سے لا تعلق ہو جاؤ اور یوم واپس چلے جاؤ“ بریڈلے بولا ”ہم بہت سے بڑے بڑے لوگ تخیل پرست بھی تھے لیکن ساتھ ہی عملی بھی تھے۔ حقیقت پسند تھے۔ اسی لئے ہم نے عملی راستہ اختیار کیا تھا۔ خفیہ تنظیم بنائی تھی۔ ہم بہت طاقتور بہت بارسوخ تھے۔ ہم سمجھتے تھے ہم دنیا کی حالت بدل دیں گے لیکن دنیا کو چلانے والا اور جینا ہے۔ وہ اپنے کاموں میں مداخلت پسند نہیں کرتے۔“

جمعہ..... پانچ بج کر تیس منٹ..... گارفیلڈ

گارفیلڈ، فلیپر اور گولڈمین ایک بار پھر لا بھری میں جمع تھے۔ گارفیلڈ کی حکمت عملی سے فلیپر گولڈمین ویسے بھی خوش نہیں تھے اور اس وقت شدید سردی میں علی الصبح بسزوں سے اٹھ کر آنے پر وہ مزید خفا تھے۔ انہوں نے لا بھری میں جتان بھی نہیں جلائی تھیں۔ ٹیکے اندھیرے میں کانفرنس جاری تھی۔
”تم ٹینکس جاؤ گے؟ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟“
گولڈمین کہہ رہا تھا۔

”یہ قصہ اگر ختم ہو گا تو وہیں ختم ہو گا“ گارفیلڈ بولا۔
”ہم پس منظر سے نکل کر سامنے آجائیں گے۔ ہماری حقیقت ظاہر ہو جائے گی“ فلیپر بولا۔

”ہم وہاں فوج لے کر چڑھائی کرنے نہیں جارے“ گارفیلڈ بولا۔
”میں صرف قریب جا کر معاملات دیکھتا چاہتا ہوں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ ہم نے ہنری کو اتنا آگے بھیج دیا ہے کہ اب اسے چھوڑا نہیں جاسکتا۔“

”تم اس کا سرکٹ کر زمین پر لڑ سکتے دیکھنا چاہتے ہو؟“ فلیپر زہریلے جیسے ہم بولا۔

”اب ایسی محنت کی باتیں بھی مت کرو“ گارفیلڈ نے ناگواری سے کہا۔ پھر وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا ”ٹینکس کی فلائٹ پکڑنے کے لئے مجھے ساڑھے سات بجے انرپورٹ پہنچنا ہے۔ گولڈمین! تم سان کھنٹن کی طرف سفر کرو گے۔ میں نے تک سن سے بات کر چکی ہے۔ تم نیپ کے بارے میں اس کا ایک بیان لی دی کے لئے ریکارڈ کرنا آگے۔ اپنی نگرانی میں۔“

”کیا.....“ وہ دونوں اچھل پڑے، فلیپر بولا ”تم نے کہا تھا کہ نیپ کا معاملہ عوام کے سامنے نہیں لایا جاسکتا؟“

”میں نے صرف یہ کہا ہے کہ تک سن کا بیان لی دی کے لئے ریکارڈ کیا جائے گا۔ یہ نہیں کہا کہ اسے لی دی پر نشر بھی کیا جائے گا۔“ گارفیلڈ بولا ”بریلے تو ہوا سا ٹوٹا ضرور ہے۔ ہماری اب تک کی جدوجہد لا حاصل نہیں رہی لیکن اسے مزید توڑنے کے لئے ہمیں اپنی طرف سے اس پر دباؤ بڑھانا ہے۔ ادھر ہنری اس کے پاؤں میں کانٹے کی طرح چبھ رہا ہو گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے سارے مقاصد نہایت خاموشی سے، اندھیرے میں رہتے ہوئے پورے کرنے ہیں۔ ہمیں بریلے کو الیکشن میں حصہ لینے سے روکنا ہے۔ میٹرکس کو چیلنا ہے اور اس کے پس پردہ موجود طاقت کو تلاش کرنا ہے۔ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ باضابطہ تحقیقات میں ملوث ہوں“ سینٹ ہماری طرف متوجہ ہو گیا کوئی اور جھگڑا ہو۔ اور نہ ہی ہم مزید خون ہستے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس اعتبار سے ہم بڑی آزمائش میں ہیں۔“

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ مزید بولا ”ہمیں کچھ نہ کچھ کامیابی تو ہوتی ہے۔ ہم نے بریلے کو احساس دلایا ہے کہ اسے

کے جذبات سے کوئی مطلب نہیں تھا۔ کسی کو اس بات کی فکر نہیں تھی کہ ٹینکس کو کھونے کے بعد اب وہ ہنری کو بھی کھوتا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس وقت شدت سے کسی کی مدد کی ضرورت محسوس کر رہی تھی۔ کوئی ساتھی، کوئی مددگار اس کے پاس ہونا چاہئے تھا لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی کے پاس بھی اس کے لئے وقت نہیں تھا اور نہ ہی وہ آنکھیں بند کر کے کسی پر بھروسہ کر سکتی تھی۔

اچانک اسے ایلینو مورگن کا خیال آیا۔ وہ نیم خیم اور سادہ لوح سا آدمی اسے ہنری کا مخلص دوست نظر آیا تھا۔ لی کے سامنے اس نے بار بار ہنری سے کہا تھا کہ اسے جب بھی اس کی ضرورت ہو وہ اسے کہیں بھی بلا سکتا ہے اور مورگن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ ہنری کو اگر اس کی جان کی بھی ضرورت ہوئی تو وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔

خوش قسمتی سے لی کے پاس اس کا فون نمبر موجود تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا ”مسٹر مورگن! میں لی رچی بول رہی ہوں۔ ہنری کی دوست۔ میں ٹینکس سے بول رہی ہوں۔ آپ ہمیں انرپورٹ چھوڑنے آئے تھے۔“

”انرپورٹ.....؟ ہاں..... ہاں..... انرپورٹ“ مورگن کی آواز سے کچھ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے زکام سے اس کی ناک بند ہو گئی ہو اور گلہ بیٹھ گیا ہو۔

”مسٹر مورگن! ہنری کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ آپ فوراً یہاں پہنچ جائیے۔ میں آپ کو سارے حالات بتا دوں گی۔ آپ کل صبح وہی آٹھ بجے والی فلائٹ پکڑیں جو ہم نے پکڑی تھی۔ میں آپ کو انرپورٹ پر ریسپور کروں گی۔ پورے ایک بجے ٹھیک ہے؟“
”ٹینکس انرپورٹ..... ایریزونا... تم بھری ہوئی کہاں ہو؟“
مورگن نے کہا ہے ہوئے پوچھا۔

”آپ یہاں آئیں گے تو میں سب کچھ بتا دوں گی“ لی نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

دوسری طرف واشنگٹن میں مورگن کے گھر میں ابراہام نے مورگن کے ہاتھ سے ریسپور پھینک کر واپس کر لیں پر رکھا پھر اس نے ٹیلیفون کی آواز تلاش کر کے مٹی میں لپٹ کر ایک جھٹکے سے کھینچ کر تودڑی۔ دو آدمی اس وقت مورگن کے دائیں بائیں اس کی کینڈیوں پر ریولور رکھے کھڑے تھے۔ ابراہام طمانیت سے سر ہلاتے ہوئے بولا ”موٹے! تمہارا بات کرنے کا انداز ہماری ہدایات کے مطابق تو نہیں تھا۔ لیکن بہر حال..... کام چل جائے گا۔ لڑکی کو شک نہیں ہوا۔ اب تم آرام سے سو جاؤ تاکہ کل تک دوسرے راؤنڈ کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

پھر وہ ایک ریولور برادر سے مخاطب ہوا ”کل صبح مجھے کہنی کا ایک طیارہ پرواز کے لئے تیار چاہئے۔ اس کی پرواز کا کوئی مقصد نہیں بتایا جائے گا اور نہ انرپورٹ پر اس فلائٹ کا کوئی ریکارڈ رکھا جائے گا۔ سمجھے؟ اگر کوئی رکاوٹ ہو تو مجھے اطلاع دیتا۔“



شکریہ ادا کر کے اس سے بازو چھڑا کر دوبارہ اندر جانا چاہتا تو اسے احساس ہوا کہ اس کے بازو پر نوجوان کی آہنی گرفت ڈھیل ہوئے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس کا دوسرا ہاتھ جیکٹ کی جیب میں تھا اور اس میں سے کوئی سخت چیز کی پسیوں میں چبھ رہی تھی۔ وہ اندر کے بجائے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ”اس طرف میڈم!“

پارکنگ لائٹ میں ایک بڑی سی سیاہ کار ان کی مختصر تھی جس کے شیشے بھی تاریک تھے۔ نوجوان نے اسے پچھل سیٹ پر تقریباً دھکیل دیا اور وہ دو آدمیوں کے درمیان پھنس کر رہ گئی۔ نوجوان خود آگے جا بیٹھا۔ کار میں اس کے علاوہ تین آدمی موجود تھے اور ان کے چہروں سے ان کی اصلیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا۔ لی نے معصومانہ رہی ہے کہا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ اگر تم لوگ جانا چاہتے ہو کہ میں کون ہوں.....“

اس نے اس کے احتجاجی جھلنوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سارے بیٹھے رہے لیکن لی ان کی آہنی گرفت میں تھی۔ سیاہ کیدنگ خاموشی سے آگے بڑھتی رہی۔ آخر کار وہ شر کے مضافات سے بھی دور نکل آئی اور اس نے اتنے موڑ کاٹنے کی اپنی تمام تر کوشش کے باوجود راستہ یاد نہ رکھ سکی۔

آخر کار گاڑی جس عمارت کے سامنے جا کر رکی اس میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ گروانڈ فلور پر تو کوئی دروازہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیچے سے لوہے کا صرف ایک تنگ اور بل کھانا زینہ پکلی منزل کی بالکونی تک جا رہا تھا جو کنکریٹ کی ایک دیوار کے سامنے پھیل ہوئی تھی۔ زینے کے اختتام پر لوہے کا دروازہ تھا۔ کار والے لی کو ایک شخص کے سپرد کر کے لوٹ گئے۔

اس شخص نے لی کو اوپر لا کر لوہے کے ایک دروازے سے اندر دھکیل کر دھماکے سے اس کے عقب میں دروازہ بند کر دیا۔ ایک لمحے کے لئے تو لی کو یہی محسوس ہوا کہ اچانک اس سے پچانی چھین لی گئی تھی۔ اندر گھپ اندر ادا اور ناقابل برداشت بدبو تھی۔ لی بہ مشکل دھچکے سے سنبھل پائی تو اس نے اندھیرے میں اوپر اوپر ٹھٹھا۔ اسے اندازہ ہوا کہ اس کے سامنے ایک حفاظتی رینگ موجود تھی جو نہ جانے کہاں تک جاری تھی۔

روشنی یکدم ہی اس کے چہرے پر پڑی۔ اس کی آنکھیں بے اختیار بند ہو گئیں اور حلق سے سچ نکل گئی۔ جب روشنی اس کے چہرے سے ہٹی تو اس نے آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھا۔ وہ عمارت میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ایک بالکونی میں کھڑی تھی لیکن بالکونی میں سامنے کی دیوار کی جگہ صرف مضبوط پائپ کی رینگ تھی۔

نیچے بیٹھ کر ایک شخص بیٹھا تھا جس کا کوئی چہرہ ہی نہیں تھا۔ چند لمبے بعد لی کو احساس ہوا کہ اس کے چہرے پر پلاسٹک کا نقاب چڑھا ہوا تھا جو آکسیجن ماسک سے مشابہ تھا۔ جس پیالی نما حصے سے اس

استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس وقت وہ پریشان ہے۔۔۔ اور احساس تنہائی کا شکار ہو چکا ہے۔ جب اسے معلوم ہو گا کہ تک سن نے ٹیپ کے بارے میں لی دی کے لئے کوئی بیان ریکارڈ کرایا ہے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ ہم اس معاملے کو عوام کے سامنے لانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ یہ اس کے لئے آخری دھکا ہو گا۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ ہم آئندہ دو دنوں میں فیکس یا سائن کلیمنٹ میں دی میٹرکس کی جڑ کاٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ فلپچرا تم یہیں موجود رہو گے۔ اگر حالات حق میں آجئے نہ رہے تو مجھے امید ہے کہ تم یہاں ہوشیاری اور خوب صورتی سے جواب دہی کر لو گے۔ گولڈمین! تم ٹیپ اپنے ساتھ لے کر سان کلیمنٹ جاؤ گے۔“

ان کے جانے کے بعد کئی منٹ تک گارڈیلڈ کلبز اندھیرے میں ساکت بیٹھا رہا۔ اس کا ذہن ایک کپیوٹر کی طرح کام کر رہا تھا۔ تک سن اس کے ہاتھ میں ایک ایسا پتا تھا جسے بہت ہی ہوشیاری سے استعمال کرنے کی ضرورت تھی۔ حالات سے اسے ایک اندازہ یہ بھی ہوا تھا کہ تک سن کے محفوظ قلعے اور نہایت احتیاط سے منتخب کئے گئے اسٹاف میں بھی کوئی مخبر موجود تھا۔ یہ احساس ہو جانے کے بعد اس کا پتا چلانا زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔ اس کا نام جیک ہنری تھا اور اس کی نشاندہی اس وقت ہوئی تھی جب اس نے نکسن.... کے ہاں سے جویو نامی کسی شخص کو فون کیا تھا۔

گارڈیلڈ ٹھنڈی سانس لے کر ہلکی سی ایک کراہ کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھا، ”بک شیفت کے پیچھے سے اس نے ٹیلیفون نکالا اور تک سن سے رابطہ قائم کیا۔“

”سرا! میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے اسٹاف کے ایک آدمی جیک ہنری کے کان میں کسی طرح ایک بات ڈال دیں....“ گارڈیلڈ بولا ”لیکن اسے احساس نہیں ہونا چاہئے کہ یہ بات جان بوجھ کر اس تک پہنچائی گئی ہے۔“

”تم مجھے احمق سمجھتے ہو کیا؟“ تک سن نے ناگواری سے کہا۔ ”سور! میں چاہتا ہوں جیک ہنری کو معلوم ہو جائے کہ آپ ٹیپ کے بارے میں کوئی بیان ریکارڈ کرانے والے ہیں اور اس مقصد کے لئے گولڈمین آپ کے پاس آ رہا ہے جو بائو کلب میں ٹھہرے گا۔“



جعبہ.... بارہ بج کر تیس منٹ.... لی رپٹی لی احتیاطاً وقت سے کچھ پہلے مورگن کو ریو کرنے کے لئے ایئر پورٹ پہنچ گئی تھی لیکن یہ احتیاط اس کے حق میں اچھی ثابت نہیں ہوئی۔ وہ مورگن کی فلائٹ سے پہلے آنے والی ایک فلائٹ کے جھوم میں پھنس کر رہ گئی۔ لوگوں کی بھگدڑ میں وہ تقریباً گری گئی تھی جب ایک دروازہ مضبوط اور ہینڈ نم نوجوان نے سہارا دے کر اسے اٹھایا اور ایک طرف لے گیا جہاں بھیر بھاڑ نہیں تھی۔ وہ اس کے ساتھ تقریباً چپکا ہوا چل رہا تھا۔ لی نے اس کا

بائیں ہوا میں جھول رہا تھا۔

جب اس کا چہرہ کی طرف آیا تو لی کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ وہ بلیو مورگن تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جب وہ پنڈولم کی طرح ہلتا بند ہوا تو ماسک والے کی آواز ٹرانسیر پر آئی ”یہ بتانے کی تو ضرورت نہیں کہ یہ بلیو مورگن ہے۔ مختصر بات صرف اتنی ہے کہ تم مجھے بتاؤ ہنری کہاں ہے۔ میں اسی ٹرانسیر کے ذریعے اپنے ان ساتھیوں کو اطلاع دے دوں گا جو کار میں تمہیں یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔ وہ ہنری کو تلاش کر لیں گے۔ ہمیں اس سے فوری رابطے کی ضرورت ہے۔ بس اتنی سی بات بتاؤ۔ ہم مورگن کو بھی چھوڑ دیں گے اور تمہیں بھی۔ ورنہ مورگن ایک ایچ کر کے اس تالاب میں اتر جائے گا۔ ہاں تو..... ہنری کہاں ہے؟“



جگہ..... ایک بج کر چالیس منٹ..... ہنری روپر

ہنری گزشتہ رات دو بجے اپنے موٹیل میں واپس پہنچ چکا تھا اور بستر پر گرتے ہی سو گیا تھا لیکن اب جب اس کی آنکھ کھلی تو بہت دیر تک اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کہاں تھا۔ ماحول بالکل بدلا ہوا تھا اور خوفناک بدبو اس کے دماغ کو چڑھی جا رہی تھی۔ اسے یاد آیا کہ نیند کے دوران اس نے کلو رو فارم کی گُو محسوس کی تھی اور اپنی ناک پر کسی چیز کا دبوا محسوس کرتے ہوئے پاؤں بھی چلائے تھے لیکن وہ کوئی خاص مزاحمت نہیں کر سکا تھا۔ یہ سب کچھ اب اسے ایک دھندلے خواب کی طرح یاد تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے دھندلا ہٹ کم ہوئی تو اس نے پہچانا کہ اس پر جگی ہوئی لڑکی لی رچی تھی۔

لی نے اسے اٹھا کر چند قدم چلا کر ایک بیچ پر بٹھایا اور اس عالم میں بھی وہ لی کی جسمانی مغبوطی پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کئی لمحے بعد وہ گردو پیش کو صحیح طور پر دیکھ پایا۔ اس نے ماسک والے آدمی کو دیکھا۔ نیچے اُلٹے ہوئے تالاب کو دیکھا۔ لی کے ہاتھ میں موجود ٹرانسیر کو دیکھا۔ پھر اس نے تجربہ میں لگے ہوئے مورگن کو پہچانا۔ اس کے چہرے اور پیشانی کی رگیں ریتوں کی طرح پھول چکی تھیں۔ رنگت نیلی پڑ چکی تھی۔ وہ زندہ معلوم نہیں ہوا تھا۔

ماسک مین اب ان کے مقابل ”دوسری طرف ریٹک کے عقب میں کھڑا تھا۔ اب اس کے ہاتھ میں سائنسٹر لگی ہوئی راکٹ بھی تھی۔ اس نے خیرادر کرنے کے سے انداز میں ایک فار کیا۔ گولی لی کے بالوں کو چھوئی ہوئی دیوار سے ٹکرائی۔ سینڈ کے کچھ ٹکڑے ڈر تالاب میں جا گرے۔

ہنری کے حواس اب کام کرنے لگے تھے۔ وہ راکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ”سینکین کو اسی ساخت کی راکٹ سے قتل کیا گیا تھا۔“

لی کے ٹرانسیر پر آواز ابھری ”مس لی رچی! یہ اب مکمل

کامنڈ ڈھکا ہوا تھا، اس سے ایک تار اس کے پلو میں لٹکے ہوئے ایک ڈبے تک جاری تھی۔ اس نے اشارے سے لی کو بتایا کہ اس کے پاس بھی ویسائی ایک ڈبہ پڑا ہے، وہ اسے اٹھا لے۔ لی کو بھی اپنے قریب ہی بیچ پر ویسائی ایک ڈبہ لایا گیا۔ بات جلد ہی اس کی سمجھ میں آگئی۔ وہ جدید ساخت کی کوئی وائی ٹائی نما چیز تھی اور نقاب پوش اسی کے ذریعے اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے کیس ماسک کی وجہ سے بدبو سے بچا ہوا تھا جبکہ لی کا دماغ بدبو سے پھنسا جا رہا تھا۔

”مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟“ لی نے ٹرانسیر کا ٹین آن کرتے ہی پوچھا۔

”تمہیں غیر ضروری سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔ تم ایک اچھی ایجنٹ ہو“ ٹرانسیر پر آواز آئی جو ناقابل شناخت تھی۔

”ایجنٹ! لی نے حیرت سے سوچا۔ ٹرانسیر پر ایک بار پھر اس شخص کی آواز ابھری ”مس لی رچی! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں بہت طویل سفر کر کے آیا ہوں۔ مصروفیت بہت زیادہ ہے۔ میں تمہیدوں میں وقت ضائع نہیں کر سکتا۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دو تین ڈوریاں کھینچ کر اس نے مزید تیاں روشن کر دیں اور تیل نے دیکھا کہ وہ ایک پلے نما راستے پر بیٹھا تھا جس کے دونوں طرف کوئی حفاظتی دیوار نہیں تھی۔ اس سے تقریباً پینٹ فٹ نیچے جہاں فرش ہوتا چاہئے تھا وہاں ایک سُرمنی دلدل لی تھی جس میں سے مڑھواں اور بیلے اٹھ رہے تھے۔ بدبو اسی میں سے اٹھ رہی تھی اور وہ دیکھنے میں ہی بے حد بھیانک لگ رہی تھی۔ لی خوف زدہ سی ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

ٹرانسیر پر آواز ابھری ”اس کی میکانی حرکت کا درجہ حرارت ایک سو چھیالیس ڈگری فارن ہائٹ ہے۔ اس میں گرنے کے بعد ایک انسان صرف اتنی دیر تک زندہ رہ سکتا ہے جتنی دیر میں ایک سانس لی جاتی ہے۔ یہ جو اس کے اوپر تمہیں سُرمنی جھاگ اور کراہیت انگیز بلبے نظر آ رہے ہیں یہ چند لمحے پہلے ایک بیٹیس کی تازہ کھال تھی۔“

”جسمانی انسان! مت سناؤ مجھے یہ ساری باتیں“ لی چلائی۔

”کمپنی کے لوگوں سے کمپنی کے معیار کے مطابق باتیں کرنی چاہئیں“ وہ بولا ”تم ایک پیشور ڈیپارٹمنٹ ہو س لی رچی! اور پیشور لوگ آسانی سے زبان نہیں کھولتے۔ چنانچہ میں نے تمہاری زبان کھولانے کے لئے پہلے ہی ایک خاص بندوبست کیا ہوا ہے۔“

وہ اپنے پلیٹ فارم نما راستے پر دوسرے سرے کی طرف چلا گیا جہاں اندھیرا تھا۔ چند لمحے بعد وہ واپس آیا تو ایک میکینزم کو حرکت دے چکا تھا۔ ایک بہت بڑی چرخی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی چھت سے ذرا نیچے آگئی۔ اس پر ایک موٹی ڈیجیٹر لگی ہوئی تھی۔ جس کے ایک سرے پر لوہے کا بالک لٹکا ہوا تھا اور دوسرے سرے پر ایک گرائڈل شخص الٹا بندھا ہوا تھا اور پنڈولم کی طرح دائیں

آری تھیں لیکن چرے کے زاویے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس وقت اس کی توجہ ہماری طرف تھی۔ اچانک لیٹھی۔ اس نے مورگن کو ہوا میں دھکیل دیا تھا۔ راکٹ کی رفتار سے مورگن نے جھولا لیا اور دوسرے ہی لمحے غائب ہو چکا تھا۔

ایک لمحے کی تاخیر سے ہماری کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہماری بھر کم مورگن ایک تیز رفتار پنڈولم کی طرح سیدھا جا کر غائب ہو چکا تھا اور وہ تالاب میں گر کر غائب ہو گیا تھا۔ تالاب سے خوفناک سنسنی کے ساتھ پیلے اور دھواں اٹھ رہا تھا۔ چند لمحے ایک طوفانی سی ہڈ بھڑ بھڑ جاری رہی جو رفتہ رفتہ مدھم مدھم بننے لگی۔ صرف ایک ثانیے کے لئے غائب ہو چکا تھا۔ چہرہ تالاب کی سطح پر ابھرا تھا جس سے غائب ہو چکی تھی۔ چہرہ منہ ہو چکا تھا لیکن پھر بھی ہماری نے اسے پہچان لیا۔ وہ ابراہام کا چہرہ تھا۔ غریب سے چہرہ دوبارہ نیچے کیا تو پھر نہیں ابھرا۔

○●○

بعد..... تین بج کر چالیس منٹ..... گولڈمین

سان گولڈمین کے ہالو کلب میں اپنے کمرے میں پہنچ کر گولڈمین نے اپنی تمام تر تھکن کے باوجود اپنا سفری بیگ رکھتے ہی ان تمام چیزوں کو چیک کیا جن میں جاسوسی کے آلات پوشیدہ ہونے کا امکان ہو سکتا تھا۔ ٹیلیفون، لائسنس، انٹرنیشنل سفر، بائو دوم فنکشن، ہر چیز کو اچھی طرح چیک کر لینے کے بعد وہ اطمینان سے بیٹھا۔ ابھی وہ کچھ دیر سناٹے بھی نہیں پایا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اتنی جلدی کوئی کال اس کے لئے غیر متوقع تھی۔

”مرے آپسکنگ“ اس نے ریسور اٹھا کر کہا۔ کلب میں اس کے لئے کمرہ مسٹر مرے کے نام سے ریزرو کرایا گیا تھا۔

”مرے؟“ دوسری طرف سے پوچھنے والے نوجوان کو گویا

قد رے حیرت ہوئی پھر وہ سنبھلتے ہوئے بولا ”وہ..... میرے ذہن سے

نکل گیا تھا کہ آپ یہاں مسٹر مرے کے نام سے گھرے ہوئے ہوں

مے مسٹر گولڈمین! ایرا نام چیک ہماری ہے..... سان گولڈمین میں میں

مسٹر جرج ڈیکسن کے اساتذہ میں شامل ہوں۔ ان کی ہدایت تھی کہ

آپ اگر یہاں پہنچنے کے بعد جلد از جلد مقررہ جگہ پر پہنچ سکیں تو

انہیں بے حد خوش ہوگی۔ وہ آپ کو لینے کے لئے کار بھیج رہے

ہیں۔ پانچ دس منٹ میں آپ کے کلب پہنچ جائے گی۔“

”مسئلہ کیا ہے؟ میرے ساتھ جو شیڈول ملے تھا، یہاں کے

وقت کے مطابق تو ابھی اس میں خاصی دیر ہے“ گولڈمین بولا ”اور

مجھے شیڈول میں کسی تبدیلی سے بھی آگاہ نہیں کیا گیا۔“

”مسئلہ تو کوئی نہیں ہے سر“ جبکہ ہماری موزبانہ لہجے میں بولا

”شاید کوئی نیا نکتہ سامنے آیا ہے جس پر تبادلہ خیال کرنے کے لئے

مسٹر ڈیکسن زرا پہلے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”مسٹر ڈیکسن سے میری بات کراؤ“ گولڈمین نے کہا۔

ہوش و خواس میں ہے۔ اس سے بات کراؤ۔“

لی معذرت خواہانہ سے لہجے میں بولی ”ہماری! مجھے ان لوگوں کو

تمہارا اتنا پتا بتانا پڑا۔ ورنہ یہ مامک والا خبیث“ بے چارے

مورگن کو اس تالاب میں ڈوبنے والا تھا۔“

”اس سے اصل بات کہو!“ ٹرانسیر پر غائب ہو چکی کی آواز

ابھری۔

لی نے بے چارگی سے ہماری کی طرف دیکھا اور بولی ”یہ جانتا

چاہتا ہے کہ میٹنگن کس کے لئے کام کر رہا تھا؟“

غائب ہو چکی ٹرانسیر پر ہماری کی مخاطب کیا ”الگ الگ تم

دونوں کی معلومات زیادہ نہیں ہوں گی۔ اس لئے ہم نے تم دونوں کو

یکجا کیا ہے۔ کوئی میٹنگن کو بھی استعمال کر رہا تھا اور تمہیں بھی

استعمال کر رہا ہے۔ کون ہے وہ؟“

”میں کسی کے لئے کام نہیں کر رہا“ ہماری بولا ”میں نے تو

صرف اپنی تسکین کے لئے جانے کی جدوجہد شروع کی تھی کہ میرا

باپ کسی غلط کام میں تلوٹ نہیں تھا۔“

”میں شاعرانہ باتیں سننے کے لئے اتنی تکلیف نہیں اٹھا رہا“

ٹرانسیر سے آواز آئی ”لی! چلو پہلے تم بات کرو۔ تمہیں جو کچھ

معلوم ہے“ اگلے دو۔“

ہماری بے آواز بلندی سے مخاطب ہوا ”ہلیں! تمہیں اس شخص

کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے“ اب کوئی فائدہ نہیں۔ مورگن

یقیناً مر چکا ہے۔“

مورگن اس وقت ذرا بلندی پر تھا۔ لی سر اٹھا کر اس کی طرف

بغور دیکھتے ہوئے بولی ”تم لوگوں کو شاید معلوم نہیں کہ مورگن دل کا

مریض تھا۔ اسی لئے تو اس نے بائنگنگ چھوڑ دی تھی۔ اتنی دیر

اسے لٹکا کر تم نے اسے مار دیا ہے۔ اب سو دے بازی کس بات پر

ہو سکتی ہے؟“

”اول تو یہ مرا نہیں ہے“ ٹرانسیر پر آواز ابھری ”اور اگر

مر بھی گیا ہے تو ہمارے پاس سو دے بازی کے لئے متبادل موجود

ہے۔ ہماری اس کی جگہ لے سکتا ہے۔“

”تم مورگن کو میرے پاس پہنچاؤ۔ میں اطمینان کرنا چاہتی

ہوں“ لی بولی۔

غائب ہو چکی دوبارہ درمیانی پلٹ فارم پر آگیا۔ میگزیم کے

ذریعے اس نے لٹکے ہوئے مورگن کو رینگ کے قریب پہنچایا۔ لی

نے اس کا سر اپنی بانوں میں لے لیا اور غائب ہو چکی کی طرف پیٹھ

کر لی۔ وہ گویا قریب المرگ مورگن کو اپنے غلوں اور محبت کی

حرارت پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس دوران ٹرانسیر اس

نے پہنچ رہا تھا۔

”ٹرانسیر تم اٹھاؤ ہماری!“ ٹرانسیر پر آواز ابھری۔ ہماری

اسے اٹھانے کے لئے جھکا غائب ہو چکی کی آنکھوں کی جگہ دو گول

گول گلاس کی بیلیں مٹی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھیں غائب تھیں۔

دبے ہوئے بریف کیس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا ”یہ آجھے دے دے۔“
لیکن جیو یو جلدی سے ہاتھ درمیان لاتے ہوئے بولا ”منیر یہ چیز صرف باس ہی کے ہاتھ میں جائے گی اور کسی کے ہاتھ میں نہیں۔“

جس کمرے میں وہ داخل ہوئے وہ ایک بڑے لاؤنج سے مشابہ تھا۔ اس میں بار بھی موجود تھا۔ پردے گرے ہوئے تھے۔ بائیں طرف ڈائس تیار کیا گیا تھا۔ کمرے میں کل آٹھ آدمی تھے۔ کیمروں اور لائسنس کی تاروں سے بچتے بچاتے ادھر ادھر پھرتے تھے۔ ایک طرف دیوار گیر ڈرننگ ٹیبل کے سامنے ایک کرسی ایک شخص کھڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کے سر اور کندھوں پر ایک تو پھیلا ہوا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ ایک میاں اپنی برش پکڑے، سامنے سے اس پر جھکا ہوا تھا۔ نوجوان۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے گولڈمین کو بتایا ”مسٹر ک سن کا میاں آپ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ آپ بار کے قریب بیٹھ جائیں۔“ واپس باہر چلا گیا۔

بیٹھنے سے پہلے گولڈمین نے بغل میں سے جری بریف کیس ڈالا اور کس کو دینے کے لئے بڑھا لیکن عقب سے ایک ہاتھ آ کر آیا اور اس نے بریف کیس گولڈمین کے ہاتھ سے اچک لیا۔ سا۔ ہی ایک سخت چیز گولڈمین کی کمرے آگئی اور جیو یو کی سرکوشی ابھر اٹھی۔ ”اندازہ ہو گیا ہے نا کہ یہ کیا چیز ہے؟ اس پر سائنس بھی لگا ہوا ہے یہاں سب افزا نفی میں ہیں۔ اگر بمباری دکھانے کی کوشش کی تمہارے مرنے کا لوگوں کو ذرا تاخیر سے ہی بتا چلے گا۔ نہایت آرا اور آہستگی سے چلے ہوئے بار تک چلو۔“

گولڈمین ایک لمحے کے لئے چٹکیا یا پھر اس کی ہدایت۔ مطابق بار تک پہنچ کر تھکے تھکے سے انداز میں ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔ گردن ذرا سی گھما کر اس نے دیکھا، جیو یو دروازے پر پہنچ چکا تھا لیکن اس کا صرف بریف کیس لے کر چلے جانے کا کاغذ تھا۔

ہو سکتی۔“ جیک بولا ”وہ اس وقت ریکارڈنگ کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ ریکارڈنگ شروع ہونے سے خاصا پہلے ان کے پاس پہنچ جائیں۔ آپ کو لینے جو گاڑی آرہی ہے اس کے شوفر کا نام جیو یو ہے۔ اس کا وزن تقریباً دو سو بیس پونڈ اور قد چھ فٹ دو انچ ہے۔“

”کیا وہ صرف شوفر ہی ہے؟“ گولڈمین نے دریافت کیا۔
”نہیں سر! وہ مسٹر ک سن کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔ اس کے پاس سیکرٹ سروس کا شناختی کارڈ ہوگا۔ بہترین ہوگا کہ آپ اس کا کارڈ بھی لیں۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ سر! یہ یاد دلانے کی ضرورت تو نہیں کہ کیسٹ آپ کو ساتھ ہی لانی ہوگی۔ مسٹر ک سن بیان ریکارڈ کراتے وقت اسے کمرے کے سامنے اچھی طرح دکھائیں گے“ جیک نے ہموار لیے میں کہا۔ گولڈمین نے ریسیور رکھ دیا۔

چند منٹ بعد جیو یو گولڈمین کو لینے آیا۔ گولڈمین نے محسوس کیا کہ اس شخص کے سراپے ایک عجیب سی جارحیت کا احساس ہوتا تھا۔ جیو یو نے پرس میں لگا ہوا شناختی کارڈ اس کے سامنے لہرایا۔ تاریک چشمہ ہٹا کر اپنی آنکھوں کا رنگ اسے دکھایا۔ پھر اپنی کلائی میں بندھی ہوئی ایک حفاظتی زنجیر دکھائی جس کا مقصد یہ تھا کہ گولڈمین اگر کوئی چیز اس کے سپرد کرنا چاہے تو وہ کلائی کے ساتھ اس زنجیر میں باندھ کر حفاظت سے لے چلے گا لیکن گولڈمین نے اپنی بغل میں دبے ہوئے جری بریف کیس کو تھپتھپاتے ہوئے کہا ”یہ میں اپنے پاس ہی رکھوں گا۔“

سیاہ ٹیڈلک میں وہ سمندر کے کنارے واقع ہسپانوی طرز کے مکان تک پہنچے جو مغربی علاقے میں تک سن کی اقامت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور گا سا پیسی فیکا کھاتا تھا۔ دور سمندر میں کچھ موٹر بوٹس لنگر انداز نظر آرہی تھیں۔ مکان کے گرد زنجیر سے چنگا بنا ہوا تھا۔ خوب صورت پھولدار پردوں سے آراستہ چوٹ پر لان پر پانی دینے والے مشینی فوارے وقف وقف سے چل رہے تھے۔

میں گیٹ پر کوئی نہیں تھا لیکن اندرونی دروازے پر گمرے رنگ کے مخصوص سے سونوں والے دو اشخاص نے ان کا استقبال کیا۔ جیو یو ہی کی طرح ان کے سونوں میں بھی مخصوص جگہوں پر ابھار دیکھ کر گولڈمین کو بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ ریوالر کہاں موجود تھے۔

جیو یو کی رہنمائی میں گولڈمین اندر پہنچا۔ ایک شاندار لابی اور ہال سے گزرنے کے بعد وہ ایک راہداری میں پہنچے جہاں دائیں ہاتھ پر ایک دروازے سے ایک نوجوان نے نکل کر پوچھا ”آپ ریکارڈنگ کے سلسلے میں آئے ہیں نا؟“

گولڈمین نے اثبات میں سر ہلایا اور جیو یو نے نوجوان سے پوچھا ”باس اندر ہے؟“

”ہاں“ نوجوان نے جواب دیا۔ پھر وہ گولڈمین کی بغل میں

حکم دیا۔ جو یلو نے حرکت نہیں کی۔ اس کے ریوالور کا رخ گولڈمین کی طرف رہا۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔
 ”یہی وہی کا عملہ اٹھ کھڑا ہوا اور ان میں سے ایک شخص بولا“
 ”ہم سب مسلح ہیں۔ ریوالور پھینک دو۔“

جولیو دھیرے دھیرے پیچھے ہٹنے لگا۔ اس کے ریوالور کا رخ بدستور گولڈمین کی طرف رہا اور وہ پھنکارنے کے سے انداز میں گارفیلڈ سے مخاطب ہوا ”کیا تم گولڈمین کو مروانا چاہتے ہو؟“
 ”میں چاہتا ہوں یہاں کوئی بھی نہ مرے۔ تمہیں معلوم ہے؟“
 اسے مارنے کے بعد تم بھی مارے جاؤ گے۔ پیشہ ور لوگ ایسی بے فائدہ حرکتیں نہیں کرتے۔“ گارفیلڈ بولا۔

اچانک جولیو نے گولڈمین سے نشانہ بٹا کر ریوالور گارفیلڈ کی طرف گھمانے کی کوشش کی۔ شاید اسے بڑی عمر کے ایک آدمی سے اپنے جیسی پھرتی کی توقع نہیں تھی لیکن اس کا ریوالور صحیح طور پر گارفیلڈ کی طرف نہیں گھوم سکا کیونکہ اس سے پہلے ہی گارفیلڈ کا نیگٹم کرج اٹھا تھا۔ جولیو اچھل کر چوٹ سے جا کر لایا اور پیٹ پر نمودار ہونے والے بڑے سے سوراخ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جہاں گرا وہیں ساکت ہو گیا۔

یہی وہی کے عملے میں سے تین لپک کر اس کے پاس پہنچے۔ ایک نے اس کے ہاتھ سے ریوالور نکال لیا۔ دوسرے نے اسے سیدھا کیا اور تیسرا اس کی نبض دیکھنے کی کوشش کرنے لگا جو معدوم ہو چکی تھی۔
 گولڈمین کے سینے سے ایک طویل سانس خارج ہوئی اور وہ گارفیلڈ کو گھورتے ہوئے بولا ”تم نے یہ کیا چکر چلا رکھا ہے؟ تم نے تو کہا تھا کہ تم فینکس روانہ ہو رہے ہو؟“

”میں نے کہا تھا کہ اس سارے معاملے کے لئے صرف میں جواب دہ ہوں۔ اس لئے میرا ذاتی طور پر یہاں موجود رہنا ضروری ہو گیا تھا۔“ گارفیلڈ بولا ”اور اگر میں تمہیں پہلے سے بتا دیتا تو شاید تمہارا رویہ اتنا فطری نہ ہوتا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ نیپ کی طرف لپکس گئے لیکن اس سے پہلے وہ پوری طرح اطمینان کرنا چاہیں گے کہ نیپ اصلی ہے۔ اس لئے اس شخص نے آخری لمحے تک انتظار کیا اور جب دیکھ لیا کہ تم نیپ تک سن کے حوالے کرنے جا رہے ہو تب اسے شین ہو گیا کہ نیپ اصلی ہے اور وہ بیچ میں کود پڑا۔ اس کا نام کیا ہے؟“

”جولیو“ گولڈمین بولا ”مجھے بھی صرف نام ہی معلوم ہے۔ اس کے علاوہ جیک ہنری نامی ایک شخص کو بھی قابو میں کراؤ۔“
 ”وہ پہلے ہی قابو میں آچکا ہے اور بہت کار آمد ثابت ہوا ہے۔“ گارفیلڈ بولا۔
 ”تم اب واپس واشنگٹن جاؤ گے کیا؟“ گولڈمین نے دریافت کیا۔

”ہرگز نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ آج مجھے فینکس میں ہونا

کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بریف کیس کی آڑ سے اس نے اپنا لیوگر نکال لیا تھا۔ کھڑوری آوازیں اس نے بیک وقت سب کو لگائیں۔
 ”خاموش! کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے ورنہ یہاں سب کی لاشیں گر جائیں گی۔“

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ سب اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ تب جولیو بولا ”مسٹر گولڈمین اور مسٹر تک سن کے سوا سب سینے کے بل فرش پر لیٹ جائیں۔“
 گولڈمین پھٹ پڑا ”تم نیپ لے کر یہاں سے ایک میل دور بھی نہیں نکل سکتے۔۔۔۔۔ اور تم ہم سب کو مار کر بھی نہیں جاسکتے۔“

”مجھے بھی معلوم ہے۔ اسی لئے میں یہ بریف کیس لے کر گدھوں کی طرح منہ اٹھا کر نہیں بھاگا۔ تم اس فکر میں مبتلا رہو کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور کیا نہیں۔ تم اپنی چوچ بند رکھو۔ تمہارے بارے میں بھی میں نے سوچ رکھا ہے۔“ جولیو کڑخت لہجے میں بولا پھر اس نے کرسی کی طرف دیکھا جس پر تک سن اس کی طرف پشت کئے ساکت بیٹھا تھا۔ تولیہ اسی طرح اس کے سر اور کندھوں پر پھیلا ہوا تھا۔ ”مسٹر بیڈنٹ! آپ کچھ نہیں بولیں گے؟ سیاست داں تو ہر موقع پر کچھ نہ کچھ ضرور بولتے ہیں۔“

عقب سے بھی تک سن کے پیچھے کے انداز سے ظاہر تھا کہ اس کے جسم پر تناؤ طاری تھا۔ جولیو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا ”اچھا خیر۔۔۔ اگر آپ بولنا نہیں چاہتے تو آپ کی مرضی لیکن اتنا تعاون ضرور کیجئے کہ اٹھ کر اگلے قدموں میرے قریب آجائے۔ نہایت آہستگی اور آرام سے۔ راستے میں کیمروں اور لائٹس کی تارس بھیجی ہوئی ہیں اور فرش پر لیٹے ہوئے ان مردوں اور عورتوں کی زندگی کا دوا بعد آپ کی حرکات و سکنات پر ہے۔“

تک سن اٹھ کر اگلے قدموں دھیرے دھیرے اس کی طرف آئے لگا۔ درمیانی فاصلہ بالکل کم رہ گیا تو جولیو بولا ”بس۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ۔۔۔۔“

گولڈمین اس کی بات کانٹے ہوئے چلا اٹھا ”تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟ خدا کے لئے مسٹر تک سن کو ساتھ لے جانے کا خیال دل سے نکال دو۔“

جولیو کا ریوالور تیزی سے گولڈمین کی طرف گھوم گیا اور وہ دانت پس کر خونخوار لہجے میں بولا ”مسٹر گولڈمین! اگر اب مزید ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے نکلا تو میں تمہیں اسی جگہ شوٹ کر دوں گا۔“

”میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا“ تک سن نے اچانک گھومتے ہوئے کہا اور تب گولڈمین نے دیکھا کہ تک سن نہیں گارفیلڈ تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں خوف ناک ساخت کا نیگٹم دبا ہوا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے سر پر پھیلا ہوا تولیہ کھینچ کر ایک طرف پھینک دیا۔

”ریوالور فرش پر پھینک دو۔ آہستگی سے“ گارفیلڈ نے جولیو کو

چاہئے۔ قسمت نے ساتھ دیا تو میں رات کا کھانا وہیں کھاؤں گا“
کارنیل نے جواب دیا۔

○☆☆○

سینئر... دس بجے... ریڈ لے

ریڈ لے آؤنٹنگ سلائیڈنگ ڈور کے راستے کمرے میں داخل ہوا تو لاکو کس نے مہارت سے اپنی وھیل چیز اس کی طرف موڑتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا ”اودہ... سینئر! تم کچھ جلدی ہی آگئے۔“

اس نے اپنے اور سینئر کے لئے ڈرنکس تیار کیں لیکن سینئر نے خاموشی سے فنی میں سر ہلایا اور بڑی سی کھڑکی کی طرف بڑھ گیا جہاں سے ٹیرس نظر آ رہی تھی۔ ٹیرس سے ایک ڈھلوان راستہ نشیب میں جا کر ایک چھوٹی سی پختہ روش سے مل رہا تھا جو بل کھائی ہوئی بائیں طرف سروٹ کوارٹر ٹائپ دو سرے چند مکانوں تک جاری تھی۔ لاکو کس اپنی وھیل چیز کے ذریعے یہاں سے ہر جگہ جاسکتا تھا لیکن صرف رات کی تاریکی میں۔ سوئچ کی روشنی یا دھوپ میں نکلنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لاکو کس ایک گھونٹ بھر کر بولا ”جہعرات کو تمہارا فون آیا تو میرے ذہن پر بہت بوجھ تھا۔ اگر میں ٹھیک طرح تم سے گفتگو نہیں کر سکتا تھا تو معذرت خواہ ہوں۔“

سینئر نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور دروازے نما کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ لاکو کس کھٹاکر گھلا صاف کرتے ہوئے بولا ”سینئر! میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے۔“

”میں تمہارا وقت ضائع نہیں کروں گا۔“ ریڈ لے نے کہا اور اچانک دروازہ نما کھڑکی کھولی دی۔ باہر سورج آگ برسا رہا تھا۔ تیز روشنی اور حرارت اندر بھی چلی آئی۔ دروازہ کھلنے سے انکڑیشننگ کی سرسراہٹ بدل گئی۔ ریڈ لے نے واپس آکر لاکو کس کی گردن پر پلٹنا ہوا کپڑا کھول کر کرسی کے پیچھے اڑس دیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے سینئر؟“ لاکو کس تیزی سے بولا۔ اس کے لیے میں خوف یا برہمی نہیں تھی تاہم اس کے غیر ملطون بالائی دھڑ میں تناؤ آ گیا تھا۔ ریڈ لے نے وھیل چیز کا لمبی تار والا پلگ نکال دیا۔ وھیل چیز بجلی سے چلتی تھی۔ ریڈ لے اب اس کے ہینڈل پکڑ کر اسے دھکیلتا ہوا ٹیرس کی طرف لے چلا۔ باہر درجہ حرارت فارن ہائٹ میں سو سے اوپر تھا۔

ٹیرس پر پہنچتے ہی لاکو کس کے ہاتھ سختی سے وھیل چیز کے ہتھوں پر جم گئے اور اس کے چہرے پر دہشت کے آثار نمودار ہو گئے ”ریڈ لے! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اگر تمہیں میری کوئی بات بڑی لگی ہے تو... دیکھو... تمہیں معلوم ہے میں دھوپ میں نہیں نکل سکتا۔“

لیکن ریڈ لے خاموشی سے وھیل چیز کو ڈھلوان راستے پر خاصا نیچے تک لے آیا۔ وہ آگرو وھیل چیز کو چھوڑ دیتا تو وہ خود ہی نیچے چلی

جاتی۔ لاکو کس کا احتجاج جاری تھا۔ ریڈ لے خوشی سے انداز بولا ”سچ دیکھار بند کرو اور میری بات غور سے سنو لاکو کس! دانشمن سے اطلاع مل چکی ہے کہ ابراہام مرچکا ہے اور پیٹ چارٹرڈ طیارے لے کر یورپ کی طرف فرار ہو رہا ہے۔ اسے نہیں ہے کہ وہ کہاں جائے گا اور کیا کرے گا۔ میں نے سنا ہے! جس والوں کی دنیا میں مانگ تو ہوتی ہے۔ جو زیادہ بولی دے! پیٹرن اس کی طرف چلا جائے لیکن وہ سہرا مل امریکا کا سفور رہے گا۔ بشرطیکہ وہ زندہ رہا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں ملک چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔“

”پیٹرن بے وقوف ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں سینئر“ لاکو کس چلایا۔

”اس نے سب کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا تھا۔ تم تو بھاگ ہی نہیں سکتے لاکو کس! پیٹرن اتنا بے وقوف بھی نہیں ہے۔ اس نے اپنی پیشہ ورانہ پیشہ جی کے تحت ہی مشورہ دیا ہو گا۔“

”خدا کے لئے ریڈ لے! مجھے واپس لے چلو... یہ دھوپ، یہ گرمی، مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی...“ لاکو کس چلایا۔ اگر

تحتی کھوپڑی پر اس وقت تک تین چار سرخ سرخ ابھار نمود ہو چکے تھے گڑی پر ایک سیاہ نشان پھیلنا جا رہا تھا۔

ریڈ لے کو یا اس کی بات سننے بغیر بولا ”پیٹرن کہہ رہا تھا کہ ہم فرار ہو جائیں تو وہ لوگ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ کوئی اسکینڈل کھڑا کرنا نہیں چاہتے لیکن میں بھاگ کر کہاں جاؤں گا لاکو کس! میں بھاگنا نہیں چاہتا۔“

لاکو کس تکلیف سے سنا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے مگر اور کھوپڑی پر سیاہ اور سرخ ابھار تیزی سے بڑھتے جا رہے تھے ا یوں پھول رہے تھے گویا آخر کار بلبلوں کی طرح پھٹ جائیں گے ریڈ لے خوشی سے لہجے میں بولا ”وہ ایسا ہی ایک بھٹکتا ہوا دن جب تم نے نہ جانے کن کن دلائل سے مجھے صدارتی الیکشن حصہ لینے کے لئے قائل کیا تھا۔ تمہیں یاد ہے؟“

لاکو کس کا سر اس کے گریبان کی طرف جھکا جا رہا تھا۔ شا وہ چاہ رہا تھا کہ کسی طرح اپنے لبائے میں سر چھپالے۔ اس حالت غیر ہو چکی تھی۔ شکل ڈراؤنی دکھائی دینے لگی تھی۔ وہ گزرتوانے لگا تھا ”ریڈ لے! خدا کے لئے...“ مگر ریڈ لے کا آنکھوں میں اس کے لئے قطعاً ترم نہیں تھا۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ”مجھے نہیں معلوم تھا کہ جان کینیڈی رابرٹ کینیڈی اور مارٹن لوئرنگ کے قتل کی سازشوں کے اصل خالق تھے اور پیٹرن کے ذریعے تم نے ان پر عمل کرایا۔ مجھے یہ سب معلوم نہیں تھا کہ بے ضرر سے کاغذات پر کئے ہوئے میرے دستخطوں کے ذریعے... اور ان کے ساتھ کچھ جعلی دستاویزات تھی کر کے تم نے گھر گھر کرکھے اور نہ جانے کتنے دوسرے لوگوں کو بھی ان سازشوں میں ملوث کرنے کا سامان کر رکھا ہے۔ تم نے

مجھے ختم کر دیا لا کوکس! پھر مجھے اپنی زیادہ کار آمد کٹھ پتلی بنانے کے لئے تم نے صدارت کا خواب دکھایا۔“

بریلے نے ایک ہاتھ سے دھسل جیسر کو سنبھالتے ہوئے رومال سے اپنے چہرے کا پیمند پونچھا اور بری طرح کساتے ہوئے لا کوکس سے... استہزائیہ سے انداز میں کہا ”آج تم حالات کی کڑی دھوپ میں بارہ لٹکے ہو تو اندازہ ہوا ہے کہ یہ کس طرح انسان کو زندہ کھا چکا ہے؟ میں اور مجھ جیسے بہت سے لوگ اپنے شیشے کے گھروں میں آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ تم نے ہمیں جھلنے صحرا میں دھکیل دیا۔ اب تمہیں خود بھی ذرا زندگی کی تپش سے آشنا ہونا چاہئے۔“

لا کوکس کی حالت غیر تھی۔ وہ صحیح طور پر بریلے کی بات نہیں سن پا رہا تھا۔ بریلے کی حالت خود بھی کچھ اچھی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ ذرا لہراتے ہوئے بولا ”میں خود بھی یہی محسوس کر رہا تھا کہ میری زندگی کا چراغ بجھنے کو ہے۔۔۔ مجھے صدر بننے کا زیادہ شوق نہیں تھا۔۔۔ میں تو اب یہی سوچ کر اس دوڑ میں شریک تھا کہ شاید ہوائت ہاؤس میں پہنچ کر میں تمہیں اور پیڑن کو کوئی سبق سکھاسکوں لیکن یہ بھی محسوس میری خوش فہمی تھی۔ برائی اور کرپشن کی دلدل میں آدمی جتنا گمراہ دھنسا جاتا ہے وہ یہی سمجھتا ہے کہ وہ اتنا ہی اوپر جا رہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسے زیادہ اختیارات حاصل ہو رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ زیادہ بے بس ہو رہا ہوتا ہے۔ کرپشن اور خواہشوں کے شکنجے میں پھنس کر وہ درحقیقت اپنے انجام کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ یہی قدرت کا نظام ہے۔۔۔“

لیکن لا کوکس شاید اس کی آواز نہیں سن رہا تھا۔ اس کی ٹھوڑی اس کے سینے سے جا لگی تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔ اس کی جلد برسوں کی سوکھی زمین کی طرح چٹکی چٹکی تھی اور سرخ آنکھیں جانی ہو چکے تھے۔ بریلے نے کرسی چھوڑ دی۔ وہ دھلان پر تیزی سے اترتی ہوئی پختہ روش پر پہنچی اور لہراتی ہوئی الٹ کر رست میں جا گری۔ اپنا بچ لا کوکس اوندھے منہ ایک طرف جا گرا اور وہیں ساکت ہو گیا۔ اس کا چہرہ کسی حد تک رست میں چھپ گیا۔

بریلے واپس اوپر مکان کی طرف روانہ ہوا لیکن اس کے قدم بھی لٹک رہے تھے۔ تین چار قدم چل کر وہ آخر کار بیٹھا گیا پھر لیٹ ہی گیا۔ اس نے یوں سورج کی طرف ہاتھ پھیلائے گویا اسے آغوش میں لیتا چاہتا ہو۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر کے جسم دھیرا دھیرا چھوڑ دیا جیسے اسے نیند آگئی ہو۔



بریلے پر جھکے ہوئے ڈاکٹر نے اس کے سینے پر ہتھ مارے پھر اٹھتے ہوئے گارفیلڈ سے مخاطب ہوا ”اگر اس کی جان بچانا چاہتے ہو تو جلدی سے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرو۔“

گارفیلڈ نے نیچے جا کر ریڈیو کار کے ذریعے اپنا پیغام متعلقہ لوگوں تک پہنچایا اور انہیں فوراً ایک ہیلی کاپٹر بھجوانے کی ہدایت

کی۔ وہ چند لمحوں لا کوکس کے قریب کھڑا رہا جس کے بارے میں ڈاکٹر نے چند لمحوں پہلے بتادیا تھا کہ وہ مرچکا ہے۔ گارفیلڈ کو یقین تھا کہ اس کی آنکھیں اس بار اسے دھوکا نہیں دیں گی۔ ریکارڈ تو ایک بار اسے دھوکا دے چکا تھا۔ ریکارڈ کے مطابق لا کوکس بیس سال پہلے مرچکا تھا۔ اور اس وقت وہ سی آئی اے کا ڈائریکٹر تھا!

شاید اس عہدے سے محرومی کو اس نے ذہنی طور پر برداشت نہیں کیا تھا جو طاقت و اہمیت کا منبع تھا۔ اس کے مغلوب اور بیمار مگر شاطر ذہن نے شاید اس سے کہیں زیادہ طاقت حاصل کرنے کے طویل اور صبر آزا منصوبے بنائے تھے۔

گارفیلڈ ہیلی کاپٹر کے انتظار میں صحرائیں کھڑا تھا اور اس کا ذہن ان گنت خیالات میں الجھا ہوا تھا۔ اسے امید تھی کہ بریلے بچ جائے گا۔ اس کی حالت زیادہ بری نہیں تھی لیکن ابھی گارفیلڈ کو کئی مشکل مرحلوں سے گزرنا تھا۔ اسے ان سارے معاملات کے بارے میں صدر کے سامنے جواب دہی کرنی تھی۔ ٹیپ ان کے حوالے کرنی تھی۔ پیڑن کے فرار کے بارے میں پریس کو مطمئن کرنا تھا۔

ادھر ہنری اس دوسرے انکشاف کے بعد لی رچی سے بالکل خفا ہو چکا تھا کہ وہ سی آئی اے ایجنٹ تھی اور کسی کے اشارے پر ہنری کو استعمال ہوتے دیکھ رہی تھی۔ وہ روم واپس جانے پر ٹکلا ہوا تھا لیکن لی اس کے بارے میں سچ سچ جذباتی ہو چکی تھی۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن گارفیلڈ کو امید تھی کہ اس کی صحت نے اجازت دی اور وہ اسی طرح پُر سکون اور پر اعتماد رہا تو بڑھاپے کی تمام تر کمزوریوں کے باوجود وہ ان مرحلوں سے بھی گزر جائے گا۔

صدر کو مطمئن کرنا اس کے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔ چونکہ گارفیلڈ نے کوئی اسکینڈل کھڑا نہیں ہونے دیا تھا اس لئے صدر کی زیادہ برہمی کا اندیشہ نہیں تھا۔

پیڑن کے فرار کو وہ پریس والوں کے لئے خرابی صحت کی بنا پر اشتہاف کی شکل دے سکتا تھا۔

لی اور ہنری کا ملاپ کرانے کے لئے بہتر تھا کہ ادھر ہنری روم روانہ ہو اور ادھر لی کا تبادلہ کر کے اسے بھی روم بھیج دیا جائے۔ دونوں کی ملاقات روم کے ان پورٹ پر ہی ہو جاتی تو بہتر تھا۔ گارفیلڈ کو یقین تھا کہ وہ جذبات کی ٹوٹی ہوئی دھڑکن کو خودی جوڑے گی۔

یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال تو وہ اس طمانیت سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا کہ اس نے ذرا سا بھی ہنگامہ کھڑا کئے بغیر ایک بہت بڑی جنگ جیت لی تھی۔ مگر انتظار کی کوفت کے باعث وہ لطف اندوز نہیں ہو پا رہا تھا۔

اس کی نظریں روشن آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔ اسے ہیلی کاپٹر کا انتظار تھا! صحرا کا سکوت اس کے انتظار میں شریک تھا!